التعرف

تألیف

أبي بكر محمد بن إسحق الكلاباذي

المتوفی سنة ٣٨٠ھ

مترجم

شاہ محمد چشتی

ادارہ پیغام القرآن

Marfat.com

التعرف

تالیف

ابی بکر محمد بن اسحٰق الکلاباذی

المتوفی سنة ۳۸۰ھ

مترجم

شاہ محمد چشتی

ادارہ پیغام القرآن

۴۰۔ اُردو بازار، لاہور

Marfat.com

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا ✿ ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	التعرف
مصنف	ابی بکر محمد بن اسحٰق الکلاباذی
مترجم	شاہ محمد چشتی
پروف ریڈنگ	محمد کاشف۔ محمد منصور فائز
اہتمام	محمد محسن
سال اشاعت	2013ء
طابع	غلام مصطفےٰ پریس لاہور
قیمت	350/- روپے

ملنے کے پتے

حبیب پبلشنگ ہاؤس ایوان علم پلازہ، اُردو بازار لاہور

احمد بک کارپوریشن راولپنڈی — اسلامک بک کارپوریشن راولپنڈی

نظامی کتب خانہ پاکپتن شریف — مکتبہ غوثیہ ہول سیل کراچی

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

Marfat.com

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ

كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ

كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

Marfat.com

فہرست

صفحہ نمبر	عنوان	باب نمبر
13	گفتار مترجم	
15	ناشر کی طرف سے	
21	صوفیاء کے بارے میں علماء کا فرمان اور صوفیاء کہنے کی وجہ	۱۔
26	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے سچائی نکلتی تھی	
26	اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی روح نے حضرت ھرم کی روح کو پہچان لیا	
26	ستر ہزار امتی بغیر حساب جنت میں	
27	حضرت بندار بن حسین رضی اللہ عنہ (م ۳۵۳ھ) کی نظر میں ''صوفی''	
28	حضرت ابوعلی رودباری رضی اللہ عنہ کی نظر میں	
28	حضرت سہل بن عبداللہ تستری رضی اللہ عنہ کی نظر میں	
28	حضرت ابوالحسن نوری رضی اللہ عنہ کی نظر میں	
28	حضرت جنید رضی اللہ عنہ کی نظر میں	
32	صوفی مردوں کے بارے میں	۲۔
32	اسمائے گرامی یہ ہیں	
33	خراسان اور جبل کے صوفیاء	
34	وہ صوفیاء جنہوں نے علوم اشارہ کی کتابیں اور رسالے لکھے	۳۔
34	اسماء گرامی	

۴۔ وہ صوفیاء جنھوں نے باہمی برتاؤ کے بارے میں کتابیں لکھیں 35

اسماء گرامی 35

۵۔ توحید کے بارے میں صوفیاء کے واضح ارشادات 36

۶۔ وہ صفاتِ الٰہیہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ 39

۷۔ اللہ کے ہمیشہ سے خالق ہونے کے بارے میں ان کا اختلاف 44

پہلا طبقہ 44

دوسرا طبقہ 45

۸۔ اللہ کے ناموں کے بارے میں ان کا اختلاف 47

۹۔ صوفیاء قرآن کے بارے میں کیا کہتے ہیں 48

۱۰۔ اللہ کی کلام میں ان کا اختلاف یہ ہے کہ یہ اصل میں ہے کیا؟ 49

۱۱۔ اللہ کی زیارت کے بارے میں ان کا عقیدہ 53

زیارتِ الٰہیہ عقلاً جائز اور قرآن وحدیث کے لحاظ سے یقینی ہے 53

دنیا میں آنکھوں اور دلوں سے اسے دیکھنا ناممکن ہے 55

۱۲۔ کیا رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا تھا، صوفیاء کا اختلاف 57

۱۳۔ تقدیر اور کاموں کو خود پیدا کرنے کے بارے میں صوفیاء کا عقیدہ 59

۱۴۔ جسمانی طاقت کے بارے میں ان کے فرمان 64

۱۵۔ کسی کو مجبور کرنے کے متعلق صوفیاء کیا کہتے ہیں؟ 68

۱۶۔ زیادہ بہتر کام کے بارے میں صوفیاء کے فرمان 71

مخلوق کو نعمتیں دینا صرف فضل کی بناء پر ہے 72

اللہ پر ثواب وعذاب دینا لازم نہیں 73

سب اہل زمین وآسمان کو عذاب دے کر بھی اللہ ظالم نہ کہلائے گا 73

Marfat.com

	اللہ کے کسی کام کا کوئی سبب نہیں ہوتا	73
۱۷۔	وعدہ اور وعید کے بارے میں صوفیاء کے فرمان	77
۱۸۔	شفاعت کے بارے میں صوفیاء کے فرمان	82
	پل صراط کا اقرار	83
	صوفیاء میزان کو مانتے ہیں	83
	اللہ ذرہ بھر ایمان والے کو بھی جہنم سے نکال لے گا	84
	عام مومنوں کے بارے میں ان کا عقیدہ	84
۱۹۔	بچوں کے بارے میں ان کے فرمان	87
۲۰۔	جوان ہونے والے لوگوں کو اللہ نے کیا کیا حکم دے رکھے ہیں؟	89
۲۱۔	اللہ کی پہچان کے بارے میں ان کے فرمان	94
	معرفت کی قسمیں	95
۲۲۔	خود معرفت کے بارے میں صوفیاء کا اختلاف	102
۲۳۔	روح کے بارے میں صوفیاء کے فرمان	105
۲۴۔	فرشتوں اور رسولوں کے بارے میں صوفیاء کے فرمان	108
	انبیاء علیہم السلام بشر سے افضل ہیں	110
۲۵۔	انبیاء علیہم السلام کی لغزشوں کے بارے میں صوفیاء کے فرمان	112
۲۶۔	اولیاء کی کرامتوں کے بارے میں صوفیاء کے فرمان	115
	نبوت کا سبب معجزہ نہیں	116
	ولایت کی دو قسمیں	120
۲۷۔	ایمان کے بارے میں ان کے فرمان	128
	کیا ایمان گھٹتا بڑھتا ہے؟	129

Marfat.com

۲۸۔ ایمان کی حقیقتوں کے بارے میں صوفیاء کے فرمان 132
۲۹۔ شریعت کے مذہبوں کے بارے میں صوفیاء کے فرمان 135
۳۰۔ کاروباروں کے بارے میں فرمان 137
۳۱۔ صوفیاء کے وہ علوم جنہیں وہ علومِ حال کہتے ہیں 139
علم حکمت 140
علم معرفت 140
علم اشارہ اور وجہ تسمیہ 140
تصوف کے خاص الفاظ اور ان کی وجہ 143
۳۲۔ صوفیاء کے ہاں تصوف کیا چیز ہے؟ 146
۳۳۔ دلوں کے کھٹکے کی وضاحت 148
۳۴۔ ''تصوف'' اور اللہ کے حقوق کی ادائیگی 149
۳۵۔ ''توبہ'' کے بارے میں ان کے فرمان 153
۳۶۔ ''زہد'' کے بارے میں ان کے فرمان 155
۳۷۔ ''صبر'' کے بارے میں ان کے فرمان 157
۳۸۔ ''فقر'' کے بارے میں ان کے فرمان 160
۳۹۔ ''عاجزی'' کے بارے میں ان کے فرمان 164
۴۰۔ ''خوف'' کے بارے میں ان کے فرمان 165
۴۱۔ ''تقویٰ'' کے بارے میں ان کے فرمان 167
۴۲۔ ''اخلاص'' کے بارے میں ان کے فرمان 169
۴۳۔ ''شکر'' کے بارے میں ان کے فرمان 171
۴۴۔ ''توکل'' کے بارے میں ان کے فرمان 173

Marfat.com

۴۵۔	''رضا'' کے بارے میں ان کے فرمان	175
۴۶۔	''یقین'' کے بارے میں ان کے فرمان	177
۴۷۔	ذکر کے بارے میں ان کے فرمان	178
۴۸۔	''انس'' کے بارے میں ان کے فرمان	184
۴۹۔	''قرب'' کے بارے میں ان کے فرمان	187
۵۰۔	''اتصال'' کے بارے میں ان کے فرمان	191
۵۱۔	''محبت'' کے بارے میں ان کے فرمان	193
	فصل	197
۵۲۔	اصطلاحاتِ صوفیاء	198
	تجرید کا مفہوم	198
	تفرید کا مفہوم	198
۵۳۔	''وجد'' کے بارے میں ان کے فرمان	201
	وجد کا مفہوم	201
	وجد، صوفیاء کے نزدیک	201
	وجد کے بارے میں حضرت نوری رضی اللہ عنہ کا نظریہ	202
۵۴۔	''غلبہ'' کے بارے میں ان کے فرمان	206
	غلبہ کا مفہوم	206
۵۵۔	''سکر'' کے بارے میں ان کے فرمان	210
	سکر کا مفہوم	210
	صحو کا مفہوم	211
۵۶۔	''غیبت وشہود'' کے بارے میں ان کے فرمان	213

Marfat.com

	غیبت کا مفہوم	213
	شہود کا مفہوم	214
۵۷۔	"جمع وتفرقہ" کے بارے میں ان کے فرمان	217
	جمع کا لغت اور اصطلاح میں مفہوم	217
	جمع کا اصطلاحی معانی	217
	تفرقہ	217
۵۸۔	"تجلی اور استتار" کے بارے میں ان کے فرمان	222
	تجلی کا مفہوم	222
	استتار کا مفہوم	225
۵۹۔	"فناء اور بقاء" کے بارے میں ان کے فرمان	227
	فناء کا مفہوم	227
	بقاء کا مفہوم	228
	باقی کا مفہوم	228
	فانی کی قسمیں	241
۶۰۔	حقائق ومعرفت کے بارے میں ان کے فرمان	243
	معرفت کی قسمیں	243
۶۱۔	"توحید" کے بارے میں ان کے فرمان	248
	توحید کی سات بنیادی چیزیں	248
۶۲۔	عارف کی پہچان کے بارے میں ان کے فرمان	252
۶۳۔	"مرید اور مراد" کے بارے میں ان کے فرمان	259
	"[illegible] ومعاملات" کے بارے میں ان کے فرمان	263

۶۵۔	لوگوں کو تعلیم دینے اور اللہ کی طرف بلانے کیلئے ان کے فرمان	270
۶۶۔	پرہیزگاری اور مجاہدوں کے بارے میں ان کے فرمان	275
	رضا و تسلیم کا نمونہ	277
۶۷۔	صوفیاء پر اللہ کی مہربانیاں اور انہیں غائبانہ طور پر تنبیہ	280
۶۸۔	اللہ کی طرف سے صوفیاء کو دلوں میں تنبیہ	283
۶۹۔	صوفیاء کو اللہ کا دلوں کے ذریعے چوکنا کرنا	286
۷۰۔	اللہ کی طرف سے صوفیاء کو خواب وغیرہ میں خبردار کرنا	287
۷۱۔	صوفیاء پر غیرت کھانے کے لئے اللہ کا ان پر بے بہا کرم	290
۷۲۔	صوفیاء کی مشکلات میں اللہ کی ان پر مہربانیاں	293
۷۳۔	موت اور بعد والے وقت میں صوفیاء پر اللہ کی مہربانیاں	295
۷۴۔	خود صوفیاء کے ساتھ پیش آنے والے حالات	299
۷۵۔	سماع کے بارے میں	301

*****

گفتار مترجم

ہر مسلمان اپنی اخروی نجات کیلئے نمازیں پڑھتا، حج وعمرے کرتا، زکوٰۃ دیتا اور روزے رکھتا رہتا اور اس کے علاوہ صدقہ خیرات، ہمدردی، غمگساری، تعلیم و تدریس، تصنیف و تالیف وغیرہ بے شمار صالح اعمال کرتا جاتا ہے لیکن ان کی قبولیت اور نجات اخروی کا اصل دارومدار چند بنیادی عقائد پر ہوتا ہے اور بصورت دیگر تمام عبادات اور صالح اعمال اکارت جاتے ہیں۔

عقیدے کا تعلق دل سے ہوتا ہے انسان اسی کی بناء پر مومن بنتا اور

یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

کا مخاطب بن سکتا ہے لیکن اگر اس کے ذہن میں یہ بات سما چکی ہو کہ نیک اعمال کو بنیادی حیثیت حاصل ہے تو پھر کافر و مشرک لوگ بھی نجات کے دعویدار بن سکتے ہیں کیونکہ نیک کاموں میں ان کا دخل بھی مُسلّم ہے۔

عقیدہ جات کے بارے میں علماء اہل سنت نے مستقل کتابوں کے علاوہ ذیلی طور پر بھی مضامین لکھے ہیں اور اس سلسلے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی مگر حضرات صوفیاء کرام رحمہم اللہ نے اپنی پاک نفسی اور طینت طیبہ کی بناء انہی عقائد کو نہایت شستہ طریقے سے بیان کیا ہے جو دلوں کو جلاء بخشتا اور باغ باغ کر دیتا ہے' زیر نظر کتاب ''التعرف لمذھب اھل التصوف'' اس سلسلے کی بہترین سعی ہے۔

مؤلف کتاب تاج الاسلام حضرت علامہ ابوبکر محمد بن اسحاق بخاری کلاباذی

Marfat.com

رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۸۰ھ) چوتھی صدی ہجری کے نامور صوفی عالم ہیں۔ ان کا دور تصوف کے عروج میں تسلیم شدہ ہے اور خود مؤلف کے رابطے دور کے زبردست صوفیاء سے رہے ہیں جن کے ساتھ ان کی زندگی گزری اور وہ ان سے اس سلسلے میں سوالات کرتے رہے، ان کے رموز و اشارات سے واقفیت حاصل کی اور آخر کار ساری کاوشوں کے حاصل کے طور پر اپنی یہ مسلمہ تالیف پیش کی۔

پیش نظر تالیف نہایت ادق اور مشکل ہے لیکن صوفیاء کی اس سلسلے کی کتب میں اولیت کا درجہ رکھتی ہے، اس میں انہوں نے نہایت اہم صوفیائی عقائد کو واشگاف کیا ہے اور پھر ان کے اختلافات کا ذکر بھی کر دیا ہے تاہم ان کے باہمی اختلافات میں عظمت کا دامن چھوٹنے نہیں پایا ہے۔

خدائے برتر و بزرگ کی توفیق سے اس اہم ترین تالیف کا ترجمہ پیش ہے۔ میں نے اپنی بساط علمی کے مطابق آسان ترین الفاظ میں اس کی ترجمانی کی ہے۔ میں بشری خامیوں سے مبرا نہیں جس پر کمی بیشی کی صورت میں ذمہ داری قبول کرتے ہوئے اپنے باوقار اہل علم بھائیوں سے اصلاحی مشوروں پر شکر گزار ہوں گا کیونکہ کسی بھی علمی کام میں کوتاہی خارج از امکان نہیں ہوا کرتی۔ اپنی کوتاہیوں پر اللہ تعالیٰ سے عفو و درگزر کا امیدوار ہوں۔

خادم علماء اہل سنت

شاہ محمد چشتی انصاری خوش نویس

از خدام شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی

نور اللہ مضجعہ

24 اکتوبر 2012ء بروز بدھ

0321 - 0312 6577473

0492772040

Marfat.com

ناشر کی طرف سے

عرصہ سے یہ بات ذہن میں گردش کرتی رہی ہے کہ اردو میں عقائد پر کوئی مستقل اور تفصیلی کتاب پیش کرنی چاہئے بالآخر علامہ کلاباذی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب التعرف پر نظر پڑی اور پسندیدگی کے پیش نظر اشاعت کا شوق پیدا ہوا چنانچہ ایک سادہ طبع خادم دین شاہ محمد چشتی سے رابطہ کیا جنہوں نے ڈرتے ڈرتے ترجمہ کی حامی بھر لی اور بفضلہ تعالیٰ چند دنوں میں ترجمہ کر دیا ہے جسے ہم آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے پر مسرت ہیں۔

ہماری پوری کوشش ہوتی ہے کہ اپنی نشریات کو اچھے سے اچھا معیار دے سکیں تاکہ اغلاط کی موجودگی کے باعث قارئین کا ذہن پریشان نہ ہو سکے چنانچہ اس سلسلے میں ہمیں ملک کے طول و عرض سے حوصلہ افزائی کے ساتھ ساتھ مبارکبادی کے فون آتے رہے جن پر ہم ان کرم فرماؤں کے شکرگزار ہیں۔

- دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے عقائد اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

صحت مند اور تحقیق کتب کا نشریاتی ادارہ

محمد محسن فقری و برادران

ادارہ پیغام القرآن، اُردو بازار، لاہور

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہر قسم کی تعریف صرف اسی ذات کی ہو سکتی ہے جو بہت بڑا ہونے کی بناء پر دیکھنے میں نہیں آ سکتا، اپنی عزت و عظمت کی وجہ سے سمجھ میں نہیں آ سکتا، وہ ایسے وجود والا ہے کہ کسی مخلوق کا وجود اس جیسا نہیں، وہ ایسی خاص خوبیاں رکھتا ہے جو پیدا ہونے والی کسی شے میں نہیں ہیں، وہ ایسا پہلا ہے کہ جس سے پہلے کچھ بھی نہ تھا اور ایسا آخری ہے کہ اس کے بعد کوئی نہ رہے گا، وہ کسی کی خوبی میں کسی سے ملتا جلتا نہیں، نہ کوئی اس کا مقابلہ کر سکتا ہے اور نہ کسی کی شکل اس سے مل سکتی ہے، اس نے اپنے آپ کو یکتا اور اکیلا بتانے کیلئے مخلوق کیلئے کئی علامتیں اور نشانیاں بنا رکھی ہیں اور اس کے ولی اسے اس کے ناموں، رازدارانہ چیزوں اور خاص خوبیوں کی وجہ سے پہچانتے ہیں، وہ ان کے دلوں کے خیالات کو اپنے قریب رکھتا اور انہیں اپنے آپ میں مگن رکھتا ہے، اپنی خاص مہربانی سے انہیں دیکھتا ہے اور اپنے سوا کسی اور کی طرف متوجہ نہیں کرنے دیتا، اس نے ان کے دلوں کو اپنی مرضی کرنے جیسی برائی سے بچا رکھا ہے، وہ ان کے طور طریقوں کو لوگوں کے غلط طور طریقوں جیسا ہونے نہیں دیتا، ان میں سے جسے چاہتا ہے رسول بنا لیتا ہے، اپنی مرضی سے کسی تک اپنا پیغام (وحی) پہنچاتا اور اسے لوگوں کو سمجھانے کا حکم دیتا ہے، اس نے ایسے خاص لوگوں پر وہ کتابیں اتاریں جن میں کچھ کام کرنے کے حکم دیئے اور کچھ کے کرنے سے روکا ہے پھر حکم ماننے والوں کو جنت کا وعدہ دیا اور بے فرمانوں کو (دوزخ کی) دھمکیاں دی ہیں' ہر شخص کو ان کی خوبیاں بتا رکھی ہیں' ان کے مرتبے ایسے بنائے ہیں کہ کسی بھی مرتبہ والے کی سمجھ میں نہیں آ سکتے، حضرت محمد ﷺ کو ان کے آخر

Marfat.com

میں بھیجا اور حکم فرمایا کہ انہیں دل سے مانو اور اسلام لے آؤ جس سے معلوم ہوا کہ ان کا دین (شریعت) سب سے بڑھ کر ہے اور ان کے ماننے والے (امت) سب سے بہتر ہیں، نہ تو ان کی شریعت بدلے گی اور نہ ہی ان کی امت کے بعد کوئی اور امت ہی آسکے گی، ان میں اس نے صاف دل والے، اچھے کاموں والے، پاک طبیعتوں والے اور نیک کام کرنے والے ایسے لوگ بنائے جنہیں اللہ نے پہلے ہی سے اچھا فرما رکھا ہے، اپنے سے ڈرنا ان کی طبیعتوں میں پیدا کر رکھا ہے اور انہیں دنیا سے دور کر رکھا ہے جس کی وجہ سے وہ پڑھنے پڑھانے کے گر جانتے ہیں جن کی بنیاد پر دوسروں سے ان کے برتاؤ اچھے ہوتے ہیں تو گویا انہیں (اللہ کی طرف سے) اترتے رہنے والے علم ملتے ہیں، ان کے دلوں میں کھوٹ نہیں ہوتا تو ان کے دلوں میں آنے والی بات سچی ہوتی ہے، وہ صحیح راہوں پر ڈٹے ہوتے ہیں، سوجھ بوجھ درست ہوتی ہے' ہر ایک انہیں پہچانتا ہے' وہ اللہ سے سمجھتے اور اسی کی طرف توجہ رکھتے ہیں، اس کے سوا کسی سے غرض نہیں رکھتے، ان کے علم وعمل کی روشنی رکاوٹوں کے باوجود دور تک پہنچتی ہے، نگاہیں عرش کے چوفیرے گھومتی ہیں لہٰذا وہ روحانی جسم ہیں، زمین میں رہ کر آسمانی ہیں، مخلوق میں رہ کر اللہ والے ہیں، ہر چیز کو چپ چاپ دیکھتے ہیں، دکھائی نہ دیتے ہوئے بھی ہر جگہ ہوتے ہیں، پھٹے پرانے کپڑوں میں چھپے بادشاہ ہیں، قبیلوں میں رہ کر بھی پردیسی ہیں، مرتبوں والے ہیں، راہ دکھانے والے نور ہیں، ان کے کان غور سے سنتے اور دل کے صاف ہیں، ہر ایک ان کی خوبیوں سے واقف نہیں، وہ ستھری اور کھری ہیں، چمکتی دمکتی ہیں، اللہ کی مخلوق میں امانت اور چنے ہوئے ہیں، اس کے نبی ﷺ کے ہاں اللہ کی ہدایت پر چلنے والے اور اس کے چنے ہوئے (نبی) کے پاس گم سم رہنے والے ہیں، ان کی زندگی کے دوران صفہ والے تھے اور ان کے وصال کے بعد امت کے بہترین لوگ بنے، ان میں سے پہلا دوسرے کو اور اگلا پچھلوں کو زبانی کی بجائے اپنے عمل سے سمجھاتا رہا ہے

Marfat.com

لیکن پھر اس (تصوف) میں دلچسپی کم ہو گئی اور اسے حاصل کرنے میں کوتاہی ہوئی تو (صوفی کے) حال پر چہ میگوئیاں ہونے لگیں، وہ کتابوں اور رسالوں میں رہ گیا، ان کے معانی تصوف والے آسانی سے سمجھ سکتے ہیں کیونکہ ان کے دلوں میں بڑی گنجائش ہوتی ہے اور آخر کار وہ معانی بھی نہ رہا اور صرف ان کا نام رہ گیا، حقیقت چھپ گئی اور صرف لکھا رہ گیا، تحقیق بناوٹی ہوئی اور تصوف کو سچ ماننا فن بن گیا، (تصوف کا) دعویٰ وہ کرنے لگے جن کے پاس علم نہ تھا اور جو اس کی خوبیوں سے ناواقف تھے، زبان سے اقرار کرنے والوں نے اپنے عمل سے اسے بگاڑ دیا، کھلم کھلا بیان کرنے والوں نے اس کی سچائی کو چھپا دیا اور اس میں وہ چیزیں شامل کر دیں جن کا اس سے تعلق نہ تھا جس کی وجہ سے سچا تصوف غلط ہو گیا اور انہوں نے اس کا علم رکھنے والوں کو جاہل بنا دیا چنانچہ پیار سے اس کی حقیقت تک پہنچنے والے تنہا رہ گئے اور اسے بیان کرنے والے مارے شرم کے خاموش ہو گئے جس کی وجہ سے دل نفرت کرنے لگے اور طبیعتیں اس سے ہٹ گئیں چنانچہ علم بھی ختم ہوا، علم والے بھی نہ رہے اور اسے بیان کرنا اور اپنانا ختم ہو گیا جس کا اثر یہ ہوا کہ جاہل اس کے عالم بن گئے اور عالم ذلیل ہو کر رہ گئے۔

یہ وہ حالات تھے جن کی وجہ سے میرے دل میں خیال آیا کہ میں اپنی اس کتاب میں صوفیاء کے طریقوں کی خوبیاں بتا دوں تو میں ان کی طرف سے اللہ کی توحید وصفات کے ساتھ ساتھ ان سے ملتے جلتے وہ مسئلے بتا رہا ہوں جن میں صرف ان لوگوں کو شبہ پڑ سکتا ہے جو ان کے مذہبوں سے واقف نہیں اور ان کے مشائخ کے خدمتگار نہیں اور جہاں تک ممکن ہوا میں نے علم کے ذریعے اس تصوف کی وضاحت کی ہے، اس کی خوبی کو واضح طور پر بتایا ہے تاکہ اسے وہ لوگ سمجھ سکیں جو ان لوگوں کے اشارے نہیں سمجھتے اور اسے وہ لوگ بھی حاصل کر لیں جنہیں ان کا لکھا ہوا نہیں ملتا اور اس کے ساتھ ساتھ ان کے بارے میں کی جانے والی جھوٹی موٹی اور جاہلوں کی توڑ مروڑ کر بنائی باتیں

Marfat.com

ختم ہوسکیں اور میری یہ بات ان لوگوں کو معلوم ہو سکے جو تصوف کے طریقے پر چلنا چاہتا ہے اور اس کی حقیقت تک پہنچے کیلئے اللہ کا محتاج ہے۔

میں نے عرصہ تک صوفیاء کے ساتھ رہ کر اور ان سے پوچھ پوچھ کر یہ کتاب ماہر صوفیاء کی کتابوں کی چھان بین کر کے لکھی ہے اور اس کیلئے اس علم کے ماہروں کی حکایتیں ذکر کی ہیں۔ اسے التعرف لمذھب اھل التصوف کا نام دیا ہے تا کہ نام ہی سے اس کا مقصد معلوم ہو جائے۔

(کتاب لکھتے ہوئے) میں صرف اللہ سے مدد مانگتا ہوں کیونکہ اسی پر بھروسہ ہے، پھر اس کے خاص نبی ﷺ پر درود بھیجتا اور (گناہوں کی بخشش کیلئے) انہیں اپنا وسیلہ بناتا ہوں۔

ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

✷✷✷✷✷

Marfat.com

پہلا باب:

صوفیاء کے بارے میں علماء کا فرمان اور صوفیاء کہنے کی وجہ

- بہت سارے صوفی فرماتے ہیں کہ صوفیاء کے دلوں کی صفائی اور ستھری یادوں کی وجہ سے انہیں صوفی کہا جاتا ہے۔
- حضرت بشر بن حارث رضی اللہ عنہ (م ۲۲۷ھ) کے مطابق صوفی وہ شخص ہوتا ہے جس کا دل اللہ کیلئے ہر کوتاہی سے پاک ہو۔
- ایک اور صوفی کہتے ہیں صوفی وہ ہوتا ہے جس کا اللہ سے برتاؤ ایسا صاف ستھرا ہو کہ جس کی بناء پر اسے اللہ کی طرف سے اچھی عزت ملے۔
- کچھ صوفیاء کے مطابق انہیں صوفیاء کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ سے تعلق رکھنے، اسی کی طرف توجہ رکھنے اور دلی طور پر اللہ کے سامنے ہونے کے موقع پر پہلی صف میں کھڑے ہوں گے۔
- کچھ اور صوفیاء فرماتے ہیں انہیں صوفیاء کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں موجود صفہ والوں جیسی خوبیوں کے مالک ہوتے ہیں۔
- ایک اور گروہ کہتا ہے کہ وہ اونی لباس پہننے کی وجہ سے صوفی کہلاتے ہیں۔

رہا صفہ اور صوف سے ان کا تعلق تو اس کی وجہ یہ ہے کہ تعلق بتانے والے نے ان کی ظاہری حالت دیکھ کر ان سے ان کا تعلق بتایا ہے کیونکہ یہ ایسے لوگ ہیں

جنہوں نے دنیا کو چھوڑا، اپنے وطنوں سے نکل پڑے، یار دوستوں سے الگ ہوئے، شہروں میں گھومے، بھوک پیاس برداشت کی، جسموں کو ننگا رکھا اور دنیا سے صرف وہی ضروری چیز لی جس سے شرمگاہ ڈھانپ سکیں اور بھوک کو روک سکیں چنانچہ وطنوں سے نکلنے کی بناء پر انہیں غربائ (پردیسی) اور زیادہ سفر کرنے کی بناء پر سیاحین کہا جاتا ہے جبکہ جنگلوں میں گھومنے اور ضرورت کیلئے غاروں میں بسیرا کرنے کی بناء پر ایک علاقے (خراسان یعنی افغانستان) کے لوگوں نے انہیں شکفتیہ کہا ہے کیونکہ ان کی زبان میں شکفت غار اور پہاڑ میں ٹھہرنے کی کھلی جگہ کو کہتے ہیں البتہ شام والے انہیں جوعیہ کہتے ہیں کیونکہ وہ رسول اکرم ﷺ کے اس فرمان کے مطابق صرف اتنا کھانا کھاتے ہیں جس سے پیٹھ سیدھی رکھ سکیں (فرمایا) آدمی کیلئے صرف چند وہ لقمے کافی ہوتے ہیں جن سے وہ اپنی پیٹھ سیدھی رکھ سکیں۔

حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ (م ۲۵۱ھ) نے ان لوگوں کی خوبیاں بتاتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان کا کھانا بیماروں جیسا، سونا ڈوبنے والوں جیسا اور گفتگو بھی باتیں کرنے والوں جیسی ہوتی ہے۔

پھر چونکہ کسی چیز کے مالک نہیں ہوتے تو انہیں فقراء کہا جاتا ہے چنانچہ کسی صوفی سے پوچھا گیا کہ صوفی کون ہوتا ہے؟ تو اس نے کہا کہ جو خود کسی چیز کا مالک نہ ہو اور نہ ہی اس کا کوئی مالک ہو یعنی لالچ اسے اپنا غلام نہ بنائے۔

ایک اور صوفی کے مطابق وہ ایسا شخص ہوتا ہے جو کسی چیز کا مالک نہ ہو اور اگر مالک ہو جائے تو اسے خرچ کر دے۔

پھر لباس پہننے اور یہ صورت بنانے کی وجہ سے بھی وہ صوفی کہلائے ہیں کیونکہ وہ نفس کے مزہ کیلئے ایسا لباس نہیں پہنتے تھے جو ہاتھ لگانے میں ملائم اور دیکھنے میں اچھا معلوم ہو بلکہ وہ تو اسے شرمگاہ ڈھانپنے کیلئے پہنتے ہیں بلکہ بالوں سے بنا بہت کھردرا اور

Marfat.com

گاڑھا اونی لباس پہنتے ہیں اور پھر یہ سب حالات ان صفہ والوں کے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے دور میں تھے کیونکہ وہ لوگ غریب اور فقیر قسم کے مہاجر تھے جنہیں ان کے گھروں اور مال و اسباب سے نکال دیا گیا چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (م ۵۹ھ) اور حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ ان کی خوبیاں بتاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ بھوک کی وجہ سے گر جاتے تو عرب کے دیہاتی انہیں دیوانہ سمجھتے، ان کا لباس اونی ہوتا اور جب ان میں سے کسی کو پسینہ آتا تو اس سے ان بھیڑوں جیسی بو آتی جن پر بارش ہو چکی ہوتی ہے۔

ان کی یہ حالت کچھ لوگوں نے بتائی ہے چنانچہ حضرت عیینہ بن حصن رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے یوں عرض کی تھی کہ مجھے تو ان لوگوں کی بو پریشان کر دیتی ہے تو کیا آپ ﷺ کو پریشان نہیں کرتی؟

پھر (ایک دلیل یہ بھی ہے کہ) اون کا یہ لباس حضرات انبیاء علیہم السلام پہنتے رہے ہیں اور یہ اولیاء کی ایک پہچان بنا ہوا ہے چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ (م ۵۲ھ) کے مطابق نبی کریم ﷺ نے بتایا کہ خانہ کعبہ کی حاضری کا ارادہ لے کر صحراء کے مقام سے ایسے ستر نبیوں کا گزر ہوا تھا جن کے تن پر کپڑوں کی بجائے صرف گودڑی ہوتی تھی۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ (م ۱۱۰ھ) بتاتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بالوں سے تیار کیا ہوا لباس پہنا کرتے، درختوں کے پتے کھا لیتے اور رات وہاں گزارتے جہاں شام ہو جاتی۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اونی گودڑی پہن لیتے، گدھے کی سواری کر لیتے اور کمزور و مسکین شخص تک کی دعوت میں تشریف لے جاتے۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بدر میں شامل ہونے والے ایسے ستر لوگوں سے مل چکا ہوں جن کا لباس اونی ہوتا تھا۔

یاد رہے کہ جب ہمارے گزشتہ بیان کے مطابق ان کا رہن سہن صفہ والوں

Marfat.com

جیسا تھا، ان کا لباس اور رنگ ڈھنگ انہی جیسا تھا تو انہیں صفیہ اور صوفیاء کہا جانے لگا اور جس نے انہیں صفہ والوں جیسا اور پہلی صف میں شامل گنا تو اس نے ان کی اندرونی اور باطنی حالت بتائی ہے کیونکہ جو دنیا کو چھوڑ کر اس سے الگ تھلگ اور کنارہ کشی کر لیا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے باطن کو خوب صاف کرتا اور دل کو نورانی بنا دیا کرتا ہے۔

رسولِ انور ﷺ نے اسی سلسلے میں فرمایا تھا کہ جب کسی کے (دل میں نور گھر کر لیتا ہے تو اس میں اللہ کے راز سمانے کی) زیادہ سے زیادہ گنجائش پیدا ہو جاتی ہے۔ اس پر آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! اس بات کی نشانی کیا ہوتی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

"اس دھوکہ بازی کے گھر (دنیا) سے علیحدگی، ہمیشگی والے گھر (جنت) کی طرف دھیان دینا اور موت آنے سے پہلے اس کے لئے (عمل کر کے) تیار رہنا۔"

اس فرمان میں رسول اللہ ﷺ بتا رہے ہیں کہ جو شخص دنیا سے نفرت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے دل میں نور پیدا فرما دیتا ہے چنانچہ جب حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ اپنے ایمان کی حالت تو بتاؤ تو انہوں نے عرض کی تھی کہ میں نے اپنے آپ کو اس دنیا سے یوں الگ تھلگ کر لیا ہے کہ دن کو بھوکا پیاسا رہتا اور رات بھر عبادت کرتا ہوں جس کی وجہ سے اپنے پروردگار کے عرش کو کھلم کھلا دیکھ لیتا ہوں، مجھے نظر آ رہا ہے کہ جنت میں رہنے والے ایک دوسرے کو دیکھنے کا شوق رکھتے ہیں جبکہ دوزخ والے ایک دوسرے کو پسند نہیں کرتے۔

اس روایت میں وہ بتا رہے ہیں کہ جب وہ دنیا سے الگ ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں نور بھر دیا چنانچہ جو چیز پہلے ان کی آنکھوں سے اوجھل تھی، یوں ہو گئی کہ جیسے نظروں کے سامنے ہے اور یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرما دیا تھا۔

Marfat.com

"جو ایسے شخص کو دیکھنا چاہتا ہے جس کے دل کو اللہ نے نورانی کر دیا ہے تو وہ حارثہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔"

چنانچہ آپ ﷺ نے بتا دیا کہ ان کا دل نورانی ہو چکا ہے اور پھر انہی خوبیوں کی وجہ سے انہیں نوریہ گروہ کہا جاتا ہے اور یہ خوبی بھی صفہ میں رہنے والوں کے اندر موجود تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝ (التوبہ:۱۰۸)

"یہاں کچھ ایسے لوگ ٹھہرے ہوئے ہیں جو خوب (اندرونی بیرونی) صاف رہنا چاہتے ہیں اور اللہ بھی ایسے لوگوں کو پسند کرتا ہے۔"

ایسی بڑی پاکیزگی یہ کہ انسان ظاہری پلیدیوں سے پاک ہو اور اندرونی طور پر وسوسوں سے بچا ہوا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے۔

رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ

(النور:۳۷)

"یہ ایسے لوگ ہیں کہ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کو یاد کرنے سے نہیں روکتی۔"

اور چونکہ ان کے دل مکمل طور پر پاکیزہ اور ستھرے ہوتے ہیں تو ان کے دل میں (پیشگی) آنے والی باتیں سچی ہوا کرتی ہیں چنانچہ حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ (م ۸۶ھ) کے مطابق نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں

"مومن کے دل میں (پیشگی) آنے والی بات کی فکر کیا کرو۔ وہ اللہ کے دیئے ہوئے نور کے ذریعے دیکھا کرتا ہے۔"

چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ حضرت خارجہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے حمل میں ایک لڑکی موجود ہے اور ہوا بھی یونہی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے سچائی نکلتی تھی:

پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے سچائی نکلتی ہے۔"

اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی روح نے حضرت ہرم کی روح کو پہچان لیا:

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے حضرت ہرم بن حیان کے سلام کے جواب میں کہا تھا وعلیک السلام یا ہرم بن حیان حالانکہ پہلے انہیں دیکھا تک بھی نہ تھا اور پھر کہہ دیا تھا کہ میری روح نے تمہاری روح کو پہچان لیا ہے۔

(اسی سلسلے میں) حضرت ابوعبداللہ انطا کی رضی اللہ عنہ (م ۳۶۷ھ) فرماتے ہیں جب تم سچے دل والوں کے پاس بیٹھو تو کھرے دل کے ساتھ بیٹھو کیونکہ وہ دلوں میں چھپی باتوں سے واقف ہوتے ہیں، وہ تمہارے اندر میں جھانک لیتے ہیں اور ان میں چھپی باتیں لے نکلتے ہیں۔

اور جس میں ایسی خوبیاں ہوں کہ وہ اندرونی طور پر پاکیزہ ہو، اس کا دل صاف اور نور بھرا ہو تو یقیناً وہ پہلی صف والا ہو گا کیونکہ آگے بڑھ جانے والوں میں یہی خوبیاں ہوتی ہیں۔

ستر ہزار امتی بغیر حساب جنت میں:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

"میری امت میں سے ستر ہزار لوگ حساب و کتاب کے بغیر جنت میں چلے جائیں گے۔"

Marfat.com

پھر ایسے لوگوں کی نشانیاں بتائیں کہ وہ منتر نہیں کرتے اور نہ کسی کو منتر کیلئے کہتے ہیں، نہ خود چھپنے لگاتے ہیں اور نہ ہی کسی سے لگواتے ہیں بلکہ ان کا بھروسہ صرف اپنے پروردگار پر ہوتا ہے چنانچہ اپنے اندر کی صفائی، دلوں میں بہت کچھ سمانے اور ان میں روشنی کی وجہ سے اللہ کے معاملوں کو بہتر طور پر جانتے ہیں تو اللہ پر بھروسہ کرنے، اسی کا سہارا لینے اور اس کے فیصلوں کو ماننے کی وجہ سے کسی کام کے سبب کو نہیں دیکھتے۔

صوفیاء کی سب خوبیوں کا ذکر ہو چکا چنانچہ ان سب لفظوں کے معانی، ان ناموں اور القاب میں پاتے جاتے ہیں اور ان کیلئے یہ بھی الفاظ بولے جا سکتے ہیں جو تقریباً ایک ہی جگہ سے نکلے ہیں، دیکھنے میں ہر لفظ الگ الگ ہے لیکن ہر ایک کا معانی ایک ہی ہے چنانچہ اگر ان کی اندرونی صفائی ستھرائی کو دیکھا جائے تو ان کیلئے صفویہ کا لفظ بولا جائے گا، ان کے صف اور صفہ کے الفاظ پر نظر کریں تو صَفیہ اور ضفیہ کہہ دیا جاتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے صَفیہ اور ضفیہ کے لفظوں میں ''فائ'' حرف سے پہلے ''واؤ'' بڑھا دی جائے اور اسے صوفیاء پڑھ لیا جائے کیونکہ زبانیں ایسے لفظ بڑھاتی گھٹاتی ہی رہتی ہیں تاہم اگر اس لفظ کو ''صوف'' سے نکالا جائے تو صوفیاء کا لفظ آسانی سے بن جاتا ہے اور یوں کہنا عربی زبان کے لحاظ سے صحیح ہے چنانچہ دنیا سے علیحدگی اپنے آپ کو اس سے بچانے، وطن چھوڑنے اور لازمی طور پر سفر کرنے، نفسانی خواہشوں سے رکنے، آپس کے برتاؤ کو درست رکھنے، اپنے باطن کو ٹھیک رکھنے، دلوں میں گنجائش پیدا کرنے اور آگے نکل جانے جیسی خوبیاں اور معنے اس لفظ صوفیاء میں پائے جاتے ہیں۔

حضرت بندار بن حسین رضی اللہ عنہ (م ۳۵۳ھ) کی نظر میں ''صوفی'':

حضرت بندار بن حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں صوفی ایسا شخص ہوتا ہے جسے حق تعالیٰ اپنا بنا لیتا ہے سوا سے (ظاہری و باطنی طور پر) صاف ستھرا کر دیتا ہے، اسے اس کی مرضی کے کام نہیں کرنے دیتا اور وہ نہیں چاہتا کہ ایسا شخص خواہ مخواہ صوفی بن دکھائے اور

Marfat.com

صوفی بننے کا ڈھونگ رچاتا پھرے۔

پھر صوفی کا لفظ بعینہ "عوفی" کے وزن کا ہے جس کے معانی اللہ نے اسے معاف کر دیا تو اسے معافی مل گئی یا "کوفی" کے وزن کا ہے یعنی اللہ اس کا ہر کام سنوارتا ہے تو وہ سنور گیا اور "جوذی" کے وزن پر ہے یعنی اللہ نے اس کے کئے کی جزاء دے دی چنانچہ صوفی کے ہر ایسے نام میں اللہ کی مرضی کا دخل ہے اور یہ اللہ ہی کا کام ہے۔

حضرت ابوعلی رودباری رضی اللہ عنہ کی نظر میں:

حضرت ابوعلی رودباری رضی اللہ عنہ (م ۳۲۲ھ یا ۳۲۳ھ) سے پوچھا گیا کہ صوفی کون ہوتا ہے؟ تو انہوں نے کہا جو اندرونی صفائی کے بعد گودڑی پہنے، خواہش پیدا ہونے پر اسے زور سے دبائے رکھے، دنیا کو بھلا دے اور مصطفیٰ ﷺ کے بتائے طریقے پر چلے۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رضی اللہ عنہ کی نظر میں:

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رضی اللہ عنہ (م ۲۷۳ھ یا ۲۸۳ھ) سے پوچھا گیا صوفی کون ہے تو فرمایا جو (دل میں) کھوٹ سے بچا ہوا ہو اور (اللہ کے بارے میں) گہری سوچ میں ڈوبا رہتا ہو، صرف اللہ سے لو لگائے اور اس کے نزدیک سونا اور خالص مٹی کا ڈھیلا ایک جیسے ہوں۔

حضرت ابوالحسن نوری رضی اللہ عنہ کی نظر میں:

حضرت ابوالحسن نوری رضی اللہ عنہ (م ۲۹۵ھ) سے صوفی کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا ہر دل پسند چیز کو چھوڑ دینا۔

حضرت جنید رضی اللہ عنہ کی نظر میں:

حضرت جنید رضی اللہ عنہ (م ۲۹۷ھ یا ۲۹۸ھ) سے پوچھا گیا کہ تصوف کیا ہوتا ہے؟

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا دل کو لوگوں کی مرضی کے کاموں سے دور رکھنا، طبیعت کی عام عادتوں سے الگ تھلگ رہنا، انسانی عادتوں کو ختم کرنا، نفسانی خواہشات سے دور رہنا، اپنے آپ میں روحانی خوبیاں پیدا کرنا، (اللہ رسول ﷺ کے ہاں کام آنے والے) حقیقی علموں سے تعلق رکھنا، ہمیشہ سراہے جانے والے کام کرنا (ممکن حد تک پوری امت کی بہتری کیلئے کوشش کرنا)، اللہ کے سارے حکموں پر عمل کرنا اور شریعت میں رسول اکرم ﷺ کے حکموں کے مطابق چلنا تصوف کہلاتا ہے۔

حضرت یوسف بن حسین رضی اللہ عنہ (م ۳۰۴ھ) فرماتے ہیں کہ ہر امت میں اللہ کے خاص بندے ہوتے چلے آئے ہیں، یہ لوگ اللہ کی امانت ہوتے ہیں جنہیں وہ مخلوق کی نظروں سے چھپائے رکھتا ہے اور اگر ان میں سے کوئی اس امت میں ہوسکتا ہے تو وہ یہی صوفی لوگ ہوں گے۔

ایک شخص نے حضرت سہل بن عبداللہ تستری رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ میں لوگوں میں سے کن کے پاس بیٹھا کروں؟ انہوں نے فرمایا کہ بس صوفی لوگوں سے تعلق رکھو کیونکہ وہ تمہارے کسی کام کو برا نہ بننے دیں گے بلکہ وہ تمہارے ہر غلط کام کا کوئی نہ کوئی (صحیح) مطلب نکال لیں گے اور ہر حال میں تمہارا بچاؤ کرلیں گے۔

حضرت یوسف بن حسین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ذوالنون رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کس کے پاس بیٹھا اٹھا کروں؟ انہوں نے فرمایا اس کے پاس بیٹھا کرو جو کسی چیز کا مالک نہ ہو، تم بدل جاؤ لیکن وہ بڑا ہوتے ہوئے بھی نہ بدلے کیونکہ تمہارے زیادہ بدلنے سے تمہیں اس کی زیادہ ضرورت پڑے گی (کہ وہ تمہیں سدھارے)۔

حضرت ذوالنون رضی اللہ عنہ (م ۲۴۶ھ) بتاتے ہیں کہ میں نے شام کے کسی ساحل پر عورت دیکھی تو پوچھا (اللہ تم پر رحم کرے) کہاں سے آئی ہو؟ تو اس نے کہا کہ ان کے ہاں سے آئی ہوں جن کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں اور خوف و لالچ میں

اپنے پروردگار کو بلایا کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ کہاں جا رہی ہو؟ تو اس نے کہا کہ ان کے پاس جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کی یاد سے ہٹا نہیں سکتے۔ میں نے کہا کہ ذرا ان لوگوں کی نشانیاں تو بتا دو جس پر اس نے یہ شعر پڑھ دیئے۔

قَوْمٌ هُمُوْمُهُمْ بِاللهِ قَدْ عَلِقَتْ

فَمَا لَهُمْ هِمَمٌ تَسْمُوْ اِلٰى اَحَدِ

فَمَطْلِبُ الْقَوْمِ مَوْلَاهُمْ وَسَيِّدُهُمْ

يَا حُسْنَ مَطْلَبِهِمْ لِلْوَاحِدِ الصَّمَدِ

مَا اِنْ تُنَازِعُهُمْ دُنْيَا وَلَا شَرَفٌ

مِنَ الْمَطَاعِمِ وَاللَّذَّاتِ وَالْوَلَدِ

وَلَا لِلُبْسِ ثِيَابٍ فَائِقٍ اَنِقٍ

وَلَا لِرَوْحِ سُرُوْرٍ حَلَّ فِيْ بَلَدِ

اِلَّا مُسَارَعَةً فِيْ اِثْرِ مَنْزِلَةٍ

قَدْ قَارَبَ الْخَطْوَ فِيْهَا بَاعِدُ الْاَبَدِ

فَهُمْ رَهَائِنُ غُدْرَانٍ وَاَوْدِيَةٍ

وَفِي الشَّوَامِخِ تَلْقَاهُمْ مَعَ الْعَدَدِ

"وہ ایسے لوگ ہیں کہ جن کے ارادوں کا تعلق صرف اللہ سے ہے،

ان کا کوئی ایسا ارادہ نہیں جو لے جا کر کسی اور سے پورا ہو۔

ان لوگوں کا اصل مقصد ان کا مولیٰ اور سردار ہے، ایک بے نیاز

اللہ کے سامنے ان کا مقصد کتنا بہترین ہے۔

دنیا کی کھائی جانے والی، مزیدار چیزوں اور اولاد کے علاوہ بزرگی کی وجہ سے تم ان کے ساتھ جھگڑ نہیں سکتے یعنی وہ ان سے بے نیاز ہیں۔

نہ ہی سب سے بڑھ کر خوبصورت کپڑوں کیلئے انہیں مجبور کر سکتے ہو اور نہ ہی کسی مقام سے حاصل ہونے والی بہتر خوشی پر زور دے سکتے ہو۔

ہاں کسی مقام پر جلدی میں ایسا کر سکتے ہیں جہاں دور جانے کیلئے تیاری کا وقت آپہنچا ہو۔

یہ وہ لوگ ہیں جو غاروں اور وادیوں میں مقیم ہیں اور تم انہیں بلند پہاڑوں پر دیکھو گے کہ یہ چند لوگ ہیں۔"

*****

دوسرا باب:

صوفی مردوں کے بارے میں

ان میں وہ لوگ شامل ہیں جو ان کے علم کی بولی بولتے۔ ان کے دلوں کی حالت بیان کرتے۔ ان کے مرتبے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد ان کی کہی اور کی جانے والی حالتیں بتاتے ہیں۔

اسمائے گرامی یہ ہیں:

حضرت علی بن حسین زین العابدین (م ۹۲ یا ۹۴)، ان کے صاحبزادے حضرت محمد بن علی الباقر (م ۱۱۴، ۱۱۷ یا ۱۱۸ھ)، ان کے صاحبزادے حضرت جعفر بن محمد الصادق (م ۱۴۸ھ) ''یہ حضرت علی اور امام حسن و حسین رضی اللہ عنہم کے بعد ہوئے ہیں'' حضرت اویس قرنی، ھرم بن حیان، حسن بن ابوالحسن بصری (م ۱۱۰ھ)، ابو حازم سلمہ بن دینار مدینی (م ۱۴۰ھ کے بعد)، مالک بن دینار (م ۱۳۱ھ سے پہلے)، عبدالواحد بن زید، عتبہ الغلام، ابراہیم بن ادھم، فضیل بن عیاض (م ۱۸۷ھ کی ابتداء میں)، ان کے لڑکے محمد بن فضیل، داؤد طائی (م ۱۶۵ یا ۱۶۶ھ)، سفیان بن سعید (م ۱۶۱ھ)، سفیان بن عیینہ، ابو سلیمان دارانی (م ۲۰۵ھ یا ۲۱۵ھ)، ان کے بیٹے سلیمان، احمد بن حواری دمشقی (م ۲۰۳ھ)، ابوالفیض ذوالنون بن ابراہیم مصری (م ۲۴۶ھ)، ان کے بھائی ذوالکفل، سری بن مغلس سقطی (۲۵۱ یا ۱۵۳ھ)، بشر بن حارث حافی (م ۲۲۷ھ)، معروف کرخی (م ۲۰۰ھ)، ابوحذیفہ مرعشی (م ۲۰۷ھ)، محمد بن مبارک صوری، یوسف بن اسباط رضی اللہ عنہم۔

Marfat.com

خراسان اور جبل کے صوفیائ:

ابو یزید طیفور بن عیسیٰ بسطامی (م ۲۶۱ھ)، ابو حفص حداد نیشاپوری (م ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۷ یا ۲۷۰ھ)، احمد بن خضرویہ بلخی (م ۲۴۰ھ)، سہل بن عبداللہ تستری (م ۲۷۳ یا ۲۸۳ھ)، یوسف بن حسین رازی (م ۳۰۴ھ)، ابو بکر بن طاہر ابہری (م تقریباً ۳۰۰ھ)، علی بن سہل بن ازھر اصفہانی (م ۳۰۷ھ)، علی ابن محمد البارزی، ابوبکر کنانی دینوری (م ۳۵۰ھ کے بعد)، ابو محمد بن حسن بن محمد رجائی، عباس بن فضل بن قتیبہ بن منصور دینوری، کہمس بن علی ہمدانی، حسن بن علی بن یزدانیار رضی اللہ عنہم۔

*****

Marfat.com

تیسرا باب:

وہ صوفیاء جنہوں نے علوم اشارہ کی کتابیں اور رسالے لکھے

اسماء گرامی:

حضرت ابو القاسم جنید بن محمد بن جنید بغدادی (م ۲۹۷ یا ۲۹۸ھ)، ابو الحسن احمد بن محمد بن عبدالصمد نوری (م ۲۹۵ھ)، ابو سعید احمد بن عیسیٰ خزاز جنہیں لسان التصوف کہا جاتا ہے (م ۲۷۷، ۲۷۹ یا ۲۸۶ھ)، ابو محمد رویم بن محمد (م ۳۰۳ھ)، ابو العباس احمد بن عطاء بغدادی (م ۳۰۹ھ)، ابو عبداللہ عمرو بن عثمان مکی (۲۹۱، ۲۹۶ یا ۲۹۷ھ)، ابو یعقوب یوسف بن حمدان سوسی، ابو یعقوب اسحاق بن محمد بن ایوب نہرجوری (م ۳۳۰ھ)، ابو محمد حسن بن محمد جریری، ابو عبداللہ محمد بن علی کتانی (م ۳۲۲ھ)، ابو اسحاق ابراہیم بن احمد خواص (م ۲۸۴ یا ۲۹۱ھ)، ابو علی اوراجی، ابو بکر محمد بن موسیٰ واسطی (م ۳۲۰ھ کے بعد)، ابو عبداللہ ہاشمی، ابو عبداللہ ہیکل قرشی، ابو علی رودباری (۳۲۲ یا ۳۲۳ھ)، ابو بکر قحطبی اور ابو بکر دلف بن جحدر شبلی رضی اللہ عنہم۔

*****

Marfat.com

چوتھا باب:

وہ صوفیاء جنہوں نے باہمی برتاؤ کے بارے میں کتابیں لکھیں

اسماء گرامی:

ابو محمد عبداللہ بن محمد انطاکی، ابو عبداللہ احمد بن عاصم انطاکی (م ۲۳۴ھ)، عبداللہ بن خبیق انطاکی، حارث بن اسد محاسبی (م ۲۴۳ھ)، یحییٰ بن معاذ رازی (م ۲۵۸ھ)، ابوبکر محمد بن عمر بن فضل وراق ترمذی، ابوسعید عثمان بن اسماعیل رازی (م ۲۹۸ھ)، ابوعبداللہ محمد بن علی ترمذی، ابوعبداللہ محمد بن فضل بلخی، ابو علی جوزجانی اور ابو القاسم بن اسحاق بن محمد الحکیم سمرقندی رحمہم اللہ۔

گزشتہ صفحات میں ذکر کئے گئے صوفیاء مشہور ہیں جن کے مرتبوں پر ہر ایک نے گواہی دی ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے مشائخ سے علم پڑھے اور باطنی علوم بھی حاصل کئے (جنہیں علم مکاشفہ کہا جاتا ہے) انہوں نے حدیث سنی، فقہ، کلام، لغت اور قرآنی علوم حاصل کئے، ان کی کتابیں اور تصانیف اس کی گواہی دے رہی ہیں۔

یہاں ہم بعد میں آنے والے اور ہم زمانہ صوفیاء کا ذکر نہیں کریں گے خواہ وہ ذکر کئے گئے صوفیاء سے علمی طور پر کم نہیں ہیں کیونکہ نظر آنے والوں کے بارے میں کچھ بتانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

*****

Marfat.com

پانچواں باب:

توحید کے بارے میں صوفیاء کے واضح ارشادات

تمام صوفیاء کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے، یکتا ہے، بے نیاز ہے، قدیم ہے (اس سے پہلے کچھ بھی نہ تھا)، عالم ہے، قدرت والا ہے، زندہ ہے، سننے دیکھنے والا ہے، ہر ایک پر غالب ہے، بزرگی والا ہے، حسن والا ہے، بڑا ہے، سب کو سب کچھ دینے والا، مہربان ہے، بڑائی والا، دبدبے والا ہے، ہمیشہ رہنے والا، سب سے پہلے ہے، عبادت اسی کی ہوسکتی ہے، ہر ایک کا آقا ہے، ہر چیز کا مالک، ہر ایک کو روزی دینے والا ہے، بڑا مہربان، مہربانی کرنے والا ہے، ارادہ والا، دانا ہے، کلام کرنے والا ہے، ہر چیز کو پیدا کرنے والا، کھانے کو دینے والا ہے، اس میں وہ سب خوبیاں موجود ہیں جو اس نے خود اپنے بارے میں بتائی ہیں، اس کا ہر وہ نام ہے جو اس نے خود بتا رکھا ہے، قدیم ہی سے اس کے نام اور خوبیاں موجود ہیں اور وہ کسی بھی لحاظ سے مخلوق جیسا نہیں، نہ اس کی ذات کسی جیسی ہے اور نہ ہی اس کی کوئی خوبی، اس کی مخلوق جیسی ایسی کوئی نشانی نہیں جو اس مخلوق کے بارے میں یہ بتاتی ہے کہ انہیں نئے سرے سے پیدا کیا گیا ہے، وہ ہر پیدا کی گئی چیز سے پہلے اور اول میں تھا، ہر شے سے پہلے تھا، اس کے علاوہ کوئی اور چیز قدیم نہیں اور نہ ہی اس کے علاوہ کوئی اور معبود ہے۔

Marfat.com

اس کا جسم نہیں، خیالی شکل نہیں، صورت نہیں، شخصیت نہیں، وہ جوہر اور عرض نہیں، کسی کے ساتھ اکٹھا اور جدا نہیں، نہ ہلتا ہے اور نہ ہی سکون رکھتا ہے، گھٹتا بڑھتا نہیں، اس کے حصے بخرے نہیں، جسمانی حصے نہیں، کسی پہلو اور جگہ میں نہیں، اس پر کسی بیماری اور اونگھ کا اثر نہیں، کسی وقت میں نہیں، اس کی طرف اشارہ ممکن نہیں، کسی جگہ اور وقت میں نہیں، نہ چھونے میں آتا ہے اور نہ علیحدہ کہا جا سکتا ہے، کسی جگہ میں داخل نہیں، سوچ میں نہیں آتا، پردے میں ڈھانپا نہیں جا سکتا، دیکھنے میں نہیں آ سکتا۔

ایک بڑے صوفی نے بات کرتے ہوئے کہا ہے کہ کوئی قبل (پہلے) اس سے پہلے نہیں اور اس کے بعد کسی کو بعد کہا جا سکتا ہے، من (سے) کہہ کر اس کی ابتداء نہیں بتائی جا سکتی اور نہ عن ہی اس کیلئے بولا جا سکتا ہے، الی (انتہاء بتانا) سے اس کا کوئی تعلق نہیں اور نہ فی (اندر) کا اس سے تعلق ہے، نہ اذ (جب) اس سے واقفیت پیدا کرتا ہے اور نہ ہی ان کہہ کر مشورہ لیتا ہے، نہ فوق (اوپر) کا اس پر سایہ ہے اور نہ ہی تحت اسے اٹھاتا ہے، حذاء (سامنے) کا لفظ بولیں تو وہ کسی کے مقابلے میں نہیں اور نہ ہی عند (نزدیک) کے لفظ سے اس کی کوئی بحث ہے، خَلف (پیچھے) کے ساتھ اس کا تعلق نہیں، امام (آگے) کے ذریعے اس کی حد بندی نہیں، قبل (پہلے) کہنے سے ظاہر نہیں اور نہ ہی بعد کہنے سے ختم ہو سکتا ہے، کل کہیں تو وہ کسی کے ساتھ اکٹھا نہیں اور نہ ہی کَانَ (تھا) کے ذریعے اس کے وجود کا پتہ چلتا ہے، لَیسَ (نہ تھا) کہنے سے گم نہیں ہو سکتا اور خفاء (پوشیدہ) کہیں تو اس سے چھپ نہیں سکتا، اس کا قدیم ہونا ہر پیدا ہونے والی چیز سے پہلے ہے اور اس کا وجود کسی چیز کے نہ ہونے سے پہلے ہے، اگر متیٰ (جب) کہو تو اس کا ہونا وقت بننے سے پہلے ہے، اسے ہو (وہ) کیسے کہو گے کہ ھا اور واؤ تو دونوں حرف اس نے پیدا کئے ہوئے ہیں، کَیفَ (کس حالت میں) کہو تو اس کی ذات ہر حالت سے پاک ہے، اَینَ (کہاں) کہنا چاہو تو اس کا اپنا وجود کسی جگہ میں

Marfat.com

ہونے سے تعلق نہیں رکھتا۔ اس کے بارے میں مَا ھُوَ (اس کی حقیقت کیا ہے) کہنا چاہو تو (کیسے ممکن ہے جبکہ) اس کی حقیقت کسی کی سمجھ ہی میں نہیں آسکتی (جداگانہ ہے) ایسا کوئی نہیں جس میں ایک ہی وقت کے اندر مقابلے کی دو خوبیاں پائی جاتی ہیں اور وہ ان کی وجہ سے ضدیں جمع کرنے والا نہیں بنا چنانچہ وہ ظاہر ہوتے ہوئے باطن ہے اور چھپ کر بھی ظاہر جس سے پتہ چل گیا کہ وہ ظاہر و باطن ہے، قریب و بعید بھی ہے اور کوئی مخلوق اس کی اس خوبی کا مقابلہ نہیں کرسکتی، وہ کوئی کام کرتا ہے تو کسی چیز کو چھوتا نہیں، کسی سے ملے بغیر سمجھا لیتا ہے اور اشارہ کئے بغیر راہنمائی کر دیتا ہے، کسی کے ارادے اس جیسے نہیں اور نہ ہی سوچوں میں آسکتا ہے، اس کی ذات کسی شکل میں شمار نہیں ہوتی اور نہ ہی اسے کوئی کام کرنے کیلئے پابند کرسکتا ہے۔

سب صوفیاء کہتے ہیں کہ (ہماری) یہ آنکھیں مکمل خدا نہیں دیکھ سکتیں اور نہ ہی گمانوں میں آتا ہے، اس کی خوبیوں اور ناموں میں تبدیلی نہیں آسکتی بلکہ وہ اسی طرح ہے اور یونہی رہے گا، وہ پہلا بھی ہے اور آخری بھی، ظاہر بھی ہے اور باطن بھی، ہر چیز اس کے علم میں ہے، اس جیسا کوئی نہیں اور وہ سننے دیکھنے والا ہے۔

*****

Marfat.com

چھٹا باب:

وہ صفات الٰہیہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

سارے صوفیاء اس بات پر اکٹھے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ایسی بہت سی حقیقی خوبیاں ہیں جو اس کے بارے میں بیان ہوئی ہیں اور وہ یہ ہیں۔

"علم، قدرت، قوت و طاقت، عزت اور غلبہ، بردباری، دانائی، بڑائی، قابو پانا، قدیم ہونا، زندگی، ارادہ، چاہت اور بولی۔"

(یاد رہے کہ) ان خوبیوں کا کوئی جسم نہیں، نہ ہی کسی جسم سے تعلق رکھتی ہیں اور نہ ہی جوہر ہیں (کہ ان سے کسی چیز کو بنانے میں برتا جائے) بعینہٖ اسی طرح جیسے اس کی ذات نہ جسم ہے، نہ جسم ملا ہوا ہے اور نہ ہی جوہر ہے۔ یقینی طور پر اس کے کان، آنکھیں، چہرہ اور ہاتھ بھی ہیں لیکن وہ کسی دوسرے کے کانوں، آنکھوں، چہروں اور ہاتھوں جیسے نہیں (وہ بتائے ہی نہیں جا سکتے کہ کیسے ہیں)۔

پھر سب صوفیاء کہتے ہیں کہ

"یہ اللہ تعالیٰ کی خوبیاں اور صفات ہیں، یہ ہاتھ پاؤں اور دوسرے جسمانی اعضاء نہیں اور نہ ہی کوئی ٹکڑے ہیں۔"

وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ

"یہ خوبیاں نہ اس کی ذات ہیں، نہ اس سے الگ، اللہ کیلئے انہیں

برقرار رکھنے کا یہ مطلب نہیں کہ اسے ان کی ضرورت ہے اور وہ
ان کے ذریعے چیزیں بناتا ہے بلکہ ان کا مقصد یہ بتانا ہے کہ ان
کی کوئی ضد اس کی خوبی نہیں بن سکتی، یہ خود اس کی خوبیاں ہیں اور
اسی سے تعلق رکھتی ہیں۔"

اسے علم والا کہنے کا یہ مقصد نہیں کہ کسی کی جہالت بتائی جائے، نہ ہی قدرت کا یہ معنیٰ ہے کہ دوسرے کو عاجز یا ناکام سمجھا جائے، مقصد صرف یہ بتانا ہے کہ علم اور قدرت والا صرف وہی ہے، ہاں اگر وہ جہالت دور کرنے سے عالم اور عاجزی دور کرنے سے قدرت والا بن سکتا تو ہر بے جان چیز علم اور قدرت والی ہوسکتی تھی اور اللہ تعالیٰ کی باقی صفات کا بھی یہی حال سمجھو۔

ہم جب یہی خوبیاں لے کر اس کی خوبیاں بیان کرتے ہیں تو یہ اس کی خوبیاں نہیں بنتیں بلکہ یہ ہماری خوبیاں بنتی ہیں اور ہم اس میں موجود خوبیوں کی نقل اتار رہے ہوتے ہیں چنانچہ جو شخص اللہ کی خوبی بتا کر اس کی خوبی بتا رہا ہوتا ہے اور اللہ کی حقیقی خوبی بیان نہیں کرتا تو حقیقتاً وہ اسے جھوٹا بنا رہا ہوتا ہے اور اس کی خوبی کے بغیر اسے سراہ رہا ہوتا ہے اور یہ چیز اس کا ذکر نہیں بنتی ورنہ وہ ایسی خوبی سے ذکر کیا ہوا بنتا ہے جو کسی اور میں موجود ہے کیونکہ کسی کا ذکر کرنا، ذکر کرنے والے کی خوبی ہوتا ہے، اس چیز کی خوبی نہیں بنتا، ذکر کرنے والے ہی کی وجہ سے تو اس کا ذکر بنتا ہے اور جس کی خوبی بتائی جائے وہ خوبی بتانے والے کی وجہ سے خوبی والا نہیں ہوتا اور اگر کسی کی طرف سے خوبی، اس کی خوبی بن سکتی تو مشرکوں اور کافروں کی بتائی خوبیاں بھی اللہ کی خوبیاں شمار ہوتیں (غور کرو کہ) وہ تو اسے بیوی، اولاد اور برابری والا تک کہہ چکے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی بتائی ان خوبیوں سے اپنے آپ کو پاک قرار دیا ہے چنانچہ وہ فرماتا ہے:

سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ (الانعام:١٠٠)

Marfat.com

"اسے ان کی طرف سے بیان ہونے والی خوبیوں کی ضرورت نہیں۔"

چنانچہ وہ ان خوبیوں والا ہے جو اس سے الگ نہیں ہیں جیسے وہ ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ (البقرہ:۲۵۵)

"لوگ اس کے اصل علم میں سے کچھ بھی نہیں سیکھتے۔"

پھر فرماتا ہے۔

اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ (نسائی:۱۶۶)

"اس نے قرآن کو اپنے خاص علم کے ساتھ اتارا ہے۔"

پھر فرمایا۔

وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ (فاطر:۱۱)

"کوئی عورت حمل والی ہوتی یا بچہ جنتی ہے تو یہ اس کے علم میں ہوتا ہے۔"

پھر فرمایا۔

ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ (الذاریات:۵۸)

"زبردست طاقت والا ہے۔"

نیز فرمایا۔

ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ○ (الحدید:۱۲)

"بڑے فضل وکرم والا ہے۔"

نیز فرمایا۔

Marfat.com

فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ط (فاطر:۱۰)

''ساری عزت اللہ کیلئے ہے۔''

یہ بھی فرمایا۔

ذِی الْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ ○ (الرحمٰن:۷۸)

''عظمت اور بزرگی والا ہے۔''

سبھی صوفیاء فرماتے ہیں کہ

''یہ صفتیں اور خوبیاں نہ تو ایک دوسرے کی غیر ہیں اور ایک جیسی چنانچہ اس کے علم کی خوبی نہ اس کی قدرت ہے نہ اس سے الگ اور اس کی ساری خوبیاں ایسی ہی ہیں جیسے سننا، دیکھنا، چہرہ اور ہاتھ، اس کے سننے اور دیکھنے کی طاقت نہ تو ایک ہیں اور نہ ہی الگ الگ، جیسے یہ اللہ تعالیٰ نہیں ہیں اور نہ ہی اس سے جدا ہیں۔''

ہاں اللہ تعالیٰ کے دینے، آنے اور اترنے کے بارے میں ان کا اختلاف ہے چنانچہ ان میں سے اکثر کہتے ہیں کہ یہ اس کی ایسی خوبیاں ہیں جو اسی کے لائق ہیں، انہیں صرف تلاوت اور روایت ہی کے ذریعے بتایا جا سکتا ہے۔ ان پر ایمان لانا تو فرض ہے لیکن ان کے بارے میں بحث کرنا ضروری نہیں۔

حضرت محمد بن موسیٰ واسطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

''جیسے اس کی ذات کسی سبب سے نہیں بنی، ویسے ہی اس کی صفتیں بھی کسی کی وجہ سے نہیں ہیں اور اللہ کی بے نیازی کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ کی صفتوں کی حقیقت سے واقف نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اس کی ذات کی باریکیوں کو سمجھ سکتا ہے۔''

ہاں کسی صوفی نے ان صفات کے خاص معانی نکالنے کی کوشش کی چنانچہ وہ

Marfat.com

فرماتے ہیں کہ

''اللہ کے دینے کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے ارادے سے کسی تک کچھ پہنچاتا ہے، کسی شے کی طرف اس کے اترنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ اس کی طرف توجہ فرماتا ہے، اس کے قریب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسے عزت دیتا ہے اور دور ہونے کا معانی یہ ہے کہ وہ اسے ذلیل کرتا ہے چنانچہ اس کی سبھی صفتوں کے معنیٰ یونہی ہوں گے جو سمجھنے میں نہیں آسکتیں۔''

*****

Marfat.com

ساتواں باب:

اللہ کے ہمیشہ سے خالق ہونے کے بارے میں ان کا اختلاف

صوفیاء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ کیلئے خالق ہے چنانچہ ان میں سے اکثر اور بہت سارے قدیم اور بڑے لوگ یہ کہتے ہیں: ایسا ممکن نہیں کہ اللہ کیلئے کوئی ایسی صفت پیدا ہو جائے تو شروع سے اس کے لائق نہیں چنانچہ اسے مخلوق کو پیدا کرنے کی بناء پر خالق نہیں کہا جاتا، نہ پیدا کرنے کی وجہ سے اسے باری کہتے ہیں اور نہ صورتیں بنانے کی وجہ سے وہ مصور ہے، اگر ایسے ہوتا تو وہ شروع میں ناقص اور ناممکن ہوتا اور پیدا کرنے پر پورا ہوتا حالانکہ اللہ تعالیٰ ان عیوب سے بالکل پاک ہے۔

پہلا طبقہ:

صوفیاء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے خالق، باری، مصور، غفور، رحیم اور شکور ہے اور اس کی وہ ساری صفات (جو اس نے اپنی بتائی ہیں) شروع سے اس میں موجود ہیں چنانچہ جیسے اس کی صفت علم، قدرت، عزت، کبریاء اور قوت ہے، یونہی تکوین تصویر، تخلیق، ارادہ، کرم، غفران اور شکر بھی اس کی صفتیں ہیں۔

پھر وہ دوسری چیز پر اثر کرنے والی اور ایسی صفت میں کوئی فرق نہیں کرتے

Marfat.com

جس کے بارے میں کہا نہیں جا سکتا کہ اثر کرتی ہیں جیسے عظمت، جلال، علم اور قدرت (عظمت کی صفت خود ذات میں ہوتی ہے اور علم و قدرت دوسری چیزوں میں اثر کرتی ہیں) اور یونہی جب یہ پتہ چل چکا کہ وہ سمیع، بصیر، قادر، خالق باری اور مصور ہے اور یہ اس کی خوبی بنتی ہیں، اگر وہ پیدا کرنے، تصویر بنانے اور نئے سرے سے بنانے کی وجہ سے ان خوبیوں کو حق رکھتا تو مخلوق کا محتاج ہوتا اور یہی محتاجی کسی کے نیا نیا پیدا ہونے کی نشانی بنتی ہے (حالانکہ اللہ تعالیٰ نیا پیدا نہیں ہوا بلکہ قدیم ہے)۔

دوسرا یہ کہ اس طرح تو تبدیلی ہو گی اور ایک سے دوسری حالت میں ہو جائے گی چنانچہ پہلے وہ خالق نہیں بنے گا اور پھر بن بھی جائے گا، پہلے تو ارادہ والا نہ ہو گا مگر پھر ہو جائے گا اور یہ بات سورج کے اس غروب ہونے کی طرح ہو گی جس کا اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یوں کہتے ہوئے انکار کر دیا تھا کہ

لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ (الانعام:۷۶)

"میں ڈوب جانے والی چیزوں کو پسند نہیں کرتا۔"

پھر خلق، تکوین اور فعل بھی اللہ کی خوبیاں ہیں جو ازل ہی سے اس میں موجود ہیں جبکہ فعل (دوسری شے کو بنانا) بنائی چیز کا غیر ہوتا ہے، یونہی پیدا کرنا مخلوق کا غیر ہے اور نئے سرے سے کسی چیز کو وجود میں لانا، وجود میں لائی چیز کا غیر ہوتا ہے اور اگر یہ سب کچھ ایک ہی سمجھ لیا جائے تو بنی یا پیدا کی گئی چیز خود ہی پیدا ہوئی بنتی کیونکہ اللہ سے ان کا تعلق صرف اس بناء پر ہے کہ یہ پہلے موجود نہ تھیں، پھر وجود میں آ گئیں۔

دوسرا طبقہ:

دوسرے صوفیاء نے اس بات کا انکار کیا ہے کہ وہ ہمیشہ سے خالق رہا ہے وہ کہتے ہیں کہ یوں تو مخلوق کو بھی اس کے ساتھ قدیم ماننا پڑے گا۔

Marfat.com

سارے صوفیاء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے مالک، الٰہ اور رب رہا حالانکہ نہ تو کوئی مربوب (پالا ہوا) تھا اور نہ ہی مملوک (مالک کے قبضے میں) تو پھر وہ مخلوق مبروء (وجود میں لایا ہوا) اور مصور (صورت والا) کے نہ ہوتے ہوئے بھی خالق، باری اور مصور ہوسکتا ہے۔

*****

Marfat.com

آٹھواں باب:

اللہ کے ناموں کے بارے میں ان کا اختلاف

صوفیاء اللہ کے ناموں کے بارے میں بھی اختلاف رکھتے ہیں چنانچہ کچھ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی صفات کی طرح نہ تو بعینہٖ اللہ ہیں اور نہ ہی اس سے الگ اور کچھ کا کہنا یہ ہے کہ اللہ کا ہر نام ہی اللہ ہے۔

*****

Marfat.com

نواں باب:

صوفیاء قرآن کے بارے میں کیا کہتے ہیں

سارے صوفیاء فرماتے ہیں کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور اسی شکل میں ہے، وہ بنایا اور پیدا کیا ہوا نہیں، نہ ہی بعد میں بنا اور نہ ہی نیا بنا، وہ ہماری زبانی پڑھا جاتا ہے، ہمارے قرآنوں میں لکھا ہے، ہمارے سینوں میں محفوظ ہے لیکن ان میں سے کسی کے اندر داخل نہیں جیسے اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں معلوم ہے، زبانوں سے اس کا ذکر ہوتا ہے، ہماری مسجدوں میں پوجا بھی جاتا ہے لیکن ان میں سے کسی چیز کے وجود کا حصہ نہیں۔ پھر بھی کہتے ہیں کہ وہ نہ تو جسم ہے، نہ جوہر اور نہ ہی عرض ہے۔

*****

دسواں باب:

اللہ کی کلام میں ان کا اختلاف یہ ہے کہ یہ اصل میں ہے کیا؟

صوفیاء اس بارے میں اختلاف رکھتے ہیں کہ اللہ کی کلام اصل میں کیا ہے؟ چنانچہ بہت سارے صوفیاء کہتے ہیں کہ اللہ کی کلام اس کی ذات میں ایک خوبی ہے اور یہ کلام شروع ہی سے چلی آتی ہے اور یہ کسی بھی طرح مخلوق کی کلام جیسی نہیں اور اس کی حقیقت ویسے ہی معلوم نہیں جیسے اس کی ذات کی حقیقت کا پتہ نہیں البتہ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ خوبی موجود تو ہے۔

کچھ فرماتے ہیں کہ اللہ کی کلام، حکم، روک، خبر، وعدہ، ڈانٹ، واقعات اور مثالیں رکھتی ہے اور اللہ تعالیٰ شروع ہی سے حکم دینے والا، روکنے والا، خبر دینے والا، اچھا وعدہ دینے والا، دھمکی دینے والا، سراہنے والا اور برا بنانے والا رہا ہے، جب تم پیدا ہو چکے اور عقلیں پوری ہو چکیں لہٰذا تم یونہی کرو حالانکہ تم پیدا ہونے پر اپنے گناہوں کی وجہ سے برے بنے اور عبادت پر ثواب پانے والے ہو جیسے نبی کریم ﷺ پر اترے قرآن کے بارے میں ہمیں حکم اور خطاب ہو چکا تھا حالانکہ ابھی ہم نہ تو پیدا ہوئے تھے اور نہ ہی موجود تھے۔

اکثر صوفیاء کا کہنا ہے کہ اللہ کی کلام حرف، آواز اور جوڑ نہیں ہے بلکہ حرف،

Marfat.com

آواز اور حرفوں کے جوڑ کرنا کلام کی راہ دکھاتے ہیں اور یہ سب آلات اور جسمانی اعضاء (گلے کے کووں، ہونٹوں اور زبانوں) سے نکلتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نہ تو اعضاء والا ہے اور نہ ہی کسی ذریعے کا محتاج ہے لہٰذا اس کی کلام حرف اور آواز نہیں ہوتی تاہم ایک بڑے صوفی نے بات کرتے ہوئے فرمایا کہ جو حرفوں کو کلام کہتا ہے، وہ بیمار ہوگا اور جو آخر تک چلا جائے گا، وہ مجبور ہوگا۔

صوفیاء کا ایک گروہ کہتا ہے کہ اللہ کی کلام حرف اور آواز ہیں اور ان کا خیال یہ ہے کہ اس کی کلام یونہی پہچانی جاتی ہے حالانکہ وہ لوگ مانتے ہیں کہ یہ اللہ کی ذات میں اس کی ایسی خوبی ہے جو پیدا نہیں کی گئی۔ یہ حضرت حارث محاسبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور آخری لوگوں میں ابن سالم کا ہے۔

اس سلسلے میں بنیادی بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا قدیم ہونا ثابت ہو چکا اور پتہ چل چکا کہ وہ کسی بھی وجہ سے مخلوق کا ہم شکل نہیں اور یونہی اس کی خوبیاں بھی مخلوق کی خوبیوں جیسی نہیں تو پھر اس کی کلام بھی مخلوق کے حرفوں اور آواز جیسی نہ ہوگی اور جب اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر کہ

وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا (النساء: ۱۶۴)

''اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے خوب گفتگو فرمائی۔''

پھر فرمایا۔

اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَاۤ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ○ (النحل: ۴۰)

''ہم جب کسی چیز کو بنانے کا ارادہ کرتے ہیں تو کن فرماتے ہیں، وہ ہو جاتی ہے۔''

پھر فرمایا۔

حَتّٰی یَسْمَعَ کَلٰمَ اللّٰہِ (توبہ:٦)

''حتیٰ کہ اللہ کی کلام سنے۔''

اپنی کلام کا ثبوت دے دیا تو یقیناوہ ازل سے کلام فرماتا ہے کیونکہ اگر وہ ازل میں کلام نہ فرماتا ہوگا تو اس کی کلام ایسی شمار ہوگی جیسے پیدا ہونے والے کیا کرتے ہیں اور یقیناوہ کلام کی ضد کرتا ہوگا جو چپ کرنا یا آفت والا ہوتا ہے۔

پھر جب یہ ثابت ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ میں تبدیلی نہیں آسکتی اور اس کی ذات تبدیلیوں کی جگہ نہیں تو بہر حال وہ پہلے تو چپ ہوا ہوگا اور پھر کلام کی ہوگی اور جب اس کا کلام کرنا ثابت ہو گیا اور پتہ چل چکا کہ کسی کا پیدا کیا ہوا نہیں تو اسے ماننا ضروری ہوگا اور جب یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ کلام حروف اور آواز کا نام ہے تو یوں کہنے سے رک جانا لازم ہے۔

پھر قرآن کریم لغت کے لحاظ سے کئی معنیٰ رکھتا ہے جن میں سے ایک یہ ہے قراءۃ کے معنیٰ میں ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝ (القیامہ:١٨)

''جب ہم نے اسے تلاوت کیا تو تم بھی اس کی قرأت کرو۔''

اور پھر قرآنوں میں نقطوں وغیرہ والے حرفوں کو قرآن کہا جاتا ہے چنانچہ نبی کریم ﷺ نے (یہی لفظ قرآن بول کر) فرمایا کہ

''قرآن مجید کو لے کر دشمن کی سرزمین میں نہ جاؤ۔''

اور اللہ کے کلام کو قرآن ہی کہا جاتا ہے چنانچہ اللہ کی کلام کے علاوہ ہر قرآن نیا ہوگا اور مخلوق ہی ہوگا جبکہ جو قرآن اللہ کی کلام ہے، وہ نہ تو نیا بنا ہوگا اور نہ ہی مخلوق ہوگا۔

Marfat.com

پھر جب قرآن کا لفظ کسی خاص معنیٰ کے بغیر بولا جائے تو اس سے صرف اللہ ہی کلام مراد ہو گی اور وہ اس وقت مخلوق نہ گنا جائے گا اور اگر کوئی اسے یوں کہنے سے رکتا ہو گا تو اس کے اندر دو صورتوں میں سے ایک صورت ضروری ہو گی، یا تو اس بناء پر رکا ہو گا کہ وہ اسے پیدا ہونے والے جیسی خوبی گنتا ہو گا اور یہ اس کے ہاں مخلوق ہو گا اور اس کا رکنا تقیہ (بچاؤ) ہو گا یا اس لئے رکتا ہو گا اور اس کے ذہن میں صرف ایک ہی بات ہو گی کہ یہ کلام اللہ کی خوبی ہو گا تو ایسی صورت میں اس کا رکنا اور بولنا مخلوق جیسا ہو گا، اے کاش! وہ یہی سمجھ رہا ہوتا کہ یہ اللہ کی خوبی ہے اور اس کی کوئی خوبی مخلوق نہیں ہوتی، وہ کسی رکاوٹ میں نہ پڑا ہو گا تو پھر لازم ہے کہ وہ کلام کو ثابت کرتے ہوئے کہتا کہ قرآن اللہ کی کلام ہے اور پھر چپ ہو جاتا کیونکہ اس کے پاس اس کے مخلوق نہ ہونے کے بارے میں کوئی روایت نہیں اور نہ اس بارے میں کوئی آیت ملتی ہے تو پھر ایسا شخص صحیح راستہ پر ہو گا۔

*****

Marfat.com

گیارہواں باب:

اللہ کی زیارت کے بارے میں ان کا عقیدہ

سارے صوفیاء کا اس عقیدہ پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں ان آنکھوں سے دیکھا جا سکے گا، ہاں اسے کافر نہیں، صرف مسلمان دیکھ سکیں گے کیونکہ یہ اللہ کی خاص مہربانی ہوگی کیونکہ اس نے فرما رکھا ہے۔

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ط (یونس:۲۶)

''نیک کام کرنے والوں کو نیکی کے علاوہ کچھ اور بھی ملے گا۔''

زیارت الٰہیہ عقلاً جائز اور قرآن و حدیث کے لحاظ سے یقینی ہے:

صوفیاء کرام ذہنی طور پر اللہ کا دیکھا جانا مانتے ہیں اور اسی کے ساتھ وہ (قرآن و حدیث) سن کر اسے یقینی سمجھتے ہیں، ذہنی لحاظ سے یوں جائز ہے کہ وہ موجود ہے اور ہر موجود دیکھا جا سکتا ہے جبکہ اللہ نے ہمیں دیکھنے کی طاقت دے رکھی ہے اور اگر اسے دیکھنا ممکن نہ ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا

اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ (الاعراف:۱۴۳)

کہہ کر درخواست کرنا ان کی جہالت اور پھر کفر بنتا اور پھر وہ

فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ (الاعراف:۱۴۳)

Marfat.com

''پہاڑ اپنے مقام پر رہا تو تم مجھے دیکھ سکو گے۔''

کہہ کر اس زیارت کیلئے پہاڑ کے صحیح رہنے کی شرط نہ لگا تا اور اللہ کے اسے
قائم رکھنے پر عقل میں آتا ہے کہ وہ قائم رہا جس سے یقینا معلوم ہوا کہ اس سے تعلق
رکھنے والی زیارت ہونا بھی ممکن ہے اور جب ذہنی طور پر ثابت ہوئی اور قرآن میں ان
فرمانوں کے ذریعے ہمارے سننے میں آ گیا کہ

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ○ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ○

(القیامہ: ۲۲ تا ۲۳)

''اس دن کچھ خوشی سے سماتے نہ ہوں گے اور اللہ پر نظریں جمائے
ہوں گے۔''

نیز فرمایا۔

كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ○

(مطففین: ۱۵)

''ہاں یقینا اس دن وہ اپنے رب کی زیارت سے محروم ہوں گے۔''

نیز فرمایا۔

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ (یونس: ۲۶)

''اچھے کام کرنے والوں کو نیکی کے علاوہ کچھ اور بھی ملے گا۔''

چنانچہ حدیث سے پتہ چلا کہ زیادہ چیز یہی زیارت ہوگی۔ پھر نبی کریم ﷺ
نے فرمایا تھا:

''ابھی تمہیں تمہارے پروردگار کی زیارت یوں ہوگی جیسے تم چودھویں
کا چاند دیکھتے ہو اور قیامت کے دن اسے دیکھتے وقت بھڑ و گے

نہیں۔"

اس بارے میں بہت سی مشہور اور نبی کریم ﷺ تک پہنچی حدیثیں ملتی ہیں (اور جب یہ ثابت ہو گیا) تو اسے زبانی ماننا، اس پر ایمان لانا اور اسے سچا کرنا یقینی ہوا اور جو معنیٰ اس کے منکر نکالتے ہیں، وہ ناممکن ہے، مثلاً وہ

اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ (القیامہ: ۲۳)

کا معانی یہ لیتے ہیں کہ اس دن وہ اپنے پروردگار کے ثواب کو دیکھ رہے ہوں گے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ثواب، اللہ نہیں بلکہ دوسری چیز ہے اور

اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْكَ

کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ کوئی نشانی مانگیں گے کیونکہ اللہ انہیں (حضرت موسیٰ علیہ السلام) کو نشانیاں دکھا چکا تھا اور پھر

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ز (الانعام: ۱۰۳)

کے متعلق کہتے ہیں کہ جیسے یہ آنکھیں اسے دنیا میں نہیں دیکھ سکیں تو آخرت میں بھی نہیں دیکھ سکیں گی جبکہ اللہ آنکھوں کے ذریعے پا لینے کو ناممکن کر چکا ہے کیونکہ اسے پا لینا، ایک خاص حالت اور گھیراؤ کا ثبوت دیتا ہے جس کی وجہ سے اس نے اس حالت اور گھیراؤ ہی کو ناممکن کر دیا ہاں زیارت ناممکن نہیں کی کیونکہ اس میں خاص حالت اور گھیراؤ کا معانیٰ نہیں ہے۔

دنیا میں آنکھوں اور دلوں سے اسے دیکھنا ناممکن ہے:

سارے صوفیاء کا فرمان ہے کہ وہ آنکھوں اور دلوں سے دیکھا نہیں جا سکتا البتہ اس کا یقین رکھنا فرض ہے کیونکہ یہ بڑی عزت اور سب سے بڑی نعمت ہے اور یہ اعلیٰ مقام کے بغیر مناسب نہیں اور اگر اس دنیا میں لوگوں کو سب سے بڑی نعمت دے

Marfat.com

دی جاتی تو اس فانی دنیا اور باقی رہنے والی جنت میں فرق نہ رہتا اور اللہ تعالیٰ اپنے ہم کلام موسیٰ علیہ السلام کو دنیا میں اس سے نہ روکتا اور ان سے کم درجہ لوگوں کیلئے تو یہ ضرور ناممکن ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ دنیا فناء ہونے کی جگہ ہے اور یہ ممکن نہیں کہ باقی رہنے والا اس فانی دنیا میں دیکھا جا سکے اور اگر وہ اسے دیکھ لیتے تو اس پر ایمان لانا بہر حال ضروری ہوتا۔

آخری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بتانے کے مطابق یہ زیارت آخرت میں ہوگی، اس نے نہیں بتایا کہ دنیا میں ہو سکے گی تو پھر ہمیں اللہ کی بتائی بات پر رک جانا ہوگا۔

*****

بارہواں باب:

کیا رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا تھا، صوفیاء کا اختلاف

صوفیاء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ حضرت محمد مصطفی ﷺ نے معراج کی رات اپنے پروردگار کو دیکھا تھا یا نہیں؟ چنانچہ اکثر اور بڑے بڑے صوفیاء فرماتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے اسے ان آنکھوں سے نہیں دیکھا تھا اور نہ ہی دنیا میں اسے کسی نے دیکھا، وہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس فرمان کو سامنے رکھتے ہیں کہ

"جو یہ خیال کرے کہ حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو وہ جھوٹا ہے۔"

چنانچہ حضرت جنید، حضرت نوری اور حضرت ابوسعید خزار رضی اللہ عنہم اسی طبقے سے تعلق رکھتے ہیں جبکہ کچھ دوسرے صوفیاء فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے معراج کی رات اللہ تعالیٰ کو دیکھا تھا اور یہ زیارت پوری مخلوق میں سے صرف انہی کو ہوئی جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی کو کلام کرنے کا موقع ملا۔ یہ لوگ حضرت ابن عباس، حضرت اسماء اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کی روایتوں کو سامنے رکھتے ہیں۔ ان میں حضرت ابوعبداللہ قرشی، حضرت شبلی رضی اللہ عنہم اور آخری دور کے کچھ صوفیاء شامل ہیں۔

کچھ وہ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اسے آنکھوں کی بجائے دل سے دیکھا تھا اور وہ اللہ کے اس فرمان کو سامنے رکھے ہوئے ہیں۔

Marfat.com

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ○ (النجم:۱۱)

''دل نے ان کے دل سے دیکھے کو جھٹلایا نہیں۔''

ہم نے نہ تو ان مشہور اور حقیقی صوفیاء میں سے ایسا کوئی دیکھا، نہ ہی ان کی صحیح کتابوں، تصانیف، رسالوں اور حکایتوں میں دیکھا ہے اور نہ اپنے ملنے والے کسی ایسے کو سنا ہے جو یہ خیال کرتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں دیکھا جا سکتا ہے یا کسی نے اسے دیکھا ہے، ہاں یہ بات کچھ ایسے لوگ ضرور کہتے ہیں جو گنتی میں نہیں بلکہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ بعض صوفیاء خود اپنے بارے میں اس زیارت کا دعویٰ کرتے ہیں جبکہ پورے صوفیاء مل کر ایسے شخص کو گمراہ اور جھوٹا سمجھتے ہیں اور اس سلسلے میں وہ کئی کتابیں لکھ چکے ہیں جن میں سے حضرت ابو سعید خزار رضی اللہ عنہ کا نام آتا ہے اور حضرت جنید رضی اللہ عنہ نے تو رسالے لکھنے کے علاوہ بہت کچھ زبانی بیان کیا ہے۔

یہ صوفیاء تو یہاں تک فرما گئے ہیں کہ ایسا دعویٰ کرنے والا شخص اللہ کو جانتا ہی نہیں چنانچہ ان کی ایسی کتابوں سے یہی بات ثابت ہوتی ہے۔

✱✱✱✱✱

Marfat.com

تیرھواں باب:

تقدیر اور کاموں کو خود پیدا کرنے کے بارے میں صوفیاء کا عقیدہ

سارے صوفیاء کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پوری مخلوق کے عملوں کو ویسے ہی پیدا کرنے والا ہے جیسے اس نے ان کے وجود پیدا کیے، وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ لوگ اچھا برا جو کام بھی کرتے ہیں تو وہ اس کے فیصلے، لکھے، ارادے اور مرضی کے مطابق ہوتا ہے اور اگر ایسا نہیں ہوتا تو وہ پھر اللہ کے نہ تو بندے ہوں گے، نہ اس کے پالے ہوئے اور نہ پیدا کئے گئے بنیں گے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ (الرعد:١٦)

''فرما دو کہ اللہ ہر شے کو پیدا کرنے والا ہے۔''

نیز فرمایا۔

اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ○ (القمر:٤٩)

''ہم نے ہر شے کو اندازہ کر کے پیدا کر رکھا ہے۔''

پھر فرمایا۔

وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ○ (القمر:٥٢)

''ان کا ہر کام ہمارے ہاں لکھا ہوا ہے۔''

Marfat.com

اور جب ان کے کام "شے" بنتے ہیں تو ماننا پڑے گا کہ انہیں اللہ نے پیدا کیا اور اگر ان کے کام مخلوق نہ ہوں تو ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ پوری چیزوں کو نہیں بلکہ کچھ کو پیدا کرنے والا ہے اور پھر اللہ کا فرمان

خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ

جھوٹ بنے گا حالانکہ اللہ تعالیٰ ایسے عیبوں سے بالکل دور ہے۔

(دوسری وجہ) یہ بات ہر ایک جانتا ہے کہ موجود چیزوں کے مقابلے میں کام بہت زیادہ ہیں اور اگر یہ مان لیا جائے کہ اللہ نے بندوں کو پیدا کیا اور بندوں نے عملوں کو پیدا کیا تو یہ مخلوق پیدا کرنے کی بناء پر اللہ سے بڑھ کر سراہے جانے کے قابل ہو گی اور ان کی پیدا کی ہوئی چیزیں اللہ سے بھی زیادہ ہو جاتیں اور اگر ایسا ہوتا تو وہ اللہ کے مقابلے میں زیادہ قدرت اور بڑھ کر پیدا کرنے والے ہوتے حالانکہ اللہ نے تو فرما رکھا ہے کہ

قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ

(الرعد:١٦)

"فرما دو کہ اللہ ہر شے کو پیدا کرنے والا ہے اور وہ اکیلا اور دبدبے والا ہے۔"

چنانچہ اس نے کسی اور کا پیدا کرنا ناممکن کہہ دیا، پھر فرمایا۔

وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ ط (سبا:١٨)

"اور ہم نے ان شہروں میں ایک حد تک فاصلہ رکھا۔"

چنانچہ اس نے ان میں ان کی سیر کی اطلاع دے دی۔ پھر فرمایا۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ ○ (الصافات:٩٦)

''اس نے انہیں اور ان کے عملوں کو پیدا کیا۔''

فرمایا۔

مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ (الفلق:۲)

''اس کی مخلوق کی برائی سے۔''

اس نے بتایا کہ اس کی مخلوق میں ''شر،، بھی موجود ہے۔ پھر فرمایا۔

وَلَا تُطِعۡ مَنۡ اَغۡفَلۡنَا قَلۡبَهٗ عَنۡ ذِكۡرِنَا (الکہف:۲۸)

''اس پر یقین نہ رکھے جس کا دل (اس کی برائی کی وجہ سے) ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا۔''

یعنی یہ غفلت تو ہم نے اس کے دل میں پیدا کر دی۔ فرمایا۔

وَاَسِرُّوۡا قَوۡلَكُمۡ اَوِ اجۡهَرُوۡا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ۝ اَلَا يَعۡلَمُ مَنۡ خَلَقَ ؕ

(الملک: ۱۳ تا ۱۴)

''تم اپنی بات آہستہ کہو یا آواز سے، وہ تو دلوں کی جانتا ہے، کیا وہ نہ جانے جس نے پیدا کیا) اس میں اس نے بتا دیا کہ ان کی طرف سے آہستہ اور اونچی آواز سے کہی ہوئی باتیں، اسی کی پیدا کی ہوئی ہیں۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

''یا رسول اللہ ﷺ! بھلا بتایئے تو سہی کہ کیا ہمارے کئے ہوئے کام ایسے ہیں جن کا فیصلہ ہو چکا ہے یا ابھی لکھے جانے وا ا ہیں؟''

Marfat.com

آپ ﷺ نے فرمایا کہ

''ان کا فیصلہ ہو چکا ہے۔''

اس پر انہوں نے عرض کیا۔

''تو کیا پھر ہم (اللہ تعالیٰ کے) سپرد کرتے ہوئے عمل کرنا چھوڑ نہ دیں؟''

آپ ﷺ نے فرمایا۔

''عمل کرتے جاؤ کیونکہ ہر ایک کو اسی کام کی توفیق ملتی ہے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہوتا ہے۔''

پھر نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا آپ ﷺ یہ تو بتائیں کہ یہ جو ہم جھاڑ پھونک کرتے اور دوائی لیتے ہیں، کیا یہ چیزیں اللہ کا فیصلہ ٹال دیتی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔

''یہ بھی تو اللہ کی تقدیر میں ہیں۔''

پھر یہ بھی فرمایا۔

''کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اللہ کو دل سے نہ مانے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ نہ مانے کہ اچھے برے کام اللہ کے ہاں لکھے جا چکے ہیں۔''

(پھر یوں کہتے ہیں) جب یہ ممکن ہے اللہ تعالیٰ بدنظر پیدا کرتا ہے تو یہ بھی ممکن ہوگا کہ برا کام پیدا کر دے چنانچہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ رعشہ کی بیماری والے کی حرکت اللہ نے پیدا کر رکھی ہے اور یونہی دوسروں میں پیدا کی ہے البتہ اس کی حرکت میں تو اس کی مرضی کا دخل ہے لیکن دوسرے کی حرکت میں اس کی مرضی کا دخل نہیں ہے۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر واسطی رضی اللہ تعالیٰ کے فرمان

وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ط (الانعام: ۱۳)

''اور اسی کا ہے جو بستا ہے رات اور دن میں۔''

کے بارے میں فرماتے ہیں جو اللہ کی بادشاہی میں کسی چیز پر اپنا حق جتلاتا ہے (جو رات اور دن میں دل کا کھٹکا یا جسمانی حرکت کی صورت میں ہوں) کہ وہ اس کی ہے، اس کے ذریعے ہے، اس کا تعلق اسی سے ہے یا اسی کی طرف سے ہو رہی ہے تو وہ اس سلسلے میں کھینچا تانی کرتا اور عزت میں کمی کر رہا ہوگا۔

پھر اللہ کے فرمان

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ط (الاعراف: ۵۴)

''سن لو کہ اسی کے ہاتھ میں پیدا کرنا اور حکم دینا ہے۔''

کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہاں خلق سے مراد چیز کو وجود میں لانا اور حکم سے مراد عام ہے، جب تک وہ جسمانی اعضاء کو عام حکم نہیں دیتا تو کوئی شے ان کے مطابق نہ ہوتی اور اس میں مخالف چیز بھی یونہی ہے۔

*****

Marfat.com

چودھواں باب:

جسمانی طاقت کے بارے میں ان کے فرمان

سب صوفیاء کا اتفاق ہے کہ وہ جو سانس بھی لیتے، آنکھ جھپکتے اور حرکت کرتے ہیں تو ان کے ساتھ ہی ان میں ایسی طاقت اور ہمت آجاتی ہے جسے ان میں اللہ پیدا کر دیتا ہے اور وہ ان کاموں سے آگے پیچھے نہیں ہوتی اور اس کے بغیر کوئی کام بھی نہیں ہوتا، اگر ایسا نہ ہوتا لوگ اللہ کی صفت کے ساتھ جو چاہتے کرتے اور جو چاہتے حکم دیتے اور طاقت وقدرت اللہ تعالیٰ اپنے فرمان

يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ

''وہ جو چاہے کرتا ہے۔''

کی بناء پر گھٹیا، کمزور اور محتاج بندے سے بڑھ کر نہ ہوتا اور اگر یہ طاقت تندرست جسمانی عضاء ہوتے تو کام کرنے میں سارے تندرست اعضاء ایک جیسے ہوتے حالانکہ جب ہم صحیح سلامت اعضاء کو دیکھتے اور ان کے کام نہیں دیکھتے تو ثابت ہوتا ہے کہ یہ طاقت درست اعضاء پر باہر ہی سے آتی ہے جو گھٹتی بڑھتی رہتی اور وقت بے وقت ہوتی ہے جسے اپنے طور پر ہر ایک دیکھتا رہتا ہے۔

جب یہ قوت باہر سے آتی ہے اور ایسی چیز نہ تو خود باقی رہ سکتی ہے اور نہ ہی

Marfat.com

اپنی بقاء کی وجہ سے باقی رہتی ہے کیونکہ جو چیز خود قائم نہ ہو اور نہ ہی اس کی وجہ سے کوئی دوسری چیز قائم ہو تو وہ دوسرے کے باقی رہنے کی وجہ سے قائم نہیں ہو سکتی کیونکہ اس کا باقی رہنا اس کے باقی رہنے کی وجہ سے نہیں ہوتا تو خود اس کا باقی رہنا غلط ہوا اور جب ایسا ہے تو یقیناً ہر فعل کی طاقت، دوسری چیز کی طاقت سے الگ ہوگی اور اگر ایسا نہ ہو تو مخلوق کو اپنے کاموں کے موقع پر اللہ کی ضرورت ہی نہ ہو اور نہ وہ اس کے محتاج ہوں اور پھر اللہ کے فرمان

اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ

''ہم تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔''

کا کوئی معانی نہ رہے۔

اگر وہ طاقت کام سے پہلے ہو اور کام کرنے کے موقع پر نہ ہو تو وہ کام انہونی طاقت سے ہوتا ہوگا اور ایسا ہونے کی صورت میں وہ کام طاقت کے بغیر ہو رہا ہوگا، اس سے نہ اللہ تعالیٰ کا رب ہونا ثابت رہتا ہے اور نہ بندے کا بندہ ہونا، کیونکہ ایسا ہونے کی صورت میں ممکن ہے کہ بے طاقت لوگوں سے کام ہو جائے اور اگر ایسا مانا جائے تو ماننا ہوگا کہ خود ان کا وجود کسی بنانے والے کے بغیر ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ایک نیک بندے (حضرت خضر علیہ السلام) کے واقعہ میں فرمایا ہے۔

لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ○ (الکہف: ٦٧)

''آپ میرے ساتھ بالکل نہ چل سکیں گے۔''

پھر فرمایا تھا۔

ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ○ ط

(الکہف: ٨٢)

Marfat.com

''یہ اس کا اصل معانی ہے جس پر صبر کرنے کی آپ میں طاقت نہ تھی۔''

وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ میں اس کی طاقت ہی نہیں۔

پھر سب صوفیاء کا اس پر اتفاق ہے کہ حقیقتاً ان کے عام کام بھی ہوتے اور ملنے والی تازہ طاقت والے کام بھی ہوتے ہیں جس کی بناء پر انہیں ثواب ملتا یا سزا ہوتی ہے جس کی وجہ سے اللہ کا حکم بھی اترا اور روک بھی، جس پر وعدہ اور ڈانٹ ہے۔

اپنے دخل (اکتساب) سے کام کا مطلب یہ ہے کہ نئی ملنے والی طاقت سے کام کرے۔

کچھ صوفیاء نئی ملنے والی طاقت کا مطلب یہ بتاتے ہیں کہ آدمی فائدہ اٹھانے یا نقصان سے بچنے کیلئے کوئی کام کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ

(البقرہ:۲۸۶)

''آدمی اچھا کام کرے تو فائدے میں رہے گا، برا کرے تو نقصان اٹھائے گا۔''

وہ اس بات میں بھی ایک ہیں کہ برائی والے کام میں وہ اپنی مرضی کر سکتے ہیں، ارادہ کر سکتے ہیں لیکن انہیں اس بارے میں ابھارا نہیں جاتا، نہ ہی مجبور کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی ان پر زور ڈالا جا سکتا ہے۔

اختیار والا کہنے سے ہماری مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے اختیار پیدا کیا ہے تو پھر مجبور کرنا نہ رہا تاہم کسی کام کو ہماری مرضی پر بھی نہیں چھوڑا گیا چنانچہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

''اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کسی کے مجبور کرنے سے نہیں ہوئی اور نہ

ہی بے فرمانی کسی کے دباؤ پر ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنے بندوں کو اپنی حکومت سے نکالنا نہیں چاہتا۔"

پھر حضرت سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

"اللہ تعالیٰ نے نیک لوگوں کو دباؤ کے ذریعے نہیں بلکہ یقین کی وجہ سے طاقت دے رکھی ہے۔"

ایک بڑے صوفی فرماتے ہیں۔

"جو اللہ کے لکھے فیصلوں کو نہیں مانتا، کافر ہوتا ہے اور جو اپنے گناہوں کو اللہ کے نام لگاتا ہے، سخت گنہگار ہوتا ہے۔"

*****

Marfat.com

پندرھواں باب:

کسی کو مجبور کرنے کے متعلق صوفیاء کیا کہتے ہیں؟

ایک صوفی اسے مشکل قرار دیتے ہیں، انہوں نے کہا کہ یہ جبر صرف ایک دوسرے کو روکنے والے دو شخصوں کے درمیان پیدا ہوتا ہے اور وہ یوں کہ حکم دینے والا کام کرنے کو کہے اور جسے حکم دیا ہو، وہ نہ کرے تو حکم دینے والا اسے وہ کام کرنے پر مجبور کرے گا۔

مجبور کرنے کا معانی یہ ہے کہ کام کرنے والے کو ایسے کام پر مجبور کیا جائے جسے وہ پسند نہیں کرتا اور اپنی بجائے دوسرے سے کرانا چاہتا ہے چنانچہ مجبور کیا ہوا شخص ناپسندیدہ کام کرنے پر مجبور ہوتا ہے اور پسندیدہ کو چھوڑ دیتا ہے چنانچہ اگر وہ اسے مجبور نہ کرتا اور اس پر زور نہ ڈالتا تو وہ چھوٹ جانے والا کام کرتا اور کیا جانے والا نہ کرتا تاہم یہ بات ہمیں ایمان اپنانے، کفر اپنانے، فرمانبرداری کرنے اور بے فرمانی میں دکھائی نہیں دیتی بلکہ ایک مومن شخص ایمان لاتا، اسے پسند کرتا اور اچھا جانتا، اس کی خواہش کرتا اور اس کے خلاف نہیں چلتا جبکہ کفر کو ناپسند کرتا، اس سے پریشان ہوتا، اسے برا جانتا ہے، اسے چاہتا نہیں بلکہ اس کے خلاف چیز کو اپناتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ایمان کی بناء پر اس کیلئے مرضی کرنا، اچھا جاننا اور اسے چاہنا پیدا کیا ہے جبکہ کفر کی صورت میں اس کیلئے ناراضگی، ناپسندیدگی اور رد ہو جانا جیسی عادتیں پیدا کرتا ہے۔ اللہ

Marfat.com

تعالیٰ فرماتا ہے۔

حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ ط

(الحجرات: ۷)

''اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایمان پیارا کر دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں سجا دیا اور کفر اور حکم عدولی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کردی۔''

جبکہ کافر شخص کفر کو پسند کرتا، اسے اچھا سمجھتا، پسند کرتا، اس کا ارادہ کرتا اور اسے اس کی ضد (ایمان) کے مقابلے میں اپناتا ہے جبکہ ایمان کو ناپسند کرتا، اس پر ناراضگی دکھاتا، اسے برا سمجھتا، اسے ارادہ میں نہیں لاتا اور اسے اس کی ضد (ایمان) کے مقابلے میں اپناتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا فرمایا ہے چنانچہ وہ فرماتا ہے۔

كَذَٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ص (الانعام: ۱۰۸)

''ہم نے ہر امت کے عمل انہیں خوبصورت کر دکھائے۔''

پھر فرمایا۔

وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا

(الانعام: ۱۲۵)

''اور جسے گمراہ کرنا چاہتا ہے، اس کا سینہ تنگ اور گھٹا ہوا کر دیتا ہے۔''

ان دونوں میں سے ایسا کوئی نہیں جسے اس کی پسند کی ضد سے روکا گیا ہو اور

Marfat.com

نہ ہی کوئی ایسا ہے جسے اس کے برے کام پر مجبور کیا گیا ہو جس کی وجہ سے ان پر اللہ کی حجت لازم ہو گئی اور ان پر ان کے پروردگار کی طرف سے قول ثابت ہو گیا جبکہ کافروں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ ان کے کاموں کی وجہ سے ہے۔

وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ ○

(الزخرف:٧٦)

''ہم نے تو ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہی ظالم ہیں۔''

اور اللہ جو چاہے، کیا کرتا ہے۔

لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ ○

(الانبیاء:٢٣)

''اس سے اس کے کاموں کے بارے میں سوال نہیں کیا جا سکتا البتہ لوگوں سے سوال کیا جا سکتا ہے۔''

ابن الفرغانی فرماتے ہیں دل کا کوئی کھٹکا اور حرکت ہے تو وہ اللہ کے حکم ہی سے ہے اور وہ اس کا فرمان کن ہے چنانچہ وہ پیدا کرتا ہے تو امر سے اور پیدا کرنے کا کام اسی کے حکم سے ہے اور پیدا کرنا اس کی ایک خوبی ہے چنانچہ اس نے ان دو حرفوں کے ذریعے کسی عقل مند کیلئے یہ گنجائش نہیں چھوڑی کہ وہ دنیا و آخرت کی کسی بھی شے پر دعویٰ کرے، وہ چیز نہ اس کیلئے ہے، نہ اس کے ساتھ اور نہ اس کی طرف کو ہے تو جان لو کہ اللہ کے علاوہ عبادت کرانے کا حقدار کوئی نہیں۔

✱✱✱✱✱

Marfat.com

سولہواں باب:

زیادہ بہتر کام کے بارے میں صوفیاء کے فرمان

صوفیاء کا اس بارے میں اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ مرضی کا برتاؤ کرتا ہے اور ان کے بارے میں مرضی ہی کا حکم دیتا ہے خواہ وہ کام ان کے لئے زیادہ بہتر ہو یا نہ ہو کیونکہ مخلوق اس کی ہے اور حکم بھی اسی کا چلتا ہے۔

لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ (الانبیاء: ۲۳)

"اللہ جو کچھ کرتا ہے اس کے متعلق کوئی باز پرس نہیں کر سکتا اور بندوں کی باز پرس ہوگی۔"

اور اگر ایسا نہ ہوتا تو بندے اور پروردگار کے درمیان فرق ہی نہ ہوتا۔ پھر ارشاد ہوتا ہے۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ۭ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ

(آل عمران: ۱۷۸)

"کافر لوگ یہ نہ سمجھیں کہ ہم جو انہیں ڈھیل دے رہے ہیں یہ ان کیلئے بہت بہتر ہے، ہم تو اس لئے ڈھیل دیتے ہیں کہ اور زیادہ

Marfat.com

گناہ کریں۔"

پھر فرمایا۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ○ (التوبہ:۵۵)

"اللہ تعالیٰ صرف یہ چاہتا ہے کہ ان چیزوں کے ذریعے ان پر وبال ڈالے اور کفر کی حالت ہی میں ان کا دم نکل جائے۔"

اور پھر فرمایا۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ (المائدہ:۴۱)

"یہی وہ لوگ ہیں کہ اللہ جن کے دلوں کو پاکیزہ نہیں کرنا چاہتا۔"

سب سے بہتر چیز دینے کی بات ہو تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی پوری طاقت خرچ کر چکا اور اپنے ہاں کا سب کچھ دے چکا اور اس کے بعد اس میں کچھ اور دینے کی ہمت ہی نہ رہی کیونکہ جب اس نے انہیں انتہائی بہتر چیز دے دی تو اس انتہائی چیز کے بعد کوئی اور چیز نہ ہوگی اور اگر وہ اس سے بڑھ کر بہتری کرنا چاہے تو نہیں کر سکے گا اور انہیں اتنا کچھ دینے کے بعد اس کے پاس ایسا کچھ نہ بچے جو ان کی زیادہ بہتری کیلئے انہیں دے سکے، اللہ تعالیٰ عاجزی کے ایسے الزام سے بالکل بری ہے۔

مخلوق کو نعمتیں دینا صرف فضل کی بناء پر ہے:

سارے صوفیاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے اچھا برتاؤ کرتا، صحت مند رکھتا، محفوظ رکھتا، ایمان و ہدایت کی دولت دیتا اور مہربانی فرماتا ہے تو یہ اس کا فضل و کرم ہوتا ہے، اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس کیلئے یہ بھی جائز ہے، اسے

Marfat.com

ایسا کرنا لازم نہیں ہے اور اگر ایسا کام کرے جو اس پر لازم چیزوں میں شمار ہوتا ہے تو وہ حمد و شکر کرانے کا حقدار ہی نہیں رہے گا۔

اللہ پر ثواب و عذاب دینا لازم نہیں:

سارے صوفیاء فرماتے ہیں کہ

"کسی کو ثواب یا عذاب دینا اللہ پر لازم نہیں، اس میں صرف اس کی مرضی چلتی ہے، فضل اور انصاف ہوا کرتا ہے کیونکہ دنیا والے ٹکڑے ہو جانے والے جسموں کے ساتھ مسلسل عذاب کے حقدار نہیں بنیں گے اور نہ ہی چند عملوں کی وجہ سے بے حساب ثواب کے حقدار ہوں گے۔"

سب اہل زمین و آسمان کو عذاب دے کر بھی اللہ ظالم نہ کہلائے گا:

صوفیاء کرام یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ سب زمین و آسمان والوں کو بھی عذاب دینا چاہے تو ظلم نہیں کر رہا ہوگا، وہ سارے کافروں کو جنت میں بھیجنا چاہے تو یہ اس کیلئے مشکل بات نہیں کیونکہ مخلوق اسی کی ہے اور حکم بھی اسی کا چلتا ہے لیکن اس نے خود بتا رکھا ہے کہ وہ ایمان والوں کو ہمیشہ انعام دے گا اور کافروں کو مسلسل عذاب میں رکھے گا اور چونکہ اس کی ہر بات سچی ہوتی ہے اور بتائی بات ٹھیک ہوتی ہے تو لازمی طور پر وہ ان سے یہی سلوک کرے گا، اس کے علاوہ کوئی اور صورت اس کے لئے مناسب نہ ہوگی کیونکہ اس کی یہ بات جھوٹ نہ بن سکے گی۔ اللہ تعالیٰ جھوٹ سے کوسوں دور ہے۔

اللہ کے کسی کام کا کوئی سبب نہیں ہوتا:

سب صوفیاء فرماتے ہیں کہ

"اللہ تعالیٰ کوئی بھی کام کسی سبب کی بناء پر نہیں کرتا کیونکہ اگر اس

Marfat.com

کے کسی کام کا کوئی سبب ہوگا تو اس سبب کا بھی کوئی سبب ہونا ضروری ہے اور یہ سلسلہ چلتا چلا جائے گا جو ختم ہونے والا نہ ہوگا اور ایسا ہونا باطل ہے۔"

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤى ۙ اُولٰٓىِٕكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۝ (الانبیاء:۱۰۱)

"بلاشبہ جنہیں ہم پہلے سے بھلائی دے چکے، اس جہنم سے بہت دور ہیں۔"

پھر فرمایا۔

هُوَ اجْتَبٰىكُمْ (الحج:۷۸)

"اس نے تمہیں پسند کر لیا ہے۔"

نیز فرمایا۔

وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝ (ہود:۱۱۹)

"اور تمہارے پروردگار کی یہ بات پوری طرح درست ہے کہ میں جنوں اور انسانوں کو بلا کر جہنم کو بھر دوں گا۔"

اور فرماتا ہے۔

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ (الاعراف:۱۷۹)

"اور بلاشبہ ہم نے جہنم کیلئے بہت سے جن اور انسان پیدا کر رکھے

Marfat.com

ہیں۔"

یہ سب ایسے کام ہیں کہ جن میں سے کوئی بھی کام ظلم و جور (زیادتی) نہیں بنتا کیونکہ ظلم صرف اس وقت ظلم بنتا جب اس کام سے ہمیں روک دیا گیا ہوتا کہ ظلم ایک چیز کو غیر جگہ پر رکھنے کا نام ہے اور جور صرف اس بناء پر جور و زیادتی ہوتا ہے کیونکہ اس میں اس راہ سے ہٹ جانا ہوتا ہے جو اس کیلئے بتادی گئی ہوتی ہے اور اس مثال سے ہٹنا ہوتا ہے جو اوپر سے اس کیلئے بنائی گئی ہوتی ہے اور جو اسی کی قدرت میں ہوتی ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی قدرت والے کے ماتحت نہیں اور نہ ہی اس کے اوپر کوئی حکم چلانے اور جھڑکنے والا ہے تو وہ جو کچھ بھی کرے، ظلم نہیں ہوگا اور نہ ہی اس چیز میں جور کرتا ہوگا جس کا وہ حکم دیتا ہے اور پھر اس کی طرف سے کوئی بھی چیز بری شمار نہ ہوگی کیونکہ بری چیز وہی ہوتی ہے جسے وہ برا بنادے اور اچھی وہ جسے وہ اچھا بنائے البتہ کچھ یہ کہتے ہیں کہ بری چیز وہ ہے جس سے اس نے روک رکھا ہے اور اچھی وہ جس کے بارے میں اس کا حکم ہوتا۔

حضرت محمد بن موسیٰ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

"اچھی سمجھی جانے والی چیزیں صرف اس کی تجلی کی وجہ سے اچھی شمار ہوتی ہیں جبکہ بری سمجھی جانے والی چیزیں اس کے بے تعلق ہو جانے کی وجہ سے بری بنتی ہیں اور یہ دونوں باتیں ازل کی طرح ابد تک جاری رہیں گی۔"

اور اس کا مطلب یہ ہے کہ چیزوں میں سے تمہیں حق کی طرف لے جانے والی چیز اچھی گنی جاتی ہے اور جو گھٹیا چیز کی طرف لے جاتی ہے، وہ بری کہلاتی ہے چنانچہ بری اور اچھی چیز وہی شمار ہوگی جسے اللہ تعالیٰ ازل ہی میں اچھا یا برا بنا چکا۔

اس کا ایک اور معانی بھی ہے اور وہ یہ کہ اچھی سمجھی جانے والی چیز وہ ہے جس

Marfat.com

پر اللہ کی روک کا پردہ نہ ہو چنانچہ بندے اور اس کے درمیان کوئی پردہ نہ ہو اور بری چیز وہ ہے جو پردے کی پچھلی طرف ہو اور یہ پردہ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کے مطابق اللہ کی روک ہے جس میں فرمایا ہے:

''دروازوں پر پردے لٹکائے گئے ہوں گے۔''

پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ

''کھلے دروازے، اللہ کی طرف سے حرام کی ہوئی چیزیں ہیں اور وہ پردے، اللہ کی طرف سے ملنے والے حکم ہیں۔''

*****

سترھواں باب:

وعدہ اور وعید کے بارے میں صوفیاء کے فرمان

صوفیاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب وعید کا لفظ سادہ طریقے سے بولا جائے تو یہ صرف کافروں اور منافقوں کیلئے بولا جاتا ہے جبکہ وعد کا لفظ سادہ بولنے کی صورت میں مومنوں اور اچھے کام کرنے والوں کیلئے برتا جاتا ہے اور کچھ صوفیاء بڑے بڑے گناہ کرنے کی صورت میں چھوٹے گناہوں کے بخشے جانے کی اطلاع دیتے ہیں اور ان کے سامنے یہ آیت ہے۔

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ (النساء:۳۱)

''اگر تم منع کئے گئے بڑے گناہوں سے رک جاؤ گے، تو ہم تمہارے گناہ معاف کر دیں گے۔''

البتہ کچھ حضرات نے عذاب جائز ہونے کی صورت میں انہیں بڑے گناہوں میں شامل کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ (البقرہ:۲۸۴)

''تم دلوں میں چھپی کسی چیز کو بتا دو یا چھپائے رکھو، اللہ تم سے اس

Marfat.com

کا حساب لے گا۔"

وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اللہ کے فرمان

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ

کے معانی شرک اور کفر کے ہیں جو کئی طرح کے ہوتے ہیں تو ان کے لحاظ سے ان پر جمع کا لفظ بولا جا سکتا ہے اور پھر اس میں ایک اور صورت بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم بہت سارے لوگوں کو ہے تو ہر ایک کے بڑے بڑے گناہ اکٹھے کرنے پر بہت سارے بڑے گناہ بن جاتے ہیں، ہاں وہ اللہ کی مرضی اور کسی کی سفارش کی وجہ سے بڑے گناہوں کی بخشش جائز سمجھتے ہیں۔

پھر وہ اہل نماز کے ایمان کی بناء پر دوزخ سے نکل آنے کو یقینی جانتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ (النسا: ۴۸)

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کو نہیں بخشتا البتہ اس کے علاوہ اپنی مرضی سے سب کچھ بخش دیتا ہے۔"

چنانچہ اس نے شرک کے علاوہ ہر چیز کیلئے اپنی مرضی کو شرط قرار دے دیا ہے۔

پھر سب فرماتے ہیں کہ

"ایک مومن شخص خوف اور امید کے درمیان ہوتا ہے، وہ بڑے گناہوں کی بخشش کیلئے اللہ کے فضل کی امید لگائے ہوتا ہے اور چھوٹے گناہوں پر سزا کے بارے میں اللہ کے انصاف کا ڈر رکھتا

ہے کیونکہ اللہ کی بخشش اس کی مرضی پر ہونا ہوتی ہے اور اس مرضی
کے ساتھ بڑے چھوٹے گناہ کی شرط نہیں ہوتی تاہم جو توبہ اور
چھوٹے گناہوں کیلئے نہایت سخت شرطیں لگائی ہیں تو اس وجہ سے
نہیں کہ ایسے لوگوں کو لازماً دھمکی ملے گی بلکہ یہ بات اس گناہ کو بڑا
شمار کرنے کی وجہ سے ہے جو اس نے اللہ کے لازمی حق میں کیا
اور روکے کام سے نہیں رک سکا، ان لوگوں نے چھوٹا گناہ اسے گنا
ہے جب آپس میں ان کا مقابلہ کیا جائے چنانچہ انہوں نے لوگوں
کو اللہ کے حق پورے کرنے اور اللہ کے روکے کاموں سے رک
جانے، اللہ کے حکموں پر چلنے اور عمل کرنے کیلئے مقرر شرطوں پر
اپنی کوتاہیوں پر نظر رکھنے کو کہا ہے اور وہ اس کے باوجود سب
لوگوں کی نظر میں ہیں، اپنے آپ پر خوف رکھتے ہیں اور یوں
جتاتے ہیں کہ جیسے اللہ کی طرف سے ڈانٹ صرف انہی کو ہوئی
ہے جبکہ وعدے غیروں کیلئے ہیں۔"

چنانچہ عرفہ کی رات حضرت فضیل رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا تھا کہ آپ سارے لوگوں کو کس حال میں دیکھ رہے ہیں؟ تو انہوں نے کہا۔

"اگر میں ان میں نہ ہوتا تو سب بخش دیئے جاتے۔"

پھر حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

"میں اس اندیشے سے روزانہ شیشے میں کئی بار چہرہ دیکھتا ہوں کہ
کہیں سیاہ نہ ہو چکا ہو۔"

پھر فرمایا میں جان پہچان والی جگہ پر اس ڈر سے مرنا نہیں چاہتا کہ شاید وہ مجھے قبول نہ کرے اور میں ذلیل ہو جاؤں۔

Marfat.com

یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے پروردگار کے بارے میں بہتر گمان رکھتے ہیں چنانچہ حضرت یحییٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ کے بارے میں اچھا گمان نہیں رکھتا، اللہ کے ہاں اسے سکون نہیں ملے گا۔

یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے اپنے بارے اچھے گمان نہیں رکھتے بلکہ اپنے آپ کو سب سے گھٹیا سمجھتے ہیں اور اپنے آپ کو دین و دنیا کی کسی بھلائی کے لائق نہیں سمجھتے۔

آخری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا

(توبہ:۱۰۲)

"کچھ اور لوگ ہیں جو اپنے گناہوں کو مانتے ہیں، انہوں نے اچھے برے کام جمع کر رکھے ہیں۔"

اس میں اللہ تعالیٰ بتا رہا ہے کہ مومن کے عمل دو قسم کے ہیں، اچھے اور برے چنانچہ اچھے کام اس کے فائدے کیلئے اور برے اس پر بوجھ ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں پر وعدہ فرمایا ہے جن پر ثواب ہوگا اور ان چیزوں کا ذکر کیا ہے جن پر ڈانٹ بتائی ہے، ڈانٹ اللہ کا حق ہے جبکہ وعدہ، بندوں کا اللہ پر حق ہے جسے اس نے اپنے آپ پر لازم کر رکھا ہے، اگر وہ بندوں سے اپنا حق تو پورا لے لیکن انہیں ان کا حق پورا نہ دے تو اس بات کے باوجود اس کے فضل و کرام کے لئے یہ لائق نہیں کہ اسے ان کی پرواہ نہیں اور وہ اس کے محتاج ہیں بلکہ اس کے فضل و کرم سے لئے زیادہ مناسب اور لائق بات یہ ہے کہ وہ ان کے پورے حق عطا فرمادے اور اپنے فضل و کرم کے ذریعے انہیں اپنی طرف سے کچھ اور بھی عطا فرمائے اور اپنا حق انہیں معاف کردے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں یہی اطلاع دی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً

Marfat.com

يُضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ (النساء:۴۰)

''اللہ تعالیٰ ذرہ بھر بھی ظلم نہیں کرتا اور اگر کوئی نیک کام ہو تو وہ اسے دوگنا کرتا ہے اور اپنی طرف سے اسے بڑا اجر عطا فرماتا ہے۔''

اور اس کے فرمان من لدنہ میں یہ بات موجود ہے کہ یہ اس کا فضل ہے، جزاء نہیں ہے۔

*****

اٹھارھواں باب:

Marfat.com

شفاعت کے بارے میں صوفیاء کے فرمان

سارے صوفیاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان سب چیزوں کو مان لینا ضروری ہوگا جسے اللہ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا اور نبی کریم ﷺ کی طرف سے شفاعت کے بارے میں جن کی روایتیں آئی ہیں کیونکہ اللہ نے فرمایا ہوا ہے۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ○ (الضحیٰ:۵)

''تمہارا پروردگار جلد تمہیں اتنا عطا کرے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔''

نیز یہ بھی فرمایا۔

عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا ○

(الاسراء:۷۹)

''آپ کا پروردگار جلد ہی آپ کو مقام محمود عطا فرمائے گا۔''

اور فرمایا۔

وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ (الانبیاء:۲۸)

''وہ صرف اس کی شفاعت کریں گے جس پر خوش ہوں گے۔''

اور کافروں کا کہنا ہوگا۔

فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِينَ ○ (الشعراء:۱۰۰)

''ہمارے لئے کوئی شفاعت کرنے والا نہیں۔''

پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

Marfat.com

"میری شفاعت میری امت کے بڑے گناہ کرنے والوں کے
لیے ہوگی۔"

اور فرمایا کہ

"میں نے اپنی امت کیلئے شفاعت کی دعا بچا رکھی ہے۔"

پل صراط کا اقرار:

صوفیاء کرام پل صراط کو بھی مانتے ہیں جو جہنم پر ایک پھیلی ہوئی پل ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آیت

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ (ابراہیم:۴۸)

"جس دن زمین کو بدل کر کوئی اور شکل دے دی جائے گی۔"

پڑھی تو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! لوگ اس دن کہاں ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔

"پل صراط پر۔"

صوفیاء میزان کو مانتے ہیں:

صوفیاء کرام میزان کا وجود مانتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ عمل تولے جائیں گے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ (الاعراف:۸ تا ۹)

"جس کی میزان بھاری ہوئی تو یہی لوگ نجات پانے والے ہوں گے اور جس کی میزان ہلکی ہوئیں۔"

اگرچہ وہ اس کی حالت کو نہ جان سکیں، اس سلسلے اور اس جیسے معاملے میں ان

Marfat.com

کی بات ایسی ہے کہ لوگ اس کی کیفیت نہیں جانتے، ہمارا اس پر ایمان ہے جس کا ارادہ کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور اس پر بھی ایمان ہے جو رسول اللہ ﷺ نے ارادہ رکھ کر فرمایا۔

اللہ ذرہ بھر ایمان والے کو بھی جہنم سے نکال لے گا:

صوفیاء حضرات اس بات کو مانتے ہیں کہ جنت و دوزخ ہمیشہ رہنے والی ہیں، دونوں مخلوق ہیں، دونوں ہی آخر تک باقی رہنے والے ہیں، ختم نہ ہوں گے اور نہ ہی برباد ہوں گے، یونہی ان میں رہنے والے دونوں باقی رہیں گے، ہمیشہ رہیں گے اور رکھے جائیں گے، نعمتیں پائیں گے اور عذاب دیئے جائیں گے، نہ ان کی نعمتیں ملنا ختم ہوں گی اور نہ ان کے عذابوں میں رکاوٹ ہوگی۔

عام مومنوں کے بارے میں ان کا عقیدہ:

صوفیاء اپنے ظاہری کاموں میں عام مومنوں کو ایماندار گنتے ہیں اور ان کے اندرونی حال کو اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔

- وہ اس بات کو بھی مانتے ہیں کہ یہ علاقہ (مصنف کا علاقہ) ایمان و اسلام کا گڑھ ہے، یہاں رہنے والے ایماندار اور مسلمان ہیں، ان کے ہاں بڑے گناہ کرنے والے مسلمان ہیں، وہ اپنے ایمان کی وجہ سے مومن اور عملی برائی کی وجہ سے فاسق و فاجر بن سکتے ہیں۔
- وہ ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھنا جائز سمجھتے ہیں۔
- وہ قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے والے ہر فوت شدہ شخص کی نماز جنازہ پڑھنا جائز جانتے ہیں۔
- وہ جمعہ، باجماعت نماز اور دونوں عیدوں کو ہر نیک و بد مسلمان کے پیچھے پڑھنا

Marfat.com

جائز سمجھتے ہیں جو کسی وجہ سے مجبور نہ ہو، پھر حج اور جہاد کو بھی یہی سمجھتے ہیں۔

- وہ خلافت کو سچا سمجھتے ہیں اور اسے قریش کا حق جانتے ہیں۔
- سارے صوفیاء حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو سب صحابہ رضی اللہ عنہم سے زیادہ مرتبہ دیتے ہیں۔

وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور پہلے دور کے نیک لوگوں کے نقش قدم پر چلتے ہیں اور ان کے باہمی اختلاف کے بارے میں زبان نہیں کھولتے اور وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نیکی کی بشارت کی بناء پر یہ بات ان کے لئے نقصان والی نہیں ہے۔

وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ جن کے جنتی ہونے کے بارے رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرما دیا، وہ جنت میں جائیں گے اور کسی صورت میں بھی انہیں جہنم کا عذاب نہ ہوگا۔

- وہ حکومت کے سربراہوں کے خلاف تلوار وغیرہ کے ساتھ جنگ کرنے کو جائز نہیں سمجھتے خواہ وہ ظالم ہی کیوں نہ ہوں۔
- وہ ایسے شخص کیلئے نیکی کرنے کو کہنا اور برائیوں سے روکنا لازم سمجھتے ہیں جس کیلئے یہ کام کسی بھی طرح سے ممکن ہو۔ تاہم فرماتے ہیں کہ اس کیلئے ایسے شخص کو شفقت و مہربانی، نرمی، رحمت و پیار اور نرم گفتگو سے کام لینا چاہئے۔
- صوفیاء عذاب قبر کے ساتھ ساتھ منکر نکیر کے سوال و جواب کو مانتے ہیں۔
- وہ نبی کریم ﷺ کے معراج مبارک کو مانتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انہیں ساتویں آسمان تک لے جایا گیا اور پھر وہاں سے اس مقام تک لے جایا گیا جسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، یہ سب ایک رات میں، جاگتے ہوئے جسمانی طور پر ہوا۔

Marfat.com

- وہ خوابوں کی سچائی پر یقین رکھتے ہوئے بتاتے ہیں کہ یہ مومنوں کیلئے خوشخبری اور ڈرانے کا کام بھی کرتی ہیں، پھر سچی جھوٹی بھی ہوتی ہیں۔
- وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مرنے اور قتل ہونے والا اپنے وقت پر جاتا ہے: وہ اسے اللہ کے قبضے میں جانتے ہیں اور اس میں زمانے کا دخل نہیں مانتے اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ موت آنے پر یہ لوگ لمحہ بھر آگے پیچھے نہیں ہوتے۔

*****

Marfat.com

انیسواں باب

بچوں کے بارے میں ان کے فرمان

- صوفیاء اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ مومنوں کے بچے جنت میں ان کے ساتھ ہی ہوں گے البتہ مشرکوں کے بچوں کے بارے میں ان کا اختلاف ہے چنانچہ کچھ حضرات فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس وقت انہیں عذاب دیتا ہے جب کسی ہٹ دھرمی اور کفر والے پر ثبوت پورے ہو چکے ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ ان پر اللہ کے حکم بھی لاگو ہو چکے ہوں تاہم زیادہ صوفیاء نے جلد بازی سے گریز کرتے ہوئے ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کر رکھا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ انہیں عذاب بھی ہو سکتا ہے اور نعمتیں بھی مل سکتی ہیں۔
- سارے صوفیاء موزوں پر مسح کو حق اور جائز سمجھتے ہیں۔
- وہ یہ جائز سمجھتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے ملنے والی روزی کسی کیلئے حرام بھی ہو سکتی ہے (حرام کو بھی رزق شمار کرتے ہیں)
- وہ دین کے بارے میں جھگڑا اور بحث کرنے کو اچھا نہیں سمجھتے اور نہ ہی تقدیر کے بارے میں جھگڑا وغیرہ کرتے ہیں بلکہ وہ دین میں جھگڑوں کی بجائے اپنے نفع نقصان کے کاموں میں لگے رہتے ہیں۔
- وہ علم کی تلاش کو ہر کام سے بہتر سمجھتے ہیں اور وہ اس وقت کو ذہن میں رکھنا ہے کہ اس میں ظاہری اور باطنی طور پر انہیں کیا کرنا لازم ہے۔
- وہ اللہ کی مخلوق پر سب سے زیادہ مہربان ہوتے ہیں خواہ ان میں سے کوئی

Marfat.com

اچھی بولی بولتا ہو یا بے تکی، (اللہ کی راہ میں سب سے زیادہ خرچ کرتے ہیں، لوگوں کی دولت وغیرہ پر سب سے زیادہ کتراتے ہیں، دنیا سے کنارہ کرنے میں سب سے آگے ہیں، سنت رسول ﷺ اور صحابہ کرام کی بتائی حدیثوں کی تلاش میں سب سے آگے ہوتے ہیں اور ان کی یہ خواہش سب سے بڑھ کر ہوتی ہے ان سب پر عمل بھی کریں۔

*****

Marfat.com

بیسواں باب:

جوان ہونے والے لوگوں کو اللہ نے کیا کیا حکم دے رکھے ہیں؟

صوفیاء کے نزدیک جن کاموں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بندوں پر لازم کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے جنہیں کھل کر بیان فرما دیا ہے، وہ عقلمند اور بالغ لوگوں پر فرض اور لازم ہیں جو انہیں ہر صورت میں کرنا ہوتے ہیں اور ان کے بارے میں کسی صدیق، ولی اور عارف کیلئے کوئی گنجائش نہیں اور نہ ہی کسی کی اجازت ہے خواہ وہ مرتبہ، درجہ، مقام وغیرہ میں سب سے بڑھ کر ہی کیوں نہ ہو۔ انسان کی زندگی میں کبھی بھی ایسا موقع نہیں آتا کہ وہ منع کی ہوئی چیزوں کو حلال، حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال، اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام کرنے میں شریعت کا لحاظ نہ رکھے اور نہ ہی ایسا موقع آتا ہے کہ مجبوری یا کسی وجہ سے اس پر فرض چیز کا حکم ٹل جائے۔ مجبوری یا سبب وہی چیز گنی جاتی ہے جسے سارے مسلمان مجبوری سمجھیں اور شریعت میں بیان ہو چکی ہو جبکہ اندرونی طور پر سب سے ستھرا اور مرتبہ و مقام میں سب سے بڑھ کر شخص ایسے کاموں کیلئے سب سے زیادہ کوشش کرنے والا ہوگا، سب سے بڑھ کر خالص عمل والا اور سب سے زیادہ پرہیزگار ہوگا۔

سارے صوفیاء فرماتے ہیں کہ انسان کا نیک و بد ہونا اس کے عملوں کی بناء پر نہیں ہوتا بلکہ حدیث پاک کے مطابق نفع ونقصان کی دونوں چیزیں اللہ کے ہاں شروع

Marfat.com

سے لکھی ہوتی ہیں چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس اللہ کی لکھی تحریر ہے جس میں جنتی لوگوں، ان کے ماں باپ اور قبیلوں کے نام موجود ہیں۔ پھر گول مول طریقے سے آخری شخص تک کے نام بتا دیئے گئے۔ اب ان میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی اور پھر دوزخیوں کے بارے میں بھی یہی کچھ بتایا۔

پھر یہ بھی فرمایا کہ نیک بخت شخص ماں کے پیٹ ہی میں نیک ہوتا ہے اور بد بخت شخص بھی ماں ہی کے پیٹ میں بد بخت ہوتا ہے۔ (کنز الاعمال وغیرہ)

- سب صوفیاء فرماتے ہیں کہ انسان کے یہ عمل ایسے نہیں ہو سکتے کہ ان کی وجہ سے ثواب و عذاب ہو بلکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے فیصلے کا دخل ہوتا ہے۔
- سب صوفیاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ خاص وجہ نہ ہونے کی صورت میں جنت کی نعمتیں صرف وہی حاصل کرے گا جو اللہ کے ہاں شروع ہی سے نیک بخت لکھا جا چکا اور یونہی عذاب بھی اسی کو ہوگا جو اللہ کے ہاں شروع ہی سے بد بخت ہو چکا جیسے رسول اللہ ﷺ نے (حدیث قدسی میں) بتایا ہے۔

"یہ جنتی ہوں گے جن کی مجھے فکر نہیں اور یہ دوزخی ہوں گے جن کی مجھے فکر نہیں۔"

پھر فرما رکھا ہے۔

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ

(الاعراف:۱۷۹)

"اور ہم نے جہنم کے لئے بہت سے جنوں اور انسانوں کو پیدا کر رکھا ہے۔"

Marfat.com

اور فرمایا۔

إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَىٰ ۙ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ○ (الانبیاء: ۱۰۱)

اور وہ فرماتے ہیں کہ انسان کے عمل مقدر میں شروع سے لکھے گئے فیصلوں کی نشانیاں اور علامتیں ہیں جیسے نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

"عمل کرتے چلے جاؤ کیونکہ تم میں سے ہر ایک کو وہی کچھ کرنا ہے جو اس کے حق میں لکھا جا چکا۔"

پھر حضرت جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

"بندے کی عبادت دنیا میں اس کیلئے وہ بشارت ہے جو اللہ کی طرف سے اس کے حق میں شروع سے لکھ دی گئی اور بے فرمانی بھی یونہی ہے۔"

ایک اور صوفی فرماتے ہیں کہ

"یہ عبادتیں ہر شخص کی ظاہری حالت سنوارتی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند نہیں فرماتا کہ انسان کے اعضاء کرنے کے کام نہ کریں (اور بیکار رہیں)۔"

پھر حضرت محمد بن علی کتانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"ہر قسم کا کام بندے کی بندگی محفوظ کرنے کیلئے لباس کی طرح ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے قسمتیں لکھتے وقت ایسے لوگوں کو وہ لباس نہیں دیا جسے اس نے اپنی رحمت سے دور کر دیا لیکن جسے قریب بنایا اور اپنی مہربانی سے اسے اس کیلئے لازمی بنا دیا اور پھر اس کے باوجود وہ سب یہ بھی فرماتے ہیں کہ اللہ ان عملوں پر

Marfat.com

ثواب اور کبھی عذاب بھی دیتا ہے کیونکہ اس نے نیک کاموں کیلئے وعدہ اور برے کاموں کیلئے ڈانٹ رکھی ہے، وہ کیا ہوا وعدہ پورا کرنا جانتا ہے اور اس کی ڈانٹ بھی پکی ہوتی ہے کیونکہ وہ خود سچا ہے اور اس کی بتائی بات بھی سچی ہوتی ہے۔"

صوفیاء فرماتے ہیں آدمی کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اترے حکموں کو ادا کرے اور ادا کرنے کے لائق ہونے پر اترنے والے فرمانوں پر عمل کیا کرے کیونکہ انہیں ادا کرنے اور حکموں پر عمل کرنے ہی سے دیکھنے کو بہت کچھ ملتا ہے جیسے حدیث پاک میں آتا ہے۔

"جو شخص اپنے علم میں آنے والی چیزوں پر عمل کرے تو اللہ تعالیٰ اسے ایسی چیزوں کا بھی علم دے دیتا ہے جنہیں وہ جانتا نہ تھا۔"

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط

(العنکبوت:٦٩)

"جو کوشش کرتے ہیں، ہم انہیں اپنی راہیں دکھا دیتے ہیں۔"

پھر فرمایا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ○

(المائدہ:٣٥)

(اسی سلسلے میں) حضرت یحییٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"اللہ کی حقیقی پہچان تمہیں اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب

Marfat.com

تک تم پر اس کا وہ حق لازم ہے جسے تم نے ادا نہیں کیا۔"

حضرت جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ آخر میں بھی وہی برتاؤ کرے گا جو وہ شروع میں کر چکا، پہلے اسے عزت دی، مہربانی سے حکم فرمایا، مہربانی سے وعدہ فرمایا اور اسے اور زیادہ عزت دے گا چنانچہ جسے اس کی قدیم مہربانی دکھائی دے دیتی ہے، اس کیلئے اس کا حکم ادا کرنا آسان ہو جاتا ہے، جو اس کے حکموں پر پابندی کرے، وہ اس کے وعدہ کا حقدار ہو جائے گا اور جو وعدہ کے مطابق حاصل کر لے گا تو یقیناً وہ اس پر اور بھی فضل فرمائے گا (اپنی زیارت کرائے گا)۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص لمحہ بھر کیلئے بھی اللہ سے نگاہیں پھیر لیتا ہے تو عمر بھر اسے اس کی طرف راہ نہیں ملتی۔

*****

Marfat.com

اکیسواں باب:

اللہ کی پہچان کے بارے میں ان کے فرمان

سب صوفیاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ کے بارے میں دلیل، صرف اللہ کی اکیلی ذات ہے اور یہ عقل ان کے نزدیک صرف اس عقلمند کی طرح ہوتی ہے جسے اپنے کسی کام میں راہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ یہ پیدا شدہ چیز ہے اور ایسی چیز صرف اپنے جیسی چیز ہی کی طرف راہنمائی کرسکتی ہے چنانچہ حضرت نوری رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ اللہ پر کون سی دلیل ہے؟ آپ نے فرمایا۔

''خود اللہ دلیل ہے۔''

اس نے پوچھا کہ عقل کیا چیز ہے؟ فرمایا کہ

''عقل ایک عاجز چیز ہے جو اپنے جیسی عاجز چیز ہی کی طرف راہنمائی کرسکتی ہے۔''

حضرت ابن عطاء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عقل بندے کے بندہ ہونے کا ایک آلہ ہے لیکن اس کے ذریعے پروردگار کی ربوبیت نہیں دیکھی جاسکتی۔

ایک اور صوفی فرماتے ہیں کہ عقل تو صرف مخلوق کے گرد گھومتی ہے لیکن اللہ کے سامنے جاتی ہے تو پگھل جاتی ہے۔

حضرت ابوبکر قحطبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جن کے پاس صرف عقلیں ہوں تو وہ

Marfat.com

اللہ کا ثبوت دیئے بغیر دباؤ میں ہوتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ مہربانیاں فرماتے ہوئے انہیں سوجھ بوجھ نہ دے تو وہ اسے ثابت کرتے ہوئے بھی نہ دیکھ سکیں۔

ہمیں کسی نے کسی بڑے شخص کے یہ شعر سنائے ہیں۔

مَنْ رَامَهُ بِالْعَقْلِ مُسْتَرْشِدًا
سَرَّحَهُ فِيْ حَيْرَةٍ يَلْهُوْ
وَشَابَ بِالتَّلْبِيْسِ أَسْرَارَهُ
يَقُوْلُ فِيْ حَيْرَتِهِ هَلْ هُوْ

"جو شخص عقل کی راہنمائی سے اسے دیکھنا چاہتا ہے تو وہ اسے حیرانی میں کھیلنے کیلئے کھلا چھوڑ دیتی ہے اور الجھ جانے کی وجہ سے وہ اس کے بھیدوں سے دور ہو جاتا ہے اور حیران ہو کر کہتا ہے کہ آیا وہ ہے بھی یا نہیں؟"

ایک بڑے صوفی نے کہا ہے اسے وہی پہچانتا ہے جسے وہ اپنی سوجھ بوجھ دیتا ہے، اسے وہی واحد جانتا ہے جسے وہ اپنے اکیلا ہونے کے بارے میں بتا دے، اسے وہی سراہتا ہے جس کے دل میں وہ روشنی کرتا ہے، اس کیلئے وہی خالص ہوتا ہے جسے وہ اپنا بنالیتا ہے اور اس کیلئے وہی نیک ہوتا ہے جسے وہ اپنے لئے چن لیتا ہے۔

معرفت کی قسمیں:

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

"معرفت دو طرح کی ہوتی ہے جن میں سے ایک معرفت "تعرف" اور دوسری معرفت "تعریف" ہے۔ معرفت تعرف یہ ہے اللہ تعالیٰ کسی کو اپنی پہچان خود کرا دے، پھر اسی کے ذریعے

Marfat.com

انہیں دوسری چیزوں کی پہچان کرا دے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا کہ

لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ○ (الانعام:۷۶)

''میں ڈوب جانے والی چیزوں کو پسند نہیں کرتا۔''

''تعریف'' کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہر طرف اور ہر ایک میں اپنی قدرت کی نشانیاں دکھائے اور پھر ان پر مہربانی کرے جس کے ذریعے ہر چیز انہیں بتائے کہ اسے کوئی بنانے والا بھی ہے۔ یہ معرفت عام لوگوں سے تعلق رکھتی ہے جبکہ پہلی تعریف خاص لوگوں سے متعلق ہے اور حقیقی طور پر یہی وہ تعریف ہے جس کے ذریعے اسے پہچانا جا سکتا ہے اور یہ وہی بات ہے جو حضرت محمد بن واسع رضی اللہ عنہ (م ۱۲۰ھ) نے فرمائی ہے کہ

''میں نے جو چیز بھی دیکھی ہے، اس میں اللہ کو دیکھا ہے۔''

ایک اور صوفی نے فرمایا کہ

''میں نے جو بھی چیز دیکھنا چاہی، اللہ کو اس سے پہلے ہی دیکھ لیا۔''

حضرت ابن عطاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

''اللہ تعالیٰ نے عام لوگوں کو اپنی پہچان، پیدا کرنے کی خوبی کے ذریعے بتائی ہے۔''

کیونکہ اس نے فرمایا ہے۔

اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ○

(الغاشیہ:۱۷)

''کیا وہ اونٹ کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے پیدا کیا گیا۔''

Marfat.com

اور خاص لوگوں کو اپنی کلام اور خوبیوں کے ذریعے کرائی ہے، فرمایا۔

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ (النساء: ۸۲)

''کیا یہ لوگ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے۔''

پھر فرمایا۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ (الاسراء: ۸۲)

''ہم نے قرآن سے ایسا کچھ اتارا ہے جو مومنوں کیلئے شفاء اور رحمت ہے۔''

پھر فرمایا۔

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى (الاعراف: ۱۸۰)

''اللہ کے سارے نام پیارے ہیں۔''

اور نبیوں کو اپنے ذریعے پہچان کراتا ہے جیسے فرماتا ہے۔

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ

(الشوریٰ: ۵۲)

''اور یونہی ہم نے تمہیں وحی بھیجی، ایک جانفزا چیز (قرآن) اپنے حکم سے۔''

اور فرمایا۔

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ (الفرقان: ۴۵)

''کیا آپ نے اپنے پروردگار کو سایہ پھیلاتے نہیں دیکھا؟۔''

ایک معرفت والے بزرگ نے کہا۔

لَمْ يَبْقَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ الْحَقِّ تِبْيَانِيْ
وَلَا دَلِيْلٌ وَلَا آيَاتُ بُرْهَانِ
هٰذَا تَجَلِّيْ طُلُوْعِ الْحَقِّ نَائِرَةً
قَدْ اَزْهَرَتْ فِيْ تَلَالِيْهَا بِسُلْطَانِ
لَا يَعْرِفُ الْحَقَّ اِلَّا مَنْ يُعَرِّفُهُ
لَا يَعْرِفُ الْقِدَمِيَّ الْمُحْدَثُ الْفَانِيْ
لَا يُسْتَدَلُّ عَلَى الْبَارِيْ بِصَنْعَتِهِ
رَأَيْتُمْ حَدَثًا يُنْبِيْ عَنِ اَزْمَانِ
كَانَ الدَّلِيْلَ لَهٗ مِنْهُ اِلَيْهِ بِهِ
مَنْ شَاهَدَ الْحَقَّ فِيْ تَنْزِيْلِ فُرْقَانِ
كَانَ الدَّلِيْلَ لَهٗ مِنْهُ بِهِ وَلَهٗ
حَقًّا وَجَدْنَاهُ بَلْ عِلْمًا بِتِبْيَانِ
هٰذَا وُجُوْدِيْ وَتَشْرِيْحِيْ وَمُعْتَقَدِيْ
هٰذَا تَوَحُّدُ تَوْحِيْدِيْ وَاِيْمَانِيْ
هٰذَا عِبَارَةُ اَهْلِ الْاِنْفِرَادِ بِهِ
ذَوِي الْمَعَارِفِ فِيْ سِرٍّ وَاِعْلَانِ

Marfat.com

هٰذَا وُجُوْدُ وُجُوْدِ الْوَاجِدِيْنَ لَهٗ

بَنِي التَّجَانُسِ اَصْحَابِيْ وَخُلَّانِيْ

''میرے اور حق کے درمیان کوئی ظاہر چیز نہیں، نہ کوئی دلیل ہے اور نہ ہی واضح نشانیاں جو چمکتی ہیں۔

یہ حق دکھائی دینے کی تجلی ہے اور وہ نشانیاں ایک طاقت کے ذریعے روشنی کرتی ہیں۔ حق کو صرف وہی پہچان سکتا ہے جو اس کی پہچان کرائے، ایک قدیم چیز کو نیا پیدا ہونے والا اور فانی شخص نہیں پہچان سکتا۔

باری تعالیٰ پر اس کی بنائی چیز سے دلیل نہیں مانگی جا سکتی، کیا تم نے نئی پیدا شدہ کوئی ایسی شے دیکھی ہے جو زمانوں کی اطلاع دے؟

جو شخص قرآن کے اترنے میں اللہ کو دیکھنا چاہے تو دلیل اس کیلئے، اس کی طرف سے، اس کی ظرف اور اس کے ساتھ ہوگی۔

دلیل اس کی، اس سے، اس کے ساتھ اور اسی کی خاطر ہے، ہمیں تو سچی لگتی ہے بلکہ واضح دلیل کے ذریعے سمجھ میں آئی ہے۔

یہ میرا وجود، تشریح اور اعتقاد ہے، یہ میری توحید اور ایمان کی یکتا چیز ہے۔ جو ظاہر و پوشیدہ ہو کر اللہ کی پہچان رکھتے ہیں۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس کے ساتھ تنہائی میں ہوتے ہیں اور یہاں اللہ تعالیٰ کو پا لینے والوں کے وجد کا موجود ہونا ثابت ہے جو میرے ہم جنس، ساتھی اور میرے دوست ہیں۔''

کسی بڑے صوفی نے فرمایا کہ

Marfat.com

''اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے آپ کی پہچان خود کرائی اور اپنے آپ کی پہچان کیلئے ہمیں خود ہی راہنمائی کی چنانچہ معرفت کی پہچان کرانے والے کے ذریعے معرفت کا گواہ معرفت ہی سے قائم ہو گیا۔''

اس کا مفہوم یہ ہے کہ معرفت کیلئے کوئی سبب نہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے عارف کو پہچان کرائی چنانچہ اس نے اس کے پہچان کرانے پر اللہ کو پہچان لیا۔

ایک بڑے شیخ نے فرمایا کہ

''مخلوق میں سے دکھائی دینے والا خود بخود پہچانا جاتا ہے کیونکہ اس پر عقل کا زور ہوتا ہے جبکہ حق تعالیٰ عقل کے اس دباؤ سے بچا ہوا ہے اور اللہ نے خود ہمیں بتایا ہے کہ وہ ہمارا پروردگار ہے۔''

چنانچہ فرمایا۔

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ (الاعراف: ۱۷۲)

''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟''

اس نے یہ نہیں فرمایا کہ ''میں کون ہوں؟'' چنانچہ پہچان کرانے والا جب ظاہر ہوا تو عقلوں کا اس پر دباؤ پڑا جس کی وجہ سے وہ عقلوں سے جدا ہوا اور اللہ کو ثابت کرنے کے علاوہ حاصل ہونے سے پاک ہوا۔

صوفیاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ

''اسے عقل والے کے بغیر اور کوئی پہچان نہیں سکتا کیونکہ عقل بندے کا ایسا آلہ ہے کہ جس کے ذریعے وہ پہچانی جانے والی چیزیں پہچانتا ہے حالانکہ ذاتی طور پر وہ اللہ تعالیٰ کو پہچانتا ہی نہیں۔''

حضرت ابوبکر سباک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

Marfat.com

''جب اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا فرمایا تو پوچھا کہ میں کون ہوں؟
وہ چپ ہو گئی، اس پر اس نے اپنی وحدانیت کے نور سے اسے
رگڑا تو اس نے آنکھیں کھول کر کہا کہ تو اللہ ہے کہ تیرے بغیر
عبادت کرانے کا حقدار اور کوئی نہیں جس سے معلوم ہوا کہ عقل
کیلئے اللہ تعالیٰ کے بغیر اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کا حق نہیں۔''

*****

بائیسواں باب:

خودمعرفت کے بارے میں صوفیاء کا اختلاف

حضرات صوفیاء کرام خودمعرفت کے بارے میں اختلاف رکھتے ہیں یہ کیا چیز ہے اور پھر اس کے اور علم کے درمیان فرق کیا ہے؟ چنانچہ حضرت جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

''اللہ کا یقینی علم آ جانے پر تمہارے اندر جہالت کا ہونا، معرفت کہلاتا ہے۔''

اس پر کسی نے عرض کی کہ کچھ اور بھی بتایئے؟ آپ نے فرمایا۔

''معرفت والا بھی وہی ہے اور وہی ایسا ہے جس کی معرفت ہوئی۔''

اس کے معانی یہ ہیں کہ

''تم اپنی حیثیت میں اسے پہچاننے میں جاہل ہو البتہ تم نے اسے اسی کی حیثیت سے پہچانا ہے۔''

اور یہ ایسے ہی ہے جیسے حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''اصل معرفت یہ ہے کہ تجھے اپنی جہالت کا پتہ چل جائے۔

پھر حضرت سہل رضی اللہ عنہ ہی نے فرمایا۔

''علم، معرفت کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے، عقل، علم کے ذریعے حاصل ہوتی ہے، رہی معرفت تو یہ خود بخود ہوا کرتی ہے۔''

Marfat.com

اس کا مطلب یہ ہے کہ

''اللہ جب بندے کو اپنی پہچان کرا دیتا ہے تو وہ اسے اس کی پہچان کرانے کی وجہ سے پہچان لیتا ہے اور بعد میں اس کے اندر اپنا علم پیدا کرتا ہے چنانچہ وہ معرفت کے ذریعے علم حاصل کرتا ہے اور اس میں اس کے علم پیدا کر دینے کی وجہ سے عقل پیدا ہو جاتی ہے۔''

ایک اور صوفی فرماتے ہیں کہ

''چیزوں کا ظاہری طور پر دکھائی دینا علم ہے اور ان کے باطنی طور پر واضح ہو جانے کی خواہش پر ان کا ظاہر ہو جانا، معرفت ہے۔''

ایک اور صوفی فرماتے ہیں۔

''اللہ نے عام لوگوں کیلئے تو علم کا لفظ بولنا جائز قرار دیا ہے لیکن خاص ولی لوگوں کیلئے معرفت کا لفظ بولنا بہتر جانا ہے۔''

حضرت ابوبکر وراق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

''چیزوں کو ان کی شکلوں اور نشانیوں کے ذریعے پہچاننا، معرفت ہے اور انہیں حقیقی طور پر جاننا، علم کہلاتا ہے۔''

حضرت ابوسعید خزار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

''اللہ کی معرفت یہ ہوتی ہے کہ اللہ کے موجودات کو پیدا کرنے سے پہلے اسے چاہنے کا علم حاصل کر لے اور اللہ کا علم، اس کی طرف سے موجودات کو بنانے کے بعد حاصل ہوتا ہے چنانچہ اللہ کا علم ہونا بہت خفیہ چیز ہے اور اس کی معرفت حاصل کرنے کے مقابلے میں زیادہ مشکل ہے۔''

حضرت فارس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

Marfat.com

''پہچانی جانے والی چیز کی حقیقت کو پورے طور سے پالینا، معرفت کہلاتا ہے۔''

ایک اور صوفی فرماتے ہیں کہ

''اللہ کی عزتوں کے علاوہ ہر عزت کو گھٹیا جاننا اور اس کی عزت کے مقابلے میں کسی اور عزت کو نہ دیکھنا، معرفت کہلاتا ہے۔''

حضرت ذوالنون رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے اپنے پروردگار کو کس طرح پہچانا؟ تو انہوں نے فرمایا۔

''میں نے جب بھی گناہ کا ارادہ کیا اور اسی دوران اللہ یاد آ گیا تو مجھے اس سے شرم آ گئی۔''

آپ نے (اس فرمان میں) اللہ کے قریب ہونے کی پہچان کو اللہ کی پہچان کیلئے راہنما بنایا ہے۔

حضرت علیّان رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ کا اپنے مولا کے ساتھ کیسا حال ہے؟ تو انہوں نے فرمایا۔

''میں نے جب سے اسے پہچانا ہے، اس سے توجہ نہیں ہٹائی۔''

پھر پوچھا گیا کہ آپ نے اسے کب پہچانا؟ انہوں نے فرمایا۔

''جب سے لوگوں نے مجھے دیوانہ کہا۔''

آپ نے اللہ سے اپنی پہچان کی علامت کو اپنے ہاں اس کی عزت کو عظیم قرار دیا۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

''ایسی ذات پاک ہے کہ بندوں کو جس کی پہچان کے موقع پر، پہچان میں ناکامی حاصل ہوتی ہے۔''

*****

Marfat.com

تیئسواں باب:

روح کے بارے میں صوفیاء کے فرمان

حضرت جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"روح ایک ایسی شے ہے کہ جسے وہ خود ہی جانتا ہے اور اس نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو اس کا علم نہیں دیا، اسے بتانے کیلئے صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ وہ موجود ہے۔"

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي (الاسراء: ۸۵)

"یعنی روح میرے رب کا امر ہے۔"

حضرت ابو عبداللہ نباجی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

"روح ایک ایسا جسم ہے جو انسانی حس سے باریک اور چھونے سے مبرا ہے، اس کے بارے میں صرف یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ موجود ہے۔"

حضرت ابن عطا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

"اللہ تعالیٰ نے جسموں سے پہلے روحوں کو پیدا کیا کیونکہ اس نے فرمایا ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ (الاعراف: ۱۱)

Marfat.com

یعنی روحوں کو

ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ (الاعراف:11)

یعنی پھر جسموں کو۔"

ایک اور صوفی فرماتے ہیں کہ:

"روح ایک ایسی نرم چیز ہے جو بینائی کی طرح سخت جسم میں ہوتی ہے اور یہ ایک نرم سا جوہر ہے جو گاڑھے جسم میں ہوتا ہے۔"

اکثر صوفیاء فرماتے ہیں کہ

"روح ایک معنوی چیز ہے جس کی وجہ سے جسم میں زندگی آتی ہے۔"

کچھ اور صوفی فرماتے ہیں۔

"روح ایک پیاری اور پاکیزہ چیز ہے جس کی وجہ سے زندگی پیدا ہوتی ہے جبکہ "نفس" ایک گرم ہوا ہے جس کی وجہ سے حرکتیں، ٹھہراؤ اور خواہشیں پیدا ہوتی ہیں۔"

حضرت قحطبی رضی اللہ عنہ سے روح کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا۔

"یہ کن کے دائرے میں نہیں آتی۔"

وہ اس سے مراد یہ لیتے ہیں کہ یہ صرف زندہ کرنے کا نام ہے جبکہ زندہ ہونا اور کرنا، زندہ کرنے والے کی ایسی خوبیاں ہیں جیسے پیدا ہونا اور کرنا خالق کی خوبیاں ہیں اور جس نے اس سے یہ مراد لی ہے، اس نے اللہ کے فرمان

قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ

کا ظاہری معانی مراد لیا ہے چنانچہ صوفیاء فرماتے ہیں کہ

Marfat.com

''اس کے امر سے مراد اس کی کلام ہے اور اس کی کلام پیدا نہیں
کی گئی۔''

تو گویا وہ یوں کہتے ہیں کہ

''ہر زندہ چیز اس کے فرمان کن کہنے سے زندہ ہے اور یہ روح جسم
میں معنوی طور پر جسم کی طرح داخل نہیں جو مخلوق ہے۔''

حضرت شیخ نے فرمایا کہ

''یہ بات صحیح نہیں، صحیح یہ ہے کہ روح جسم میں ایک معنوی چیز ہے
اور جسم کی طرح ایک مخلوق ہے۔''

*****

Marfat.com

چوبیسواں باب:

فرشتوں اور رسولوں کے بارے میں صوفیاء کے فرمان

اکثر صوفیاء کرام رسولوں کو فرشتوں سے افضل اور فرشتوں کو رسولوں سے افضل کہنے میں خاموش ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ فضیلت صرف اس میں ہوتی ہے جسے اللہ تعالیٰ خود فضیلت و مرتبہ دے، یہ نہ تو جوہر ہونے کی وجہ سے ملتی ہے اور نہ ہی عمل کرنے سے، ان کے نزدیک کسی روایت اور عقل کی بناء پر ایک، دوسرے سے بڑھ کر نہیں البتہ کچھ صوفیاء نے رسولوں کو اور کچھ نے فرشتوں کو افضل قرار دیا ہے چنانچہ حضرت محمد بن فضل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سارے فرشتے، سب مومنوں سے افضل ہیں لیکن مومنوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو فرشتوں سے افضل ہیں۔ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ گویا آپ نے انبیاء علیہم السلام کو فرشتوں سے افضل قرار دیا ہے۔

سارے صوفیاء اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے مرتبوں میں کمی بیشی موجود ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان موجود ہے۔

وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّنَ عَلٰى بَعْضٍ

(الاسراء: ۵۵)

''یہ وہ رسول کہ جن میں سے کچھ نبیوں کو ہم نے دوسرے سے

افضل بنا رکھا ہے۔"

اور فرمایا۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ

(البقرہ: ۲۵۳)

"یہ وہ رسول ہیں کہ جن میں سے کچھ کو ہم نے کچھ دوسروں سے افضل بنایا ہوا ہے۔"

تاہم انہوں نے افضل اور کم مرتبہ والوں کے نام نہیں لئے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ

"انبیاء علیہم السلام میں سے کسی ایک کو فضیلت نہ دو۔"

ہاں حضرت محمد ﷺ کو اس حدیث پاک کی بناء پر افضل قرار دیا ہے کہ

"میں حضرت آدم علیہ السلام کی پوری اولاد میں سے افضل ہوں، حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ دوسرے لوگ میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔"

اور اس کے علاوہ دوسری حدیثیں بھی ملتی ہیں، نیز اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے کہ

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل عمران: ۱۱۰)

"لوگوں کے سامنے تم سب سے بہتر امت ہو۔"

اور جب آپ ﷺ کی امت سب سے بہتر ہے تو لازمی طور پر ان کا نبی بھی سارے انبیاء علیہم السلام سے بہتر ہوگا۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ کی فضیلت پر قرآن کریم میں بہت سی دلیلیں موجود ہیں۔

Marfat.com

انبیاء علیہم السلام بشر سے افضل ہیں:

سارے صوفیاء فرماتے ہیں کہ سارے انبیاء علیہم السلام ہر بشر سے افضل ہیں اور ان میں سے کوئی بھی انبیاء علیہم السلام جیسا نہیں، نہ کوئی صدیق، نہ ولی اور نہ کوئی دوسرا خواہ وہ کتنا ہی قدر و قیمت اور مرتبے والا ہی کیوں نہ ہو چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

"یہ دو شخص (حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم) نبیوں اور رسولوں کے علاوہ اگلے پچھلے سب بوڑھے لوگوں سے افضل ہیں۔"

اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ دونوں حضرات نبیوں کو چھوڑ کر سارے لوگوں سے افضل ہیں۔

حضرت ابو یزید بسطامی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

"صدیقوں کی آخری حد، انبیاء علیہم السلام کے حالوں کی ابتداء ہے اور انبیاء علیہم السلام کی کوئی ایسی آخری حد نہیں جس کا پتہ چل سکے۔"

پھر حضرت سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

"عارفوں کے حوصلے پردوں پر پہنچ کر ختم ہو جاتے ہیں جہاں سر جھکائے ٹھہر جاتے ہیں، پھر اجازت ملتی ہے تو سلام عرض کرتے ہیں جس پر انہیں اللہ کی طرف طاقتور بنا دیا جاتا ہے اور لکھ دیا جاتا ہے کہ وہ بھٹک نہیں سکیں گے جبکہ انبیاء علیہم السلام کے حوصلے عرش کے گردا گرد گھومتے ہیں، انہیں نوری لباس ملتا ہے، پلید کاموں سے چھٹکارا ملتا ہے اور وہ اللہ جبار سے جا ملتے ہیں جو ان کی نفسانی خواہشیں اور مرضی کے کام ختم کر دیتا ہے چنانچہ وہ حوصلے اللہ کی طاقت سے اسی کیلئے کام کرتے ہیں۔"

پھر حضرت ابو یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

Marfat.com

"اگر نبی کی طرف سے مخلوق کے سامنے ایک ذرہ بھی آ جائے تو
عرش سے نچلی مخلوق اس کا مقابلہ نہیں کر سکے گی۔"

پھر فرمایا کہ نبی کے بارے میں مخلوق کی جان پہچان اور علم اس تراوت کی حیثیت رکھتا ہے جو منہ بند مشکیزے کے منہ پر آئی ہوتی ہے۔

کچھ صوفیاء فرماتے ہیں کہ کوئی بھی نبی اللہ کا ہر حکم مان کر اور ہر معاملہ اسی کے سپرد کر کے بھی کمال حاصل نہیں کر سکتا، یہ کام صرف حبیب اور خلیل کا ہے (علیہما السلام) چنانچہ اسی بناء پر اللہ کے قریبی ہو کر اور اس کا حقیقی مشاہدہ کرنے پر بھی وہ یہ کمال حاصل کرنے میں ناکام ہوتے ہیں۔

پھر (اسی سلسلے میں) حضرت ابوالعباس بن عطاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
"رسولوں کا کم سے کم مرتبہ، نبیوں سے اعلیٰ ہوتا ہے، نبیوں کے کم از کم مرتبے بھی صدیقوں سے اعلیٰ ہوتے ہیں، صدیقوں کے کم از کم درجے شہیدوں سے اعلیٰ ہوتے ہیں، شہیدوں کے کم از کم درجے صالحین سے بڑھ کر ہوتے ہیں اور صالحین کے گھٹیا درجے بھی مومنوں سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔"

*****

Marfat.com

پچیسواں باب

انبیاء علیہم السلام کی لغزشوں کے بارے میں صوفیاء کے فرمان

حضرت جنید اور حضرت نوری رضی اللہ عنہم جیسے بڑے صوفی فرمارہے ہیں کہ

''جو کچھ انبیاء علیہم السلام سے ہو جاتا ہے، وہ ظاہری طور پر ہوتا ہے جبکہ ان کے باطن اللہ میں مگن ہوتے ہیں۔''

ان کی دلیل قرآن کریم کی یہ آیت ہے۔

فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا ۝ (طٰہٰ:۱۱۵)

''وہ (حضرت آدم علیہ السلام) بھول گئے لیکن وہ ایسا کام کرنا نہیں چاہتے تھے۔''

صوفیاء بتاتے ہیں کہ عمل اس وقت تک صحیح نہیں کہلاتے جب تک ان سے پہلے کچھ شرطیں اور نیتیں نہ ہوں اور جس سے پہلے شرط اور نیت نہ ہو، وہ کام ہی شمار نہیں ہوتا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں حضرت آدمؑ کے کام کو گنتی ہی میں نہیں لیا۔

فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا

''وہ بھولے اور ہمارے سامنے ان کا یہ کام ہی نہ تھا۔''

صوفیاء فرماتے ہیں کہ اللہ کی ان پر ناراضگی صرف دوسروں کو یہ بات بتانے

Marfat.com

کیلئے ہے کہ وہ خطا کر بیٹھیں تو اللہ سے بخشش کیسے مانگیں۔

کچھ حضرات کوتاہیوں کو صحیح گنتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ کسی کام کو سمجھتے وقت غلطی کھانے سے ہوئیں چنانچہ سب سے بڑھ کر مقام و مرتبہ والے ہونے کی وجہ سے ان پر ناراضگی ہوئی تاہم یہ دوسروں کیلئے ڈانٹ ڈپٹ، انبیاء علیہم السلام کے مرتبوں کی حفاظت تھی اور اس کے ذریعے انہیں صحیح کام کرنے کا گر بتایا گیا۔

کچھ دوسرے صوفیاء نے فرمایا کہ یہ کوتاہیاں بھول چوک اور بے دھیانی کی وجہ سے ہوئیں، صوفیاء نے ان کی یہ بھول اعلیٰ کام کے مقابلے میں کم تر میں کھو جانے کی بناء پر بتائی ہے چنانچہ نبی کریم ﷺ کی نماز میں بھول کو ایسا ہی شمار کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ

''میری نماز میں آنکھوں کی ٹھنڈک رکھ دی گئی ہے۔''

اس میں آپ ﷺ نے بتایا ہے کہ نماز میں وہ چیز تھی جس کی وجہ سے آپ ﷺ کی آنکھوں کو ٹھنڈک ملی، آپ ﷺ نے یوں نہیں فرمایا کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے۔

جس نے ایسی باتوں کو کوتاہی اور گناہ گنا ہے تو اسے چھوٹی موٹی کوتاہیاں بتایا ہے جس پر توبہ ہو سکتی تھی جیسے اللہ تعالیٰ نے صفی اللہ حضرت آدم و حوا علیہما السلام کے بارے میں فرمایا (کہ انہوں نے کہا)۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا (اعراف: ۲۳)

''اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔''

پھر فرمایا۔

فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ○ (طٰہٰ: ۱۲۲)

''تو اس پر اپنی رحمت سے رجوع فرمائی اور اپنے قربِ خاص کی

Marfat.com

راہ دکھائی۔"

اور حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں فرمایا۔

وَظَنَّ دَاوُدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ۝ (ص: ۲۴)

"داؤد علیہ السلام کے ذہن میں آیا کہ ہم نے انہیں آزمائش میں ڈالا ہے تو انہوں نے اپنے رب سے بخشش مانگی اور گریہ زاری کرتے ہوئے سجدے میں گر پڑا۔"

*****

چھبیسواں باب:

اولیاء کی کرامتوں کے بارے میں صوفیاء کے فرمان

سب صوفیاء فرماتے ہیں کہ اولیاء کرام سے کرامتیں ہوا کرتی ہیں اگرچہ وہ معجزات ہی میں شمار ہوتی ہیں جیسے پانی پر چلنا، جانوروں کا بولنا، زمین کا سمٹ جانا اور اصل جگہ کی بجائے چیز کا دوسری جگہ سے ملنا، ان کا ذکر صحیح روایتوں والی حدیثوں میں ملتا ہے، قرآن میں بھی ملتی ہیں جیسے اس آیت میں اس شخص کا واقعہ جس کو علم ملا تھا کہ

أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ ؕ

(النمل: ۴۰)

"آپ کے آنکھ جھپکنے سے پہلے میں اسے (تخت کو) لے آؤں گا۔"

پھر حضرت مریم علیہا السلام کے واقعہ میں جب حضرت زکریا علیہ السلام نے ان سے پوچھا تھا۔

أَنَّىٰ لَكِ هَٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ؕ

(آل عمران: ۳۷)

"یہ تمہارے ہاں کہاں سے آیا، انہوں نے کہا اللہ کے ہاں سے۔"

اور پھر ان دو آدمیوں کا واقعہ ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ٹھہرے ہوئے

Marfat.com

تھے پھر نکلے تو دونوں کے ڈنڈے روشنی کرنے لگے وغیرہ۔

رسول اکرم ﷺ کے دور یا کسی دوسرے دور میں ایسا ہونا جائز ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اگر نبی کے دور میں ہوتا ہے تو یہ اس کو سچا کرنے کی خاطر ہوتا اور جب کسی دوسرے وقت میں ہوگا تو بھی تصدیق ہی کیلئے ہوگا چنانچہ نبی کریم ﷺ کے بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو آواز دینے کے وقت ایسا ہو چکا ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا تھا۔

''اے ساریہ رضی اللہ عنہ بن حصن! پہاڑ کو سنبھالو۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ کے اندر منبر پر تھے جبکہ حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ ایک ماہ کے سفر پر دشمن کا مقابلہ کر رہے تھے۔

ایسے واقعات کے بارے میں کافی روایتیں ملتی ہیں۔

کرامت کے جائز ہونے کا انکار کرنے والے نے اس بناء پر انکار کیا ہے کہ اس سے نبوت کا مقصد فوت ہو جاتا ہے کیونکہ کوئی نبی دوسرے کے سامنے معجزہ ہی کے ذریعے ظاہر ہوتا ہے جسے وہ لاتا ہے تو وہ اس کی تصدیق کرتا ہے لیکن کسی اور سے یہ کام ناممکن ہے چنانچہ اگر کسی دوسرے کے ہاتھوں ظاہر ہو جائے تو اس کے اور معجزہ نہ دکھانے والے کے درمیان فرق نہیں رہے گا اور نہ ہی اس کی سچائی پر کوئی دلیل ہوگی۔

صوفیاء فرماتے ہیں کہ

''یوں تو اللہ تعالیٰ نبی کو بے نبوت لوگوں میں سے علیحدہ کرنے سے ناکام بنے گا۔''

نبوت کا سبب معجزہ نہیں:

حضرت ابوبکر وراق رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ

''کوئی نبی معجزہ کی وجہ سے نبی نہیں ہوتا بلکہ اللہ کے بھیجنے اور وحی

Marfat.com

کی بناء پر ہوتا ہے چنانچہ جسے اللہ بھیج کر اس پر وحی فرمائے، وہ نبی ہوگا خواہ اس کے پاس معجزہ ہو یا نہ ہو اور جسے رسول دعوت دے، اس کا کام مان لینا ہے اگر چہ وہ اسے معجزہ نہ بھی دکھائے، معجزے تو انکار کرنے والوں کے منہ بند کرنے اور سرکش و کافر پر عذاب نازل کرنے کیلئے ہوتے ہیں اور نبی کے بلاوے کو مان لینا اس وجہ سے ضروری ہوتا ہے کیونکہ وہ اسے اللہ کو ایک جاننے، اس سے شریکوں کو دور کرنے اور ایسے کام کرنے کیلئے بلاتا ہے جو عقلی طور پر محال نہ ہوں بلکہ ضروری اور جائز ہوں۔"

اصل میں یہاں دو شخص ہوئے، ایک تو نبی اور دوسرا جعلی نبی، نبی تو سچا ہوتا ہے جبکہ جعلی نبی جھوٹا ہوتا ہے حالانکہ دیکھنے اور بناوٹ میں ایک جیسے ہوتے ہیں۔

سب صوفیاء فرماتے ہیں کہ سچے شخص کو اللہ تعالیٰ معجزہ کی طاقت دیتا ہے لیکن جھوٹے کے پاس وہ کچھ نہیں ہوتا جو سچے کے پاس ہوتا ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کیلئے سچے کو جھوٹے سے الگ کرنا ناممکن ہوگا۔

ہاں اگر کوئی ولی سچا ہے مگر نبی نہیں کیونکہ نبوت کا دعویٰ نہیں کرتا اور نہ ہی جھوٹی اور غلط بات کا دعویٰ کرتا ہے بلکہ صرف حق اور سچی بات کی طرف بلاتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں کرامت دکھاتا ہے تو یہ بات نبی کی نبوت کیلئے حرج نہیں اور نہ ہی اس میں (خدائی دعوے کا) شبہ پیدا کرتی ہے کیونکہ سچا شخص وہی کہتا ہے جو نبی فرماتا ہے اور وہ اسی چیز کی طرف بلاتا ہے جس کی طرف نبی بلاتا ہے چنانچہ اس سے کرامت کا نظر آنا نبی کی طاقت بنتا اور اس کی دعوت کو ظاہر کرنا بنتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کا منہ بند ہوتا اور نبی کی ان چیزوں میں سچائی بنتا ہے جس کی طرف وہ بلا رہا ہوتا ہے وہ تو نبوت کا دعویٰ رکھتا اور اللہ کی توحید کو ثابت کر رہا ہوتا ہے۔

Marfat.com

کچھ صوفیاء اس بات کو جائز سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں کو خود ان میں اور شبہ نہ ڈالنے والی چیزوں میں ایسی چیزیں دکھا دے جو عام طور پر ایسی نہیں ہوتیں، اس سے وہ آہستہ آہستہ گمراہ ہو کر برباد ہو جائے کیونکہ وہ اس میں بڑائی اور تکبر پیدا کر دیں گی اور وہ انہیں اپنی ایسی کرامتیں سمجھیں گے جو انہیں ان کے عملوں کی وجہ سے ملیں اور وہ انہیں اپنے کاموں کا نتیجہ سمجھیں جس کی بناء پر وہ اپنے عملوں کا پرچار کرتے پھریں اور لوگوں پر اپنی برتری دکھائیں، اللہ کے بندوں کو گھٹیا جانیں، اس کی خفیہ تدبیر سے غافل ہو رہیں اور لوگوں کو اکڑ کر دکھائیں۔

رہے اولیاء کرام تو جب ان کے ہاتھوں اللہ کی کرامتوں میں سے کچھ دکھائی دیتا ہے تو وہ زیادہ عاجزی و انکساری کرتے، ڈرتے، اپنے آپ کو گھٹیا بناتے ہیں، اللہ کے ضروری حکموں کو مانتے ہیں جس سے ان کی نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ ان کیلئے زیادہ محنت کرتے ہیں اور اللہ کے دیئے پر شکر کرتے ہیں۔

ایسی چیزیں انبیاء علیہم السلام کے معجزے، ولیوں کی کرامتیں اور دشمنوں کیلئے دھوکہ بنتی ہیں۔

کچھ صوفیاء فرماتے ہیں کہ

"اولیاء سے بے علمی میں کرامتیں ظاہر ہو جاتی ہیں جبکہ انبیاء کے معجزے ہوتے ہیں جنہیں وہ جانتے اور آگے بتاتے ہیں کیونکہ اولیاء کو آزمائش کا ڈر رہتا ہے اور وہ معصوم نہیں ہوتے لیکن انبیاء علیہم السلام کو آزمائش کا اندیشہ نہیں ہوتا کیونکہ وہ گناہوں سے بچے ہوتے ہیں۔"

صوفیاء فرماتے ہیں کہ

"ولی کی کرامت میں دعاء قبول ہو جاتی ہے، مال پورا ہوتا ہے،

Marfat.com

کام میں طاقت ملتی ہے، روزی پوری مل جاتی ہے جس کا ذمہ اللہ تعالیٰ اٹھا لیتا ہے اور یہ وہ چیزیں ہیں جو عام عادت کے خلاف ہوتی ہیں جبکہ نبیوں کے معجزے میں چیز کو نہ ہوتے ہوئے وجود میں لے آنا ہوتا ہے اور وہ چیزوں کی حقیقت بدل دیتے ہیں۔"

کچھ علم کلام (عقائد) والے اور صوفیاء کہتے ہیں ایسے کام لاعلمی میں جھوٹے شخص سے بھی ہو سکتے ہیں مگر اس کا یہ دعویٰ خدائی کا نہ بن سکے جیسے فرعون کے واقعہ میں ہے کہ دریائے نیل اس کے ساتھ چلا اور جیسے نبی کریم ﷺ نے دجال کے بارے میں بتایا کہ وہ کسی شخص کو قتل کر کے زندہ کرے گا اور یہ اس کی خیالی بات ہوگی۔

انہوں نے اس بات کو جائز قرار دیا ہے کہ ان دونوں نے اس چیز کا دعویٰ کیا جو شبہ نہیں ڈالتا کیونکہ ان دونوں کے وجود ظاہر کرتے ہیں کہ وہ اپنے رب ہونے کے دعویٰ میں جھوٹے ہیں۔

صوفیاء ولی کے بارے میں اختلاف رکھتے ہیں کہ کیا وہ اپنا ولی ہونا جانتا ہوتا ہے یا نہیں؟ چنانچہ کچھ حضرات فرماتے ہیں کہ یہ جائز نہیں کیونکہ اس کی جان پہچان اسے آخرت کا خوف بھلا دے گی اور آخرت کے خوف کا نہ ہونا بے خوفی بنتا ہے اور بے خوفی ثابت ہونے پر اس کی عبودیت (بندہ ہونا) ختم ہو جاتی ہے کیونکہ بندہ خوف اور امید کے درمیان ہوتا ہے کیونکہ اللہ فرماتا ہے۔

وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ط (الانبیاء:۹۰)

"وہ ہمیں امید اور خوف کے دوران پکارتے ہیں۔"

صوفیاء کے بڑے مرتبہ والے بزرگ فرماتے ہیں کہ

"ولی کا اپنی ولایت و بزرگی کو پہچاننا ممکن ہے کیونکہ یہ اللہ کی طرف سے بندے کیلئے ایک عزت ہے چنانچہ ممکن ہے کہ وہ ان

کرامتوں اور نعمتوں کو جانتا ہو جس کی بناء پر وہ زیادہ سے زیادہ شکر کرنے کی خواہش رکھے۔''

ولایت کی دو قسمیں:

ولایت دو طرح کی ہوتی ہے، ایک وہ جو انسان کو دشمن کی دشمنی سے بچا کر اس کے دل میں پیار پیدا کرتی ہے اور یوں ہر مومن ولی ہوتا ہے۔ یہ ایسی ولایت ہے کہ اس کی پہچان کرنا لوگوں کیلئے ضروری نہیں اور نہ ہی اس کا ثبوت ان کیلئے ضروری ہے، ہاں عام طور پر پائی جاتی ہے اور یوں کہا جا سکتا ہے کہ

''مومن اللہ کا ولی ہے۔''

دوسری ولایت وہ جس میں ولی کو خاص بنایا جاتا، چنا جاتا اور اپنا بنا لیا جاتا ہے اور یہ وہ ولایت ہے کہ جس کی پہچان ضرور ہوتی ہے اور اس میں موجود بھی ہوتی ہے اور جس کے پاس ہوتی ہے اسے اپنے آپ کو دیکھنے سے بچاتی ہے جس کی وجہ سے وہ تکبر نہیں کر سکتا بلکہ وہ لوگوں میں سے پوری طرح الگ کر دیا جاتا ہے اور وہ یوں کہ وہ دلچسپی سے انہیں دیکھتا ہی نہیں چنانچہ وہ اسے بہکا نہیں سکتے، انسان پر آنے والی آفتوں سے بچا لیا جاتا ہے حالانکہ بشری خواہشیں اس میں اس وقت بھی باقی ہوتی ہیں چنانچہ وہ نفسانی خواہشوں اور مزوں کو ایسا پسند نہیں کرتا کہ وہ اس کے دین میں بگاڑ پیدا کر دیں جبکہ طبیعت میں ان سے دلچسپی موجود ہوتی ہے اور یہ وہ خاص ولایت ہے جو اللہ کی طرف سے بندے کو ملتی ہے اور جسے ایسی ولایت ملے تو دشمن کو اس کے بہکانے کیلئے راہ نہیں ملتی کیونکہ اللہ فرماتا ہے۔

إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَٰنٌ (الحجر: ۴۲)

''میرے بندوں پر تمہارا قابو نہ ہو سکے گا۔''

تاہم ایسا ولی چھوٹے بڑے گناہوں سے بچا ہوا نہیں ہوتا لیکن اگر وہ ان

Marfat.com

دونوں میں سے کوئی گناہ کر لیتا ہے تو اسے خالص توبہ کا موقع مل جاتا ہے البتہ معصوم نبی کیلئے سارے صوفیاء کہتے ہیں کہ بڑا گناہ تو اس کیلئے کسی بھی صورت میں ممکن نہیں البتہ چھوٹا گناہ کچھ کے نزدیک ممکن ہے۔

(یاد رکھئے کہ) آخرت کا خوف ختم ہونا ناممکن نہیں بلکہ جائز ہے: دیکھئے نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کو بتا دیا تھا کہ وہ جنتی ہیں بلکہ دس صحابہ کیلئے جنتی ہونے کا اعلان فرما دیا تھا۔ یہ روایت حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے کی ہے جو خود ان دس میں شامل ہیں اور نبی کریم ﷺ کا یہ اعلان جنت کیلئے سکون اور اطمینان پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے ملنے کا یقین دلاتا ہے جس کی وجہ سے صحابہ میں تبدیلی کا خوف نہیں رہتا بلکہ یقینی طور پر اس کا اندیشہ نہیں رہتا تاہم ایسی روایتیں جن سے جنت کی بشارت پانے والوں کے خوف کھانے کا پتہ چلتا ہے جیسے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان کہ

"کاش میں کھجور ہوتا جسے پرندے نوچ لیتے۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان کہ

"کاش میں تنکا ہوتا، اے کاش میں کچھ بھی نہ ہوتا۔"

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے۔

"میں چاہتا ہوں کاش میں مینڈھا ہوتا، مجھے گھر والے ذبح کر کے میرا گوشت کھاتے اور شوربا پی لیتے۔"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے۔

"کاش میں اس درخت کا ایک پتہ ہوتی۔"

یہ وہ ام المومنین رضی اللہ عنہا ہیں جن کے بارے میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے کوفہ کے منبر پر اعلان فرمایا تھا میں ان کے دنیا و آخرت میں رسول اللہ ﷺ کی بیوی ہونے کا اعلان کرتا ہوں۔

Marfat.com

ان سب کی طرف سے ایسی مثالیں اس خوف کی بناء پر تھیں کہ کہیں ان پر کوئی مشکل وقت نہ آ جائے، اس میں وہ اللہ کو بزرگ جانتے، اس کی شان کی تعظیم کرتے، ڈرتے اور اس بناء پر اس سے شرمندہ ہوتے تھے کہ وہ اس کی مخالفت کے ڈر سے باز رہیں گے خواہ وہ انہیں سزا نہ بھی دے جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا صہیب ایک اچھا آدمی ہے، اگر وہ اللہ کا ڈر نہ رکھتا ہوتا، تب بھی اس کی نافرمانی نہ کرتا یعنی حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے اللہ کی نافرمانی اس کی سزا کے خوف سے نہیں چھوڑی بلکہ انہوں نے اللہ کی عظمت، اس کی شان کی تعظیم اور شرم کی وجہ سے چھوڑی تھی چنانچہ بشارت پانے والے صحابہ کا یہ خوف ان میں تبدیلی ممکن ہو جانے کی وجہ سے نہ تھا کیونکہ یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی کے ہوتے ہوئے ان کی اطلاع میں شک پیدا کرتی ہے جو کفر ہے۔

یہ خوف اس بناء پر نہ تھا کہ دوزخ میں ہمیشہ رہنا تو کیا، انہیں جہنم میں سزا کا خوف نہ تھا کیونکہ انہیں پتہ تھا کہ انہیں اپنے کئے پر جہنم کا عذاب نہ ہوگا کیونکہ ان کے کئے گناہ چھوٹے ہوں گے تو بڑے گناہوں سے یا پھر دنیا میں آنے والی تکلیفوں کی وجہ سے بخش دیئے جائیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھا کہ اسی دوران یہ آیت نازل ہوئی۔

مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ (النساء:۱۲۳)

''جو برائی کرے تو اسے اس کی جزاء دی جائے گی۔''

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''کیا میں تمہیں اپنے اوپر اترنے والی آیت پڑھ کر نہ سناؤں؟''

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بھلا کیوں نہیں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

پڑھ کر سنائی تو معلوم نہیں مجھ پر کیا گزری، بس یوں لگا کہ جیسے میری کمر ٹوٹ گئی ہو، میں لیٹ گیا۔ اس پر آپ ﷺ نے پوچھا۔

''اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! کیا ہوا؟''

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرے والدین آپ ﷺ پر قربان! ہم میں سے ایسا کون ہے جو برائی نہیں کیا کرتا تو کیا ہمیں ہمارے عملوں ہی کی جزاء ملے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔

''اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! رہے تم اور ایماندار لوگ تو تمہیں اس دنیا ہی میں اس کی جزاء دے دی جائے گی تا کہ تم اللہ کے پاس جاؤ تو تمہارا کوئی گناہ نہ ہو لیکن دوسروں کا یہ ہوگا کہ ان کے وہ گناہ اکٹھے ہوتے رہیں گے جن کی جزاء انہیں قیامت کو ملے گی۔''

یا وہ گناہ بڑے ہوں جن پر بہرحال انہیں توبہ کا موقع ملے گا جس کی وجہ سے نبی کریم ﷺ کا انہیں جنت کی بشارت دینا صحیح ثابت ہوگا۔

علاوہ ازیں اس حدیث نے بتایا کہ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ قیامت میں آئیں گے تو ان کے ذمے کوئی گناہ نہ ہوگا چنانچہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ تمہیں کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر پر نظر کرم کی ہو تو اسی بناء پر فرما دیا تھا کہ جو چاہو کرو کیونکہ میں نے تمہارا سب کچھ بخش دیا ہے۔ تاہم اگر لوگوں کی یہ بات مان لی جائے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جنت کی بشارت تو دے دی گئی لیکن یہ بشارت نہیں ملی کہ انہیں سزا نہ ہوگی تو انہیں اس کے باوجود دوزخ کا خوف ہوگا کہ وہ اس میں ہمیشہ نہیں رہیں گے تو اس صورت میں بشارت پانے والے اور دوسرے مومن برابر ہو جائیں گے کیونکہ وہ بہرحال اس سے نکال لئے جائیں گے۔

لہٰذا اگر نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کے باوجود حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما دوزخ

Marfat.com

میں چلے گئے کہ وہ دونوں پہلے اور پچھلے بوڑھوں کے سردار ہوں گے تو پھر حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما بھی جاسکیں گے حالانکہ ان کے بارے میں بھی ارشاد ہے۔

''وہ دونوں جنتی نوجوانوں کے سردار ہوں گے۔''

اور اگر اہل جنت کے سرداروں کا دوزخ میں داخل ہونا اور انہیں عذاب ہونا مان لیا جائے تو دوزخ کے عذاب کے بغیر کوئی شخص جنت میں داخل نہ ہو سکے گا چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

''بلند مرتبوں والے لوگوں کو ان سے نچلے لوگ یوں دیکھیں گے جیسے تم آسمان کے کنارے پر چڑھنے والے ستارے کو دیکھتے ہو اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ایسے ہی بلکہ بڑھ کر لوگوں میں سے ہیں۔''

تو اگر یہ دونوں حضرات اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق دوزخ میں جا کر ذلیل ہوئے تو پھر دوسروں کا حال کیا ہوگا؟ فرمایا۔

''تو جسے دوزخ میں داخل کرنا چاہے تو اسے ذلیل کر دے گا۔''

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بتاتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے تو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما میں سے ایک تو ان کی دائیں طرف تھا اور دوسرے بائیں طرف، اسی دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ

''ہم قیامت کے دن یونہی اٹھائے جائیں گے۔''

اب اگر ان دونوں کا دوزخ میں جانا مانا جائے گا تو تیسرے کا بھی ماننا پڑے گا۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

''میری امت میں ستر ہزار لوگ حساب و کتاب کے بغیر جنت میں

Marfat.com

داخل کئے جائیں گے۔"

جس پر حضرت عکاشہ بن محصن اسدی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ سے دعاء کیجئے کہ وہ مجھے بھی ان میں شمار کرے؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ

"تم انہی میں ہو۔"

جبکہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم تو بہرحال حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ ان کے بارے میں فرما چکے ہیں کہ

"وہ جنت میں اگلے پچھلے سب بوڑھوں کے سردار ہوں گے۔"

تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ان کے دوزخ میں ہونے کی صورت میں حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ حساب وکتاب کے بغیر جنت میں چلے جائیں حالانکہ وہ مرتبہ میں ان دونوں سے کم ہیں۔ یہ تو بہت بڑی غلطی ہے چنانچہ ان روایتوں کی بناء پر ثابت ہوا کہ رسول اکرم ﷺ کی طرف سے انہیں جنتی ہونے کی گواہی کے ہوتے ہوئے ان دونوں کو دوزخ کا عذاب ہونا ناممکن ہے۔ اس سے ان کا محفوظ ہونا ثابت ہو گیا چنانچہ جہاں ان دونوں اور بشارت پانے والے دوسرے حضرات کے بارے میں محفوظ ہونے کی بات کی جائے گی تو یہی بات دوسرے اولیاء کے بارے میں بھی کہی جائے گی۔

اب رہی یہ بات کہ جنت کی بشارت پانے والوں کے علاوہ باقی اولیاء کی پہچان کیسے ہو جبکہ بشارت پانے والوں کو تو یہ بات نبی کریم ﷺ کے بتانے سے معلوم ہو گئی اور دوسروں میں آپ تھے ہی نہیں کہ انہیں بتا دیتے تو ان کی پہچان ان باریکیوں کی بناء پر ہو گی جو وہ صرف اپنے اولیاء ہی کو دیتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ان حالوں کے ذریعے ہو گی جو وہ ان کے دلوں میں ڈالتا ہے اور وہ ان کی ولایت کی نشانی بنتے ہیں یعنی وہ انہیں اپنا بنا لیتا ہے، دوسروں سے نکال کر اپنی طرف کھینچ لیتا ہے، ان کے دلوں کے خیالات دور کر دیتا ہے اور انہیں پیش آنے والی چیزیں ختم کر دیتا ہے بلکہ انہیں کسی

اور کی طرف پھیر دیتا ہے، انہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے، ان کے دلوں کی آنکھیں کھول دیتا ہے اور یہ ایسی چیزیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ ازل میں صرف انہی کیلئے کر چکا جو اس کے خاص اور اپنے بنائے ہوئے تھے جبکہ دشمنوں کے دلوں کے ساتھ ایسا نہیں کرتا چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ

"وہ تم سے زیادہ روزے رکھنے اور زیادہ نمازیں پڑھنے کی بناء پر افضل نہیں بلکہ اس چیز کی وجہ سے افضل ہیں جو ان کے سینے (یا فرمایا دل) میں گھر کئے ہوئے تھے۔"

اور حدیث کا یہی معانی ہے۔

وہ اس بناء پر بھی بے فکر ہوتے ہیں کہ انہیں اپنے دلوں میں اللہ کے کرم اور نعمتیں محسوس ہوتی ہیں، یہ ایک حقیقت ہے اور اس شخص کی طرح دھوکے میں نہیں جیسے اس شخص کیلئے دھوکہ بنے جسے اس نے اپنی نشانیاں دکھائیں تو وہ ان سے کھسک گیا۔

ان کی پہچان یہ بھی ہے کہ حقیقت کی علامتیں دھوکے اور فریب جیسی نہیں ہوسکتیں کیونکہ دھوکے کی علامتیں نظر آتی ہیں اور وہ علامتیں یہ ہیں کہ عادت کے خلاف ایک کام دکھائی دیتا ہے اور دھوکہ کھانے والوں کا اس کی طرف جھکاؤ بھی ہوتا ہے اور وہ اس سے دھوکہ کھاتے ہوئے خیال کرتے ہیں کہ یہ ان کی ولایت اور اللہ کے قریبی ہونے کی نشانیاں ہیں حالانکہ حقیقتاً وہ دھوکہ اور اللہ سے دوری ہوتی ہیں اور اگر یہ ممکن ہوتا کہ وہ اپنے دشمنوں کو درجہ بدرجہ کفر میں دھکیلنے کی طرح اپنے اولیاء کو اپنے خاص بندے بناتا تو یہ بھی ممکن ہوتا کہ اپنے انبیاء سے بھی وہی سلوک کرتا جو اپنے دشمنوں سے کرتا ہے۔

چنانچہ انہیں دور کر دیتا اور اس شخص کی طرح انہیں بناتا جسے اس نے اپنی نشانیاں دکھائیں حالانکہ یہ بات اللہ کے حق میں جائز نہیں اور اگر یہ جائز ہوتا کہ دشمنوں کیلئے ولایت اور خاص ہونے کی نشانیاں ہوتیں اور ولایت کی دلیلیں اس پر دلیل نہ

بنتیں تو پھر اللہ تعالیٰ کے پاس کوئی دلیل نہ رہ جاتی حالانکہ ولی ہونے کی نشانیاں ظاہری خوبصورتی نہیں ہوتیں اور نہ ہی صرف عام عادت کے خلاف کام ہوتی ہیں بلکہ یہ دلوں میں یوں ہوتی ہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ اپنے علم کے مطابق ان میں پیدا کرتا ہے اور انہیں اپنے دلوں میں محسوس نہیں ہوتیں۔

*****

ستائیسواں باب:

ایمان کے بارے میں ان کے فرمان

زیادہ تر صوفی حضرات کے نزدیک ایمان، زبان سے کہنے، عمل کرنے اور نیت میں لانے (یعنی تصدیق) کا نام ہے چنانچہ حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہما کے بزرگوں کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ

"ایمان، زبان سے اقرار کرنے، دل سے ماننے اور ہاتھ پاؤں وغیرہ کے ذریعے عمل کرنے کا نام ہے۔"

صوفیاء فرماتے ہیں کہ بنیادی ایمان، زبان سے اقرار کے ساتھ دل کی تصدیق کا ہونا ہے اور فرض ادا کرنا بعد کا کام ہے۔

وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ایمان ظاہر و باطن میں ہوتا ہے، باطن میں تو ایک ہی چیز ہے جسے دل کہتے ہیں جبکہ ظاہر میں کئی چیزیں ہوتی ہیں۔

سب صوفیاء اس بات پر اکٹھے ہیں کہ ایمان ظاہر میں یوں فرض ہے جیسے باطن میں فرض ہوتا ہے اور اقرار اسی کو کہتے ہیں البتہ یہ ظاہر کے حصول میں سے تھوڑا سا حصہ ہوتا ہے، پورا نہیں ہوتا اور جب باطن کے ایمان کا حصہ پورے ایمان کا حصہ ہوتا ہے تو ضروری ہوتا ہے کہ ایمان کا ظاہر حصہ پورے ایمان کا حصہ ہو اور پورے ایمان کا حصہ فرضوں کو ادا کرنا ہے کیونکہ یہ پورے ظاہر میں ویسے ہی ہوتا ہے جیسے تصدیق پورے باطن سے ہوتی ہے۔

Marfat.com

کیا ایمان گھٹتا بڑھتا ہے؟:

صوفیاء فرماتے ہیں کہ ایمان گھٹتا بڑھتا رہتا ہے اور حضرت جنید و سہل رضی اللہ عنہم وغیرہ قدیم لوگ فرماتے ہیں کہ تصدیق بڑھتی تو ہے لیکن گھٹتی نہیں، اس کا گھٹنا ایمان سے نکال دیتا ہے کیونکہ یہ اللہ کی خبروں اور ڈانٹوں کی تصدیق بنتی ہے جس میں تھوڑا سا شک بھی کفر بن جاتا ہے اور اس میں زیادتی طاقت اور یقین کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ زبانی اقرار گھٹتا بڑھتا نہیں البتہ اعضاء سے عمل کرنا ضرور گھٹتا بڑھتا ہے۔

ایک صوفی نے فرمایا ہے کہ ''المومن'' اللہ تعالیٰ کا نام ہے جیسے وہ فرماتا ہے۔

السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ (الحشر:۲۳)

تو وہ ایمان کی وجہ سے مومن کو اپنے عذاب سے امن دیتا ہے اور مومن جب اقرار کرتے ہوئے تصدیق کر کے فرض کام کرتا ہے، روکے ہوئے کاموں سے رک جاتا ہے تو اللہ کے عذاب سے امن میں ہو جاتا ہے اور جو ان میں سے کوئی بھی کام نہیں کرتا، وہ دوزخ میں ہمیشہ رہے گا تاہم جو اقرار کے ساتھ تصدیق کرتے ہوئے عمل میں کوتاہی کرے تو ہو سکتا ہے کہ اسے ہمیشہ کا عذاب نہ ہو چنانچہ یہ شخص ہمیشہ کے عذاب سے بچا ہو گا لیکن عذاب سے بچا نہ ہو گا چنانچہ اس کا بچا رہنا ناقص ہو گا، کامل نہ ہو گا جبکہ ان سب پر عمل کرنے والا پورا محفوظ ہو گا، ناقص نہ ہو گا جس سے ثابت ہوا کہ اس کے امن میں کمی ایمان میں کمی کی وجہ سے ہے کیونکہ پورا امن پورے ایمان ہی سے ہو سکتا ہے اور حضور نبی کریم ﷺ نے واجب میں کوتاہی کرنے والے کو ضعیف فرمایا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا کہ

''وہ سب سے کمزور ایمان والا ہے۔''

اور یہ ایسا شخص ہوتا ہے جو بری چیز دیکھتا ہے تو ظاہر کی بجائے اسے دل میں

Marfat.com

برا جانتا ہے چنانچہ آپ ﷺ نے بتا دیا ظاہر کی بجائے باطن کا ایمان کمزور ایمان ہے۔

سرکارِ عالم ﷺ نے ایمان کی خوبی کامل ہونا بھی بتائی ہے چنانچہ فرمایا:

"مومنوں میں سے ایمان لانے کے لحاظ سے کامل وہ شخص ہے
جس کی ہر عادت اچھی ہو۔"

اور یہ عادتیں ظاہر و باطن میں ہوتی ہیں چنانچہ جس میں یہ سب موجود ہوں، اسے کامل کہا جاتا ہے اور جس میں ساری نہیں، وہ ضعیف کہلاتا ہے۔

کچھ صوفیاء فرماتے ہیں کہ ایمان میں زیادتی اور نقصان خوبی کی وجہ سے شمار ہوتا ہے، ایمان خود کم وبیش نہیں ہوتا چنانچہ اس کی زیادتی یہ ہے کہ عمدہ، اچھا اور طاقت والا ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو ناقص کہلاتا ہے خود کم وبیش نہیں ہوتا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ کامل لوگ بہت سارے ہوئے ہیں لیکن عورتیں صرف چار ہوئی ہیں جو حضرت سیدہ مریم، حضرت سیدہ فاطمہ، حضرت سیدہ خدیجہ اور حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہن اور باقی عورتوں میں کمی ان کی ذاتوں کے لحاظ سے نہیں بلکہ خوبیوں کے لحاظ سے ہے کیونکہ آپ ﷺ نے انہیں عقل اور دین کے لحاظ سے ناقص فرمایا ہے چنانچہ دین کی کمی بتاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ ماہواری کے دنوں میں نماز اور روزے چھوڑتی ہیں۔ دین سے مراد اسلام ہے، وہ اور ایمان ان حضرات کے نزدیک ایک ہی چیز ہیں جو عمل کو ایمان میں شامل نہیں کرتے۔

ایک بڑے صوفی سے پوچھا گیا کہ ایمان کسے کہتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ ایمان اللہ کی طرف سے ہوتا ہے، بڑھتا گھٹتا نہیں مگر انبیاء کا ہو تو بڑھتا ہے گھٹتا نہیں ہے اور دوسروں کا بڑھتا گھٹتا رہتا ہے چنانچہ

"اللہ کی طرف سے ہے اور بڑھتا گھٹتا نہیں۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان اللہ کی ایک خوبی ہے جو اس میں پائی جاتی ہے

Marfat.com

چنانچہ وہ ارشاد فرماتا ہے۔

السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ

اور اللہ کی خوبیاں گھٹا بڑھا نہیں کہلاتیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ کی طرف سے ایمان، وہی ہو جسے اس نے اپنے قدیم علم میں بندے کی قسمت میں لکھ دیا، وہ اس کے ظاہر ہونے پر بڑھتا نہیں اور نہ ہی اس سے گھٹتا ہے جو اس کے علم میں آ چکا اور قسمت میں لکھا جا چکا۔

انبیاء علیہم السلام طاقت، یقین اور غیبی چیزوں کے حالات دیکھنے کی وجہ سے ایمان میں زیادتی والے ہوتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَ كَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ۝ (الانعام: ۷۵)

''اور یونہی ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں کو اپنی بادشاہی دکھائی تاکہ وہ یقین رکھنے والوں میں شامل ہو جائیں۔''

جبکہ باقی لوگوں کے باطن میں طاقت اور یقین ہونے کی وجہ سے بڑھتا ہے اور فرضوں میں کمی اور روکے کام کرنے سے ایمان سے تعلق والی چیزوں میں گھٹ جاتا ہے جبکہ انبیاء علیہم السلام روکے کام کرنے سے معصوم ہوتے ہیں اور فرضوں میں کمی کرنے سے محفوظ ہوتے ہیں چنانچہ حقیقی ایمان میں ناقص نہیں کہلاتے۔

*****

اٹھائیسواں باب:

ایمان کی حقیقتوں کے بارے میں صوفیاء کے فرمان

ایک شیخ فرماتے ہیں کہ ایمان کی چار حقیقتیں ہوتی ہیں توحید بلاحد (اگلے پچھلے ہر وقت میں اللہ کو ایک جاننا، ذکر بلابت (رکے بغیر یاد کرنا)، حال بلاوقت اور وجد بلا وقت۔

''حال بلاوقت'' کا معانی یہ ہے کہ اس کی خوبی ہی اس کا حال ہو چنانچہ جب بھی وہ کوئی اعلیٰ حال بنائے تو وہ اس میں موجود ہو اور ''وجد بلاوقت'' کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر وقت حق کا مشاہدہ کرے۔

ایک صوفی فرماتے ہیں کہ جس کا ایمان صحیح ہوتا ہے وہ دنیا اور اس کی کسی چیز پر نظر نہیں ڈالتا کیونکہ ارادے کی برائی اللہ تعالیٰ کی پہچان میں کمی آجانے کی وجہ سے ہوتی ہے۔

ایک اور صوفی فرماتے ہیں کہ سچے ایمان کی نشانی اللہ کو عظیم بنانے سے ہوتی ہے جس کی وجہ سے اسے اللہ سے حیاء آنا شروع ہو جاتی ہے۔

کہتے ہیں کہ مومن کا سینہ اسلام کے نور کی وجہ سے کھلا ہوتا ہے، اس کا دل اپنے رب میں مگن ہوتا ہے، دل اپنے رب کو دیکھتا، عقل صحیح ہوتی ہے، اپنے رب سے پناہ مانگتا ہے، اس کا قریبی ہونے کی وجہ سے جل رہا ہوتا ہے اور اس کی دوری پر تڑپتا ہے۔

Marfat.com

ایک اور صوفی فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان یہ ہے کہ اس کے معبود ہونے کو دیکھے۔

حضرت ابو القاسم بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایمان وہ ہے جو تمہیں اللہ کی طرف لے جا کر اور اس کے ساتھ اکٹھا کرے، حق تعالیٰ ایک ہے اور مومن بالکل اکیلا ہوتا ہے، جو شخص دنیاوی چیزوں کے پیچھے چلنا چاہے گا، اسے اس کی نفسانی خواہشیں ادھر ادھر لے جائیں گی اور جو اپنی خواہش پر اللہ سے بچھڑے گا، خواہش کے مطابق کام کرے گا، مرضی پر چلے گا تو حق تعالیٰ اس سے چھوٹ جائے گا، کیا تم نے کبھی دیکھا نہیں کہ اس نے دل کے ہر کھٹکے اور جھاتی پر ضروری حکم کو بار بار کرنے کا حکم دیا ہے چنانچہ فرمایا ہے۔

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

(النساء: ۱۳۶)

"اے ایمان والو! ایمان لاؤ۔"

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ

"میری امت میں یہ شرک اندھیری رات میں چٹیل پتھر پر رینگنے والی چیونٹی سے بھی کم نظر آتا ہے۔"

نبی کریم ﷺ نے فرمایا

"دینار کا بندہ بدبخت ہے، درہم کا بندہ بدبخت ہے، پیٹ کا بندہ بدبخت ہے، شرمگاہ کا بندہ بدبخت ہے اور سیاہ و سفید چوغہ کا بندہ بدبخت ہے۔"

خود میں نے اپنے ایک شیخ سے ایمان کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ تم اللہ کے بلاوے پر پورے کے پورے قبول کرنے والے بنو اور

Marfat.com

ندرونی طور پر اللہ سے منہ موڑنے کے کھٹکے کو دور کر دو کیونکہ اس سے تم اس کی ہر چیز دیکھ سکو گے اور اس سے ہٹ جاؤ گے جو اس کی ہے ہی نہیں۔

اسی ایمان کے بارے میں دوبارہ پوچھنے پر فرمایا: ایمان، اسے کہتے ہیں کہ جس کی ضد (کفر) پر چلنا ناممکن ہو۔ اللہ کے فرمان

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

کے حقیقی معانی بتاتے ہوئے فرمایا یعنی اللہ اس میں کیسے خطاب فرما رہا ہے۔

''اے میرے پسندیدہ بندو! میری پہچان رکھنے والو!، میرے قریبی بننے والو! اور میرا مشاہدہ کرنے والو!۔''

کچھ صوفیاء نے ایمان اور اسلام کو ایک ہی قرار دیا ہے لیکن کچھ نے الگ الگ شمار کیا ہے چنانچہ الگ الگ کہنے والے نے یوں فرق کیا: اسلام عام ہے اور ایمان خاص (لفظ) ہے۔

کچھ کہتے ہیں کہ اسلام ظاہر ہے اور ایمان باطن ہے۔

کچھ نے فرمایا کہ ایمان کسی چیز کی حقیقت تک پہنچنے اور عقیدہ رکھنے کا نام ہے جبکہ اسلام عاجزی اور بچھ جانے کو کہتے ہیں۔

کچھ یوں فرماتے ہیں کہ توحید ایک راز ہے جس کا مطلب اللہ کو اپنی پہنچ سے دور سمجھنا ہے جبکہ معرفت ایک نیکی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ تم دل کی صفائی سے اسے پہچانو، ایمان دل کو اندرونی حفاظت اور نیکی پہچاننے پر لگاتا ہے جبکہ اسلام (اللہ کی طرف سے) حکم کی گئی ہر چیز کو حق کے ساتھ قائم دیکھو۔

*****

Marfat.com

انتیسواں باب:

شریعت کے مذہبوں کے بارے میں صوفیاء کے فرمان

صوفیاء کرام فقیہہ حضرات کے اختلافی مسئلوں میں اپنے لئے سب سے زیادہ احتیاط والا اور پختہ پہلو لیتے ہیں اور ممکن حد تک دونوں طرح کے فقیہوں کے مسائل پر عمل کی کوشش کرتے ہیں، انہیں درست قرار دیتے ہیں اور ان میں کوئی بھی دوسرے پر اعتراض نہیں کرتا، ان کے نزدیک ہر اجتہاد کرنے والا درست راہ پر ہوتا ہے اور ہر وہ شخص جو شریعت کے کسی مذہب کو یقینی سمجھتا ہو اور وہ اس کے نزدیک یوں صحیح ہو کہ کتاب وسنت کے مطابق ہو اور وہ ان سے مسئلے نکال سکتا ہو تو وہ اس اعتقاد کی وجہ سے درست قرار پاتا ہے لیکن جو اجتہاد کے قابل نہ ہو تو وہ اس فقیہ کا قول لے لیتا ہے جس نے پہلے فتویٰ دیا اور اس کے ذہن میں وہ اس سے زیادہ علم والا ہو اور جس کا قول دلیل بنتا ہو۔

صوفیاء نماز کو جلدی پڑھنے پر اتفاق کرتے ہیں اور یہ چیز مقرر وقت کا یقین ہونے پر بھی ان کے ہاں افضل شمار ہوتی ہے اور وہ فرض نمازوں کے واجب ہو جانے پر انہیں فوراً ادا کرنا پسند کرتے ہیں، وہ مجبوری کی وجہ سے کوتاہی، ڈھیل اور کمی کرنے سے کام نہیں لیتے، سفر کے دوران قصر (مختصر کرنا) نماز پر یقین رکھتے ہیں پھر جو صوفی

Marfat.com

لگا تار سفر میں ہو اور اس کا کوئی ٹھکانہ نہ ہو تو وہ پوری نماز پڑھتا ہے، سفر کے دوران روزہ چھوڑ دینا جائز سمجھتے ہیں، ان کے نزدیک حج کی استطاعت (توفیق) کسی بھی طریقے سے ممکن ہونا ہے، وہ صرف کھانے پینے اور سواری کی شرط نہیں لگاتے چنانچہ حضرت ابن عطاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ استطاعت دو قسم کی ہوتی ہے، ایک حال اور ایک مال چنانچہ جس کی ایسی حالت نہ ہو جو اسے اٹھانے کا سبب بنے اور وہاں پہنچانے کیلئے مال نہ ہو تو اس پر فرض نہیں ہوتی۔

*****

Marfat.com

تیسواں باب:

کاروباروں کے بارے میں فرمان

سب صوفیاء فرماتے ہیں کہ فنکاری، تجارت اور کھیتی باڑی وغیرہ جیسے سارے کاروبار جائز ہوتے ہیں مگر ایسے جنہیں شریعت نے جائز قرار دیا ہے لیکن کاروبار کرتے وقت خبردار رہے، ثابت قدمی دکھائے اور شبہ والی چیزوں سے بچے۔ ان کے ہاں ایسے کاروبار ایک دوسرے کا تعاون، طمع ختم کرنے، دوسروں میں مال تقسیم کرنے اور پڑوسیوں پر مہربانی کرنے کیلئے ہوتے ہیں تاہم کاروبار کرنا اس شخص پر لازم ہے جس کے ساتھ کوئی اور بندھا ہوا ہے جس کا اسے فرض (روزی وغیرہ) ادا کرنا ہے۔

حضرت جنید رضی اللہ عنہ کے مطابق کاروبار کیلئے پہلے والی شرط لازم ہے اور یہ وہی طریقہ ہے جیسے اللہ کے قریب کرنے والے عمل کئے جاتے ہیں۔ بندے کو ان کے لئے وہی طریقہ اپنانا چاہئے جیسے نفل ادا کرتا ہے، ایسے طریقے نہ کرے کہ اس کے ذریعے روزی چھین لی جائے اور نفع حاصل کیا جائے۔

حضرت جنید رضی اللہ عنہ کے علاوہ کاروبار کرنا ایک شخص کیلئے صرف جائز ہے، اس پر واجب نہیں البتہ اس کے اللہ پر بھروسہ کو برا نہیں کہا جا سکتا اور نہ ہی اس کے دین میں فرق پڑتا ہے جبکہ اللہ کے جاری کاموں میں لگے رہنا بہت بہتر اور زیادہ حق رکھتا ہے اور جب توکل صحیح ہو اور اللہ پر بھروسہ ہو تو کاروبار سے بچنا زیادہ بہتر ہے۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بھروسہ کرنے والے کیلئے کاروبار کرنا صرف سنت پر چلنا بنتا ہے اور دوسرے لوگوں کیلئے ایک دوسرے کی مدد بنتا ہے۔

Marfat.com

یہ وہ فرمان ہیں جن کی ہم تحقیق کر چکے ہیں اور جو ہمارے نزدیک صوفیاء کے مذہب پر صحیح ہیں، ان کے یہ قول ان حضرات کی کتابوں سے لئے ہیں جن کے نام ہم شروع میں بتا چکے ہیں اور جنہیں ہم نے ان پختہ لوگوں سے سنا ہے جو ان کے اصولوں کو سمجھتے اور ان کے مذہبوں کی حقیقت سے واقف ہیں اور جنہیں ہم نے ان کی کلاموں کے اشاروں اور رمزوں سے سمجھا ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ یہ سب کچھ ان کے اس لکھے کے مطابق نہیں جسے ہم نے نقل کیا ہے چنانچہ ہماری بتائی ہوئی زیادہ تر دلیلیں ایسی ہیں ہماری طرف سے ہیں اور یہ ان کا خلاصہ ہیں جسے ہم نے ان کی کتابوں اور رسالوں سے لیا ہے اور جو شخص ان کی کلاموں میں غور کرے گا اور ان کی کتابوں کو پرکھے گا، اسے ہمارے بتائے کی سچائی کا پتہ چل جائے گا چنانچہ اگر ہم بات کو لمبا اور زیادہ لکھنا برا نہ جانتے ہوتے تو ہم کھل کر یا اشارے کرتے ہوئے ان کی کتابوں سے ان کی کلاموں کی وہ جگہیں بتا دیتے جہاں سے ہم نے انہیں نقل کیا ہے کیونکہ یہ سب کچھ کھلے طور پر ان کی کتابوں میں لکھا نہیں ملے گا۔

اب ہم ان کے خاص قول اور صرف وہ الفاظ بتائیں گے جو صرف وہی لوگ بولتے ہیں اور ان علموں کا ذکر کریں گے جن کی وجہ سے وہ پہچانے جاتے ہیں اور وہ چیزیں بتائیں گے جن کے بارے میں وہ گفتگو کرتے رہتے ہیں اور جہاں تک ممکن ہوگا ان میں سے کچھ کی وضاحت کر دیں گے۔

اس پر ہم اللہ کی مدد چاہتے ہیں کیونکہ بلند مرتبہ اور عظیم اللہ کو چھوڑ کر نہ کوئی کہیں جا سکتا ہے اور نہ اس کی کسی میں طاقت پائی جاتی ہے۔

*****

Marfat.com

اکتیسواں باب:

صوفیاء کے وہ علوم جنہیں وہ علومِ حال کہتے ہیں

میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں، یاد رہے کہ صوفیاء کے علوم ان میں پیدا والے احوال کے علوم ہیں اور یہ احوال عمل کرنے پر پیدا ہوتے ہیں اور یہ صحیح اعمال والے لوگوں ہی میں پائے جاتے ہیں اور اپنے عملوں کو صحیح کرنے کا پہلا طریقہ یہ ہے کہ اس کے علوم کو پہچانے اور ان کے لئے شرعی حکموں یعنی فقہ کے اصول کو جاننا ضروری ہے، پھر فقہ کی شاخیں یعنی نماز، روزہ اور سارے فرضوں بلکہ معاملات یعنی نکاح، طلاق، خرید وفروخت اور ان سارے کاموں کا کرنا علم ہونا چاہئے جو اللہ نے لازم کرتے ہوئے حکم دیئے اور وہ ایسے ہیں کہ ان کے بغیر گزارہ نہیں کیونکہ ان کا تعلق انسان کی زندگی گزارنے سے ہے اور یہ ایسے علم ہیں کہ جن کا سیکھنا اور ان پر عمل کرنا ضروری ہے۔

اس سلسلے میں سب سے پہلی چیز جو صوفی بندے کے لئے کرنا ضروری ہے، یہ ہے کہ وہ پوری محنت سے علم حاصل کرے اور جہاں تک ممکن ہو، اس کی طبیعت برداشت کرتی ہو اور سمجھنے کی طاقت رکھتا ہو، پوری طرح سے سیکھے لیکن اس سے پہلے توحید اور معرفت کا علم پختہ کرلے جس کیلئے قرآن وحدیث اور صالحین کے اتنے اکٹھ کو سامنے رکھے کہ جس سے اسے اہل سنت و جماعت کے صحیح طریقے پر چلنے کا یقین ہو جائے اور اگر اس سلسلے میں اسے گنجائش ملے اور وہ ان شبہوں کو دور کر سکے جو دل میں

Marfat.com

کھٹکتے اور دیکھنے میں آتے ہیں تو بہت اچھا ہو گا اور اگر یہ سب کچھ سیکھنے کے بعد وہ برے کھٹکوں سے منہ پھیر لے اور اس جھگڑالو سے بچے اور دور ہو جائے جو اس سے جھگڑتا اور بحث وتکرار کرتا ہے تو پھر انشاءاللہ اس کے پاس سب کام کرنے کی گنجائش ہو گی اور اپنے علم پر عمل کرنے میں مصروف ہو جائے۔

علم حکمت:

ایک صوفی پر سب سے پہلے لازم ہے وہ نفس کی خرابیاں جانے پہچانے، انہیں درست کرے اور اس کی عادتیں سنوارے، دشمن (شیطان) کے مکر وفریب پر نظر رکھے، دنیا کے فتنوں کی خبر رکھے اور ان سے بچنے کی راہیں نکالے۔ اسے ”علم حکمت“ کہتے ہیں۔

علم معرفت:

جب اس کا نفس فرض ادا کرنے پر لگ جائے، سدھر جائے اور اللہ کے کاموں کا طریقہ یوں سمجھے کہ اپنے اعضاء کو لگام ڈالے، خیالات پر نظر رکھے اور ہوش و حواس سنبھالے تو وہ اس کی عادتوں کو درست کر سکے گا، اس کی ظاہری حالت کو درست کر سکے گا، نفس کی خواہشوں سے الگ ہو سکے گا، وہ دنیا سے ہٹ جائے گا اور اس سے منہ موڑ لے گا اور پھر دل کے کھٹکوں پر نظر رکھ کر دل میں آنے والی چیزیں پاک کر سکے گا، یہ علم معرفت ہے۔

اس کے بعد علوم خواطر، علوم مشاہدات اور علوم مکاشفات آتے ہیں اور یہی وہ علوم ہیں جن کا تعلق ”علم اشارہ“ سے ہے جو صرف صوفیاء کے پاس ہوتا ہے اور یہ ہمارے بتائے ہوئے سارے علوم کو حاصل کرنے کے بعد ملتا ہے۔

علم اشارہ اور وجہ تسمیہ:

انہیں علم اشارہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ دلوں کے مشاہدے اور اندرونی مکاشفے

Marfat.com

کسی بھی صورت میں بیان کرنے ممکن نہیں بلکہ ان کیلئے اس مقام سے نیچے اترنا اور عشق الٰہی میں جل جانا ہوتا ہے اور پھر انہیں وہی سمجھ سکتا ہے جو ان میں ہر حال میں ہو اور ایسے ہر مقام میں اتر چکا ہو۔

(دیکھئے) حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کے مطابق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں۔

"ایک وہ علم بھی ہے جو چھپے خزانے کی طرح ایک راز ہوتا ہے،
اسے صرف وہی جانتے ہیں جنہیں اللہ کی معرفت ہوتی ہے اور
جب صوفیاء اس کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں تو انکار صرف
وہی کرتا ہے جو اللہ کی معرفت میں دھوکہ کھاتا ہے۔"

پھر حضرت عبدالواحد بن زید رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے "علم باطن" کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے اس کے بارے میں پوچھا تھا جبکہ انہوں نے اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا جنہوں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں نے علم باطن کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے پوچھا تو اس نے فرمایا کہ

"یہ میرا ایک راز ہے جسے میں اپنے کسی خاص بندے کے دل
میں ڈالتا ہوں اور میری مخلوق میں سے کوئی بھی شخص اس سے
واقف نہیں ہے۔"

حضرت ابوالحسن بن ابوذر رضی اللہ عنہ اپنی کتاب "منہاج الدین" میں بتاتے ہیں کہ انہیں حضرت شبلی رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں یہ شعر سنائے۔

عِلْمُ التَّصَوُّفِ عِلْمٌ لَا نَفَادَ لَهُ
عِلْمٌ سَنِيٌّ سَمَاوِيٌّ رَبُوبِيٌّ

Marfat.com

فِيْهِ الْفَوَائِدُ لِلْاَرْبَابِ يَعْرِفُهَا
اَهْلُ الْجَزَالَةِ وَالصُّنْعُ الْخُصُوصِيُّ

''علم تصوف وہ علم ہے جو ختم ہونے کا نہیں، یہ آسمانی اور ربانی عظیم علم ہے۔ اس میں تصوف والوں کیلئے ایسے فائدے ہیں جنہیں صرف وہی لوگ جانتے ہیں جن کی عقل مضبوط ہوتی ہے اور تصوف میں ماہر ہوتے ہیں۔''

اور پھر یہ بھی یاد رکھئے کہ ہر مقام کیلئے ایک ابتداء اور ایک انتہاء ہوتی ہے اور ان کے درمیان کئی طرح کے حال ہوتے ہیں اور ہر مقام کیلئے علم کی ضرورت ہے کیونکہ ہر حال کی طرف اشارہ ہوتا ہے، ہر مقام میں نفی و اثبات ہوتا ہے اور ایسا ممکن نہیں کہ جو بھی چیز ایک مقام میں موجود نہیں تو وہ اس سے پہلی میں بھی موجود نہ ہو اور نہ ہی یوں ہو سکتا ہے کہ جو کچھ اس میں موجود ہے، وہ اس کے علاوہ میں بھی موجود ہو۔

اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ کی ایسی ہی یہ روایت ملتی ہے۔

''جس میں امانت نہیں، وہ ایماندار نہیں ہوتا۔''

اَحْسَنُ مَا اَظْهِرُهُ وَنُظْهِرُهُ
بَادِئُ حَقٍّ لِلْقُلُوْبِ نَشْعُرُهُ
يُخْبِرُنِيْ عَنِّيْ وَعَنْهُ اُخْبِرُهُ
اَكْسُوْهُ مِنْ رَوْنَقِهٖ مَا يَسْتُرُهُ
عَنْ جَاهِلٍ لَا يَسْتَطِيْعُ يَنْشُرُهُ
يُفْسِدُ مَعْنَاهُ اِذَا مَا يَعْبُرُهُ

Marfat.com

فَلَا يُطِيقُ اللَّفْظَ بَلْ لَا يَعْشُرُهُ
ثُمَّ يُوَافِي غَيْرَهُ فَيُخْبِرُهُ
فَيُظْهِرُ الْجَهْلَ وَتَبْدُو زُمَرُهُ
وَيَدْرُسُ الْعِلْمُ وَيَعْفُوا اَثَرُهُ

اس میں آپ نے ایمان امانت کی نفی کی ہے، ایمان عقیدہ کی نہیں اور جن سے بات کی گئی ہے، وہ اسے جانتے ہیں کیونکہ وہ مقام امانت پر پہنچ چکے تھے یا اس سے گزر کر آگے جا چکے تھے اور رسول اکرم ﷺ نے انہیں دیکھتے ہوئے انہیں یہ مقام بتا دیا تھا لیکن ایسا شخص جو سننے والوں کے حالوں پر نظر نہ رکھتا ہو اور مقام سے گزر چکا ہو، اس کی نفی بھی کرے اور برقرار بھی رکھے تو ہوسکتا ہے کہ سننے والوں میں کوئی ایسا بھی ہو جو اس مقام تک نہ پہنچا ہو اور بولنے والا جس چیز کی نفی کر چکا ہو، اسے سننے والے کے مقام میں ثابت کرے تو سننے والے کے ذہن میں فوراً یہ بات آجائے گی کہ اس نے ایسی چیز کی نفی کر دی ہے جسے علم ثابت کر رہا ہے چنانچہ وہ اس کے کہنے والے کو غلط قرار دے گا یا یہ کہے گا کہ اس نے نئی بات گھڑ لی ہے اور ہوسکتا ہے کہ وہ اسے کافر بنا دے۔''

تصوف کے خاص الفاظ اور ان کی وجہ:

اور جب ایسا ہے تو ان صوفی لوگوں نے اپنے علموں میں خاص معنوں کیلئے اپنے الفاظ بنا لئے ہیں جنہیں وہ آپس میں جانتے ہیں اور انہیں بولتے وقت رمز سے کام لیتے ہیں جنہیں تصوف والا تو جانتا ہے لیکن اس سننے والے سے پوشیدہ ہوتے ہیں

Marfat.com

جو اس مقام میں نہیں آیا تو ایسی صورت میں یا تو وہ بولنے والے کے بارے میں اچھا گمان رکھتا ہوگا چنانچہ اسے قبول کرلے گا اور شرمندہ ہو کر کہے گا کہ خود میں اسے سمجھ نہیں سکا، یا پھر اس کے بارے میں بدگمان ہوگا اور اسے بیوقوف بنانے کے ساتھ ساتھ بے مقصد بات چیت والا بنائے گا چنانچہ ایسے موقع پر ایک سچی بات کو رد کرنے اور اس کا انکار کرنے کی بجائے اسی لئے یہی طریقہ بہتر ہوگا۔

علم کلام (عقیدہ) کے ماہر کسی عالم نے حضرت ابو العباس بن عطاء رضی اللہ عنہ سے کہا اے صوفیو! تمہیں کیا ہو گیا کہ تم نے ایسے الفاظ نکال لئے ہیں جو سننے والوں کو بھول بھلیوں میں ڈال دیتے ہیں اور یوں تم عام زبان سے ہٹ گئے ہو؟ کیا تم ایسے الفاظ کے معنے چھپانا چاہتے ہو یا پھر اپنے مذہب کی خامیوں پر پردہ ڈالنا چاہتے ہو؟

اس پر حضرت ابو العباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم نے ایسا صرف اس لئے کیا ہے کہ ہمیں اس علم کی عزت ہے چنانچہ ہم اس پر غیرت کھاتے ہیں تاکہ ہمارے علاوہ اسے کوئی دوسرا حاصل نہ کر سکے اور پھر فوراً یہ شعر پڑھ دیئے۔

إِذَا أَهْلُ الْعِبَارَةِ سَاءَ لُوْنَا
أَجَبْنَاهُمْ بِأَعْلَامِ الْإِشَارَةْ
نُشِيْرُ بِهَا فَنَجْعَلُهَا غُمُوْضًا
تُقَصِّرُ عَنْهُ تَرْجَمَةُ الْعِبَارَةْ
وَنَشْهَدُهَا وَتَشْهَدُنَا سُرُوْرًا
لَهُ فِيْ كُلِّ جَارِحَةٍ إِثَارَةْ
تَرَى الْأَقْوَالَ فِي الْأَحْوَالِ أَسْرَى
كَأَسْرِ الْعَارِفِيْنَا ذَوِي الْخَسَارَةْ

Marfat.com

"وہ بہتر چیز جو اللہ نے بتائی اور جسے ہم آگے بتاتے ہیں، وہ حق تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کے دلوں پر واضح ہوئی اور ہم اسے سمجھتے ہیں۔
وہ مجھے میری حقیقت بتاتا ہے اور اس کو میں آگے بتاتا ہوں، میں اسے بتانے کیلئے الفاظ کا ایسا لباس پہناتا جو اسے جاہل شخص سے چھپا لے تاکہ وہ اسے آگے نہ پھیلا سکے اور اسے بیان کرتے وقت معانی بگاڑ نہ دے۔
وہ معانی لفظ کے مطابق بلکہ اس کا دسواں حصہ بھی نہیں ہوتا چنانچہ وہ فوراً کسی کے پاس پہنچ کر اسے بتاتا ہے تو اس کی جہالت کا پتہ چل جاتا ہے اور پھر علم کی رمز سامنے آ جاتی ہے، یہاں علم ختم ہو جاتا ہے بلکہ اس کا نام ونشان نہیں رہتا۔
جب لوگ ہم سے کوئی معانی پوچھتے ہیں تو ہم اشارے کی زبان میں انہیں جواب دیتے ہیں۔ ہم اشارہ سے کام لیتے ہوئے انہیں مشکل بنا دیتے ہیں اور عبارت کا ترجمہ انہیں پورا واضح نہیں کرتا۔
ہم اسے دیکھتے ہیں اور وہ ہمیں خوشی دکھاتا ہے جس کی وجہ سے ہر عضو میں اس کا اثر باقی رہتا ہے چنانچہ تم اقوال کو احوال میں یوں قید دیکھو گے جیسے گھاٹے والے عارف قید میں ہوتے ہیں۔"

*****

Marfat.com

بتیسواں باب:

صوفیاء کے ہاں تصوف کیا چیز ہے؟

حضرت ابو الحسن محمد بن احمد فارسی رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ تصوف کے دس حصے ہوتے ہیں جن میں پہلا خالص توحید، پھر سماع کو سمجھنا، پھر اچھی زندگی گزارنا، پھر ایثار الآثار، پھر مرضی چھوڑنا، سرعت وجد، دلوں کے بھید کھولنا، مسلسل سفر، کاروبار چھوڑ دینا اور مال وغیرہ جمع کرنے کو حرام سمجھنا۔

تجرید توحید (خالص توحید) یہ ہے کہ اللہ کو ایک مانتے وقت اسے کسی جیسا نہ بنائے اور نہ ہی اپنے آپ کو بے اختیار جانے۔

فہم اسماع (سماع کو سمجھنا) یہ ہے کہ اسے اپنے حال کے ذریعے سنے، صرف علم کے ذریعے نہ سنے۔

ایثار الآثار، کسی بھی ضرورت میں دوسرے کو پوری طرح اپنے سے پہلے جانے تا کہ دوسرے کو اس کا ثواب ملے۔

سرعت الوجد یہ ہے کہ کسی چیز کے وجد کو بھڑکاتے وقت اندر سے فارغ نہ ہو اور نہ ہی بھرا ہوا ہو کہ اللہ کی ڈانٹ سننے سے رک جائے۔

کشف عن الخواطر یہ ہے کہ اپنے باطن پر کھٹکنے والے ہر معاملے پر غور کرے چنانچہ حق کو اپنا لے اور جو اس کیلئے، اسے چھوڑ دے۔

مسلسل سفر، یہ اس لئے ہوتا ہے کہ صوفی دنیا کے ہر گوشے میں عبرت والے مقامات دیکھ سکیں۔

Marfat.com

دیکھئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ط (الروم:۹)

''کیا انہوں نے زمین میں گھوم کر نہیں دیکھا، اب تم دیکھو کہ تم سے لوگوں کا خاتمہ کیسے ہوا؟۔''

پھر

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ

(العنکبوت:۲۰)

''فرما دو کہ زمین میں گھومو پھرو اور دیکھ کہ اس نے مخلوق کو کیسے پیدا کیا؟۔''

اللہ تعالیٰ کے فرمان

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ

کے بارے میں پوچھا گیا تو کسی صوفی نے کہا کہ یہ سیر معرفت کی روشنی سے ہو، بے سمجھی کی تاریکی سے نہ ہو، ہر سبب ختم کرنے اور نفس کو مشقت میں ڈالنے کیلئے ہو اور کاروبار چھوڑنے کا مطلب، نفس کو توکل پر لگانا ہے۔ ذخیرہ کو حرام بنانا مال کے دوران ہوتا، شریعت کے علم میں حرام نہیں جیسے نبی کریم ﷺ نے ایک دینار چھوڑ کر فوت ہونے والے صفہ والے سے فرمایا تھا کہ

''یہ داغ دینے کی شے بنے گا۔''

*****

Marfat.com

تینتیسواں باب:

دلوں کے کھٹکے کی وضاحت

دل میں کھٹکے کے اقسام:

ایک شیخ نے فرمایا تھا کہ کھٹکا چار قسم کا ہوتا ہے، ایک اللہ کی طرف سے، فرشتے کی طرف سے، نفس کی طرف سے اور دشمن کی طرف سے۔

- اللہ کی طرف سے کھٹکا ہو تو یہ خبردار کرنا ہوتا ہے۔
- فرشتے کی طرف سے ہو تو عبادت پر ابھارنے کیلیے ہوتا ہے۔
- نفس کی طرف سے ہو تو وہ کچھ چاہ رہا ہوتا ہے۔
- دشمن کی طرف سے ہو تو گناہوں کو سجانے کے لئے ہوتا ہے۔

چنانچہ توحید کے نور کے ذریعے (کھٹکے کو) اللہ سے قبول کرتا ہے، معرفت کے نور کے ذریعے فرشتے سے قبول کرتا ہے، ایمان کے نور سے نفس کو روکتا ہے اور اسلام کے نور سے دشمن شیطان کو بھگاتا ہے۔

*****

Marfat.com

چونتیسواں باب:

''تصوف'' اور اللہ کے حقوق کی ادائیگی

حضرت جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

''تصوف ''وقت'' کی حفاظت کرنے کو کہتے ہیں۔''

پھر فرمایا۔

''تصوف یہ ہے انسان اپنی حد سے آگے نہ دیکھے، اپنے رب کے سوا کسی اور کی مرضی پر نہ چلے اور اپنے وقت کے علاوہ کسی اور کا وقت نہ اپنائے۔''

حضرت ابن عطاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

''تصوف یہ ہے کہ اللہ کے حق پورا کرے۔''

حضرت ابو یعقوب سوسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

''صوفی وہ شخص ہوتا ہے کہ چیز چھن جانے پر پریشان نہ ہو اور کسی شے کی خواہش اسے تھکا نہ دے۔''

حضرت جنید رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ تصوف کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ

''باطن کا اللہ کے ساتھ مل جانا اور یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب روح کی طاقت اور اللہ کے ساتھ ملنے پر نفس کو اسباب کی طرف سے ہٹا لیا جائے۔''

Marfat.com

حضرت شبلی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ صوفیاء کو صوفیاء کیوں کہا جاتا ہے؟ انہوں نے فرمایا۔

''اس لئے کہ انہوں نے رسم کا وجود اپنایا اور خوبی پیدا کی اور اگر رسم مٹانے پر تل جاتے تو ان میں رسم اور خوبی ثابت کرنے والے رہ جاتے، اس نے انہیں ان کی رسموں پر لگایا اور یہ بات نہ مانی کہ ایک حقیقی صوفی میں کوئی رسم یا خوبی ہو۔''

حضرت ابو یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

''صوفیاء اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں گویا مامون ہوتے ہیں۔''

حضرت ابو عبداللہ نباجی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

''صوفی کی حیثیت سرسام کی بیماری والے جیسا ہوتا ہے جس کی ابتداء میں وہ بہکی بہکی باتیں کرتا ہے اور جب وہ دیر تک ٹھہر جاتی ہے تو وہ گونگا ہو جاتا ہے یعنی وہ اپنا مقام و مرتبہ بتاتا جاتا ہے اور اپنے علم کا حال بتاتا ہے اور جب سنبھلتا ہے تو حیرانی میں خاموش ہو جاتا ہے۔''

حضرت فارس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

''جب کوئی صوفی وسوسوں کے کھٹکوں میں نفسوں سے گناہ کرانے والی چیزوں پر ظاہر ہو جاتا ہے تو پھر اسے ایک کو دوسرے سے پہلے لانے کا موقع مل جاتا ہے جس کی وجہ سے یہ بات ہر طرف پھیل جاتی ہے۔ رہا وصل تو یہ ڈھیل کے مادوں کیلئے رکاوٹ بن جاتا ہے جس کی بناء پر ہر ایک گونگے کی طرف لوٹا جاتا ہے۔''

حضرت نوری رضی اللہ عنہ سے تصوف کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا

Marfat.com

کہ

"یہ اپنا مقام بتاتے رہنا (عربی لفظ نشر مقام) اور اپنے حال میں مگن رہنا ہوتا ہے۔ (عربی لفظ اتصال بقوام)"

ان سے پوچھا گیا کہ ان کے اخلاق کیسے ہوتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ دوسروں کو خوش رکھتے ہیں اور انہیں پریشان کرنے سے ہٹ چکے ہوتے ہیں کیونکہ اللہ فرماتا ہے۔

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ○

(الاعراف:۱۹۹)

"معاف فرمایا کرو، بھلائی کرنے کا حکم کرو اور جاہلوں سے منہ پھیرے رہو۔"

نشر مقام (اپنا مقام بتاتے رہنا) یہ ہوتا ہے کہ جب کچھ بتانا ہو تو علم کی زبان میں صرف اپنا حال بتائے دوسرے کا نہ بتائے۔

اتصال بقوام (اپنے حال میں مگن رہنا) کا مفہوم یہ ہے کہ اسے اس کا حال دوسروں کی بجائے اسی کے حال کی طرف لے جائے۔

حضرت نوری نے یہ شعر بھی پڑھے۔

أَزْ عَجْتَنِي عَنْ نُعُوْتِ الْحَالِ بِالْحَالِ
وَكَيْفَ يُنْعَتُ مَنْ لَا قَالَ بِالْقَالِ
مَا كُلُّ مَنْ يَدَّعِيْ حَالًا تُصَدِّقُهُ
حَتّٰى يُتَرْجِمَ عَنْهُ صَاحِبُ الْحَالِ

"تم نے حال کے ذریعے حال کی علامتوں سے مجھے پریشان کر

Marfat.com

دیا ہے کیونکہ جو "قال" کی بات نہیں کرتا وہ کیسے سراہا جا سکتا ہے؟
حال کا دعویٰ کرنے والا ہر شخص حال کی تصدیق اس وقت تک نہیں
کر سکتا جب تک اس دعویٰ والے کے بارے میں کوئی حال والا
نہ بتائے۔"

اب ہم لمبی بات کو ناپسند کرتے ہوئے بات کو لمبی کئے بغیر صوفیاء کی زبان میں ان کے کچھ مقاموں کے بارے میں بتاتے ہیں اور مشائخ کے کچھ ایسے مقامات نقل کریں گے جو سمجھنے میں ذہنوں کے قریب ہیں، یہ گہری رمزوں اور باریک اشاروں میں نہیں ہوں گے۔

پہلے یہاں توبہ کے بارے میں بتاتے ہیں۔

*****

Marfat.com

پینتیسواں باب:

''توبہ'' کے بارے ان کے فرمان

حضرت جنید بن محمد رضی اللہ عنہ سے توبہ کے بارے میں پوچھا گیا کہ یہ کیا ہوتی ہے؟ انہوں نے فرمایا: تمہارا گناہوں کو بھلا دینا۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے توبہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: وہ یہ ہے کہ تم اپنے گناہ کو نہ بھلاؤ۔

حضرت جنید رضی اللہ عنہ کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ تم اس کام کی مٹھاس کو دل سے یوں نکال دو کہ تمہارے باطن میں اس کا کوئی اثر نہ رہے اور تم اس شخص کی طرح ہو جاؤ جو اسے بالکل نہیں جانتا۔''

حضرت رویم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں توبہ کا معانی یہ ہے کہ تم توبہ سے توبہ کر لو۔

حضرت رابعہ رضی اللہ عنہا کے اس فرمان کا معانی بھی یہی ہے میں

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ

کہتے وقت اپنے اس قول میں سچائی کی کمی کی بناء پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتی ہوں۔

حضرت حسین نعازلی رضی اللہ عنہ سے توبہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے پوچھنے والے سے کہا تم توبۃ الانابۃ کے بارے میں پوچھ رہے ہو یا توبۃ الاستجابۃ کے بارے میں؟ اس پر سوال کرنے والے نے کہا کہ توبۃ الانابۃ کیا ہوتی ہے؟ فرمایا

Marfat.com

تمہارا اللہ سے اس بناء پر ڈرنا کہ وہ تم پر قدرت رکھتا ہے۔ انؐ نے پوچھا کہ توبۃ الاستجابۃ کیا ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ کو اپنے قریب جانتے ہوئے تمہارا اس سے حیاء کرنا۔

حضرت ذوالنون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عام لوگوں کی توبہ، گناہ سے ہوتی ہے، خاص کی غفلت سے اور انبیاء علیہم السلام کی توبہ یہ ہے کہ وہ کسی دوسرے (بلند مرتبہ نبی) کے مرتبہ تک پہنچنے میں اپنے آپ کو عاجز جانتے ہیں۔

حضرت نوری رضی اللہ عنہ نے فرمایا توبہ یہ ہے کہ تم اللہ کے علاوہ کسی اور کو یاد کرنے سے توبہ کرو۔

حضرت ابراہیم دقاق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں توبہ یہ ہے کہ تم اللہ کے سامنے گدّی (منہ پھیرے) کے بغیر یوں چہرہ (حکم ماننے والے) بن جاؤ جیسے اس کے سامنے چہرے کے بغیر صرف گدّی تھے۔

*****

Marfat.com

چھتیسواں باب:

''زہد'' کے بارے میں ان کے فرمان

حضرت جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زہد، ہاتھوں کا ان چیزوں سے خالی ہونا جن کا مالک بن سکتا ہے اور دلوں کا کسی کی جاسوسی سے۔

حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے زہد کے بارے میں پوچھا گیا تھا کہ وہ کیا ہوتا ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم دنیا کا مال کھانے والے اس مومن یا کافر کی پرواہ نہ کرو۔

حضرت یحییٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاتھ میں آسکنے والی چیز کو چھوڑنا زہد ہے۔

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا زاہد وہ ہے کہ جس کے پاس (اپنے معاملات کیلئے) اللہ کے علاوہ کوئی چیز سبب نہ بن سکتی ہو۔

حضرت شبلی رضی اللہ عنہ سے زاہد کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا بہت افسوس کی بات ہے (اس کے پاس) مچھر کے پر سے کمتر کون سی مقدار ہو سکتی کہ جس میں وہ زہد سے کام لے؟

(اسی بارے میں) حضرت ابوبکر واسطی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم طہارت خانہ جیسی چیز چھوڑنے پر کب تک ابھرتے پھرو گے اور اللہ کے ہاں مچھر کے پر کے برابر وزنی نہ ہونے والی چیز سے منہ پھیر کر کب تک ابھرو گے۔

حضرت شبلی رضی اللہ عنہ سے زہد کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ درحقیقت زہد سرے سے ہوتا ہی نہیں کیونکہ ایسا زاہد شخص یا تو ایسی چیز میں زہد کرتا ہوگا

Marfat.com

جو اس کی ہے ہی نہیں، اس صورت میں یہ زہد نہیں بنے گا یا اپنی چیز میں زہد کرتا ہو گا تو جو چیز اس کے ساتھ اور پاس ہو، اس میں اس کا زہد کیسا؟ یہ تو نفس کو خواہشوں سے روکنا، مہربانی اور ہمدردی بنتی ہے۔

گویا انہوں نے زہد کو اس شے کا چھوڑنا قرار دیا ہے جو اس کی ہے ہی نہیں اور جو اس کی ہے ہی نہیں، اسے چھوڑنا اس کیلئے صحیح نہیں کیونکہ وہ چھوڑی ہوئی ہے اور جو اس کی ہے، اسے اس کیلئے چھوڑنا ممکن نہیں۔

*****

Marfat.com

سینتیسواں باب:

"صبر" کے بارے میں ان کے فرمان

حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صبر، اللہ کی طرف سے گنجائش پیدا ہونے کے انتظار کا نام ہے۔

وہی فرماتے ہیں یہ بہترین اور اعلیٰ خدمت ہے۔

ایک اور صوفی نے فرمایا صبر یہ ہے کہ تم صبر کے بارے میں صبر سے کام لو۔ اس کا معانی یوں ہے کہ تم اس میں گنجائش کو جھانکو۔

کسی صوفی نے کہا ہے اس نے صبر کا مقابلہ کیا جس کی وجہ سے صبر نے فریاد کی چنانچہ صبر کرنے والے نے آواز دی کہ اے صبر! صبر سے کام لو۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے فرمانِ خداوندی

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ (البقرہ:۴۵)

"صبر اور نماز کے ساتھ مدد پاؤ۔"

کے متعلق فرمایا کہ اللہ سے مدد لو اور اللہ کے حکم پر صبر کرو اور اللہ کے ادب پر صبر کرو۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صبر پاکیزہ ہے جس سے چیزیں پاک کی جاتی ہیں۔

حضرت ابوعمرو دمشقی رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے فرمان

Marfat.com

مَسَّنِیَ الضُّرُّ (الانبیاء:۸۳)

کا مفہوم بتاتے ہوئے فرماتے ہیں مجھے تکلیف پہنچی ہے تو تو مجھے صبر دے کیونکہ تو رحم کرنے والوں میں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

ایک اور صوفی اس کا مفہوم یوں بتاتے ہیں (اے اللہ!) مجھے وہ تکلیف پہنچی ہے جو تو اپنے انبیاء اور اولیا ہی کو پہنچاتا ہے، اس میں میں تو اس لائق نہیں بلکہ اس بناء پر ہے کہ تو سب رحم کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

ایک اور صوفی یہاں فرماتے ہیں کہ وہ (حضرت ایوب علیہ السلام) اپنے آپ کو دیکھ کر نہیں بلکہ اسی بناء پر گریہ زاری کر رہے تھے جس کی وجہ یہ کہ تکلیف نے ان کے سارے بدن کو گھیر لیا تھا اور انہیں عقل ضائع ہوتی دکھائی دے رہی تھی۔

کسی نے ہمیں حضرت ابوالقاسم سمنون کے یہ شعر سنائے۔

تَجَرَّعْتُ مِنْ حَالَیْهِ نُعْمَی وَاَبْؤُسَا
زَمَانٌ اِذَا اَمْضَی غَزَالَیْهِ اِحْتَسَی
فَکَمْ غَمْرَةٍ قَدْ جَرَّعَتْنِی کُؤُوسَهَا
فَجَرَّعْتُهَا مِنْ بَحْرِ صَبْرِیْ اَکْؤُسَا
تَدَرَّعْتُ صَبْرِیْ وَالْتَحَفْتُ صُرُوْفَهٗ
وَقُلْتُ لِنَفْسِیْ الصَّبْرُ اَوْ فَاهْلِکِیْ اَسَا
خُطُوْبٌ لَوْ اَنَّ الشُّمَّ زَاحَمْنَ خَطْبَهَا
لَسَاخَتْ وَلَمْ تُدْرِكْ لَهَا الْکَفُّ لَمْسَا

''میں نے اس کی دونوں حالتیں دیکھ کر انعام بھی محسوس کیا اور

Marfat.com

تکلیف بھی، یہ وہ وقت ہے کہ جب اس کا خیال آتا ہے تو وہ کڑوے گھونٹ برتا ہے۔

کئی تکلیفوں نے مجھے اس کے بھرے پیالے پلائے ہیں تاہم میں نے بھی اپنے صبر سے اسے کچھ پیالے پلا دیئے ہیں۔

میں نے اپنے صبر کی چادر اوڑھی اور اس پہلو لپیٹے اور دل میں کہا کہ یا تو صبر سے کام لو یا پھر اس تکلیف سے ہلاک ہو جاؤ۔

یہ ایسی حالتیں ہیں کہ اگر آزمائشیں اس کا مقابلہ کرتیں تو ختم ہو جاتیں اور ہتھیلیوں کو ان کا پتہ بھی نہ چلتا۔''

*****

Marfat.com

اڑتیسواں باب:

''فقر'' کے بارے میں ان کے فرمان

حضرت ابومحمد جریری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فقر یہ ہے کہ تم اس وقت تک معدوم (نہ ملنے والی) چیز جب تک اپنے پاس والی چیز کو گم نہ کر بیٹھو۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اس وقت روزی کے پیچھے پڑو جب یہ اندیشہ ہو جائے کہ کوئی فرض ادا نہیں کر سکو گے۔

ابن جلاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فقر اسے کہتے ہیں کہ تمہارے پاس کچھ بھی نہ ہو اور جب ہو تو وہ نہ رہے۔ یہ چیز اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق ہے۔

وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ

(الحشر: ۹)

''وہ اپنے آپ کے مقابلے میں دوسروں کو پہلے جانتے ہیں خواہ وہ خود ضرورت مند ہوں۔''

حضرت ابومحمد رویم بن محمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہر موجود چیز کا معدوم ہونا اور نہ ملنے والی ہر چیز کو رہنے دینا ہی فقر ہوتا ہے۔

حضرت کتانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب اللہ کے سامنے محتاج ہونے کا پتہ چلتا ہے تو اللہ پر مطمئن ہو جانے کا پتہ چل جاتا ہے کیونکہ یہ دونوں ایسی حالتیں ہیں کہ ان میں سے ایک بھی دوسری کے بغیر پوری ہی نہیں ہوتی۔

Marfat.com

حضرت نوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فقیر کا کام یہ ہوتا ہے کہ چیز کے نہ ہونے پر سکون میں ہوتا ہے لیکن ہونے پر اسے خرچ کرتا اور دوسرے کو اپنے سے پہلے جانتا ہے۔

ایک بڑے صوفی فرماتے ہیں اصل فقیر وہ ہوتا ہے جو کسی پر مہربانی کرنے سے رہ جاتا ہے اور کسی سے سوال نہیں کر پاتا کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے۔

''اگر وہ اللہ پر قسم ڈال دے تو وہ اس کی یہ قسم پوری کر دیتا ہے۔''

اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ قسم ڈالتا ہی نہیں۔

حضرت دراج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرمہ دانی کی تلاش میں اپنے استاد کا (قمیص وغیرہ کا) ایک پہلو دیکھا جس میں مجھے چاندی کا ایک ٹکڑا ملا جس پر میں حیران ہو گیا اور جب وہ واپس آئے تو میں نے کہا کہ میں نے (قمیص وغیرہ کے) ایک پہلو میں ایک ٹکڑا دیکھا ہے۔ انہوں نے فرمایا: کیا واقعی دیکھا ہے، اسے وہیں رہنے دو، پھر فرمایا کہ اسے لے کر اس سے کوئی چیز خرید لو۔ اس پر میں نے کہا میں آپ کو آپ کے معبود کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ اس ٹکڑے کا واقعہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا اللہ نے مجھے اس کے علاوہ نہ تو سونا دیا ہے اور نہ چاندی، خیال یہ تھا کہ اسے اپنے کفن میں باندھنے کی وصیت کر جاؤں گا تا کہ اسے اللہ کو واپس کر دوں۔

حضرت ابو القاسم بغدادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت دوری رضی اللہ عنہ نے بتایا تھا: ہم ایک عید کی رات مسجد شونیزی میں حضرت ابو الحسن نوری رضی اللہ عنہ کے ہاں تھے کہ اسی دوران ہمارے پاس ایک انسان آیا اور حضرت ابو الحسن رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا: اے شیخ! کل تو عید ہے، آپ اس کیلئے کیسا لباس پہنیں گے؟ اس پر انہوں نے یہ شعر پڑھے۔

قَالُوا غَدًا الْعِيدُ مَا ذَا أَنْتَ لَابِسُهُ
فَقُلْتُ خِلْعَةَ سَاقٍ عَبْدَهُ جُرَعَا

Marfat.com

فَقْرٌ وَ صَبْرٌ هُمَا ثَوْبَایَ تَحْتَهُمَا
قَلْبٌ یَرَی رَبَّهُ الْاَعْیَادَ وَالْجُمَعَا
اَحْرَی الْمَلَابِسِ اَنْ تَلْقَی الْحَبِیْبَ بِهَا
یَوْمَ التَّزَاوُرِ فِی الثَّوْبِ الَّذِیْ خَلَعَا
اَلدَّھْرُ لِیْ مَاْتَمٌ اِنْ غِبْتَ یَا اَمَلِی
وَالْعِیْدُ مَا دُمْتَ لِیْ مَرْاَیً وَمُسْتَمَعَا

''لوگوں نے کہا ہے کہ کل عید ہے تو اس میں تم کیا پہنو گے؟ میں نے کہا کہ اس شخص جیسی جو اپنے غلام کو منہ بھر پلاتا ہے۔

فقیری اور صبر دونوں میرے وہ کپڑے ہیں کہ جن کے نیچے میرا وہ دل ہے جو اپنے رب ہی کو عیدیں اور جمعہ سمجھتا ہے۔

سب سے مناسب لباس یہ ہے کہ حبیب سے باہمی ملاقات کے وقت تم اس کا دیا ہوا لباس پہنو۔

اے میری امید! تیرے ٹوٹ جانے پر یہ زمانہ میرے لئے افسوس کی جگہ بن جائے گا اور جب تک تو آنکھوں کے سامنے ہوتے ہوئے میری بات سنتا ہوگا تو میری یہی عید ہوگی۔''

ایک بڑے صوفی سے پوچھا گیا کہ یہ مالدار لوگ اپنا بچا ہوا مال ان صوفیاء پر کیوں خرچ نہیں کرتے؟ اس پر انہوں نے کہا کہ تین وجہ سے، ایک یہ کہ ان کے قبضے کا مال پاکیزہ نہیں ہوتا جبکہ یہ لوگ اللہ کے خالص ہوتے ہیں، انہیں دیا جانے والا حلال مال قبول ہوتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ پاکیزہ ہی قبول فرماتا ہے، دوسرے یہ کہ یہ لوگ ضرورت مند تو ہوتے ہی ہیں لیکن دوسرے لوگ انہیں دینے پر ملنے والی برکت اور

ثواب سے محروم ہو جائیں گے اور تیسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ انہیں آزمائشوں میں ڈالے رکھنا چاہتا ہے چنانچہ مال ان کی طرف جانے نہیں دیتا تاکہ وہ ان کے بارے میں اپنی مرضی پوری کر سکے۔

حضرت فارس رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے ایک فقیر (جو بھوکا اور پریشان تھا) سے پوچھا "تم کسی سے مانگتے کیوں نہیں ہو، وہ دے ہی تو دیں گے؟ انہوں نے کہا: ڈر ہے کہ میرے مانگنے پر وہ نہیں دیں گے تو نجات نہیں پاسکیں گے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ملتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا۔

"اگر سوال کرنے والا سچا ہے تو نہ دینے والا نجات نہیں پا سکے گا۔"

*****

Marfat.com

انتالیسواں باب:

''عاجزی'' کے بارے میں ان کے فرمان

حضرت جنید رضی اللہ عنہ سے عاجزی کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا پہلو جھکانے اور اسے توڑنے کو کہتے ہیں (یعنی اپنے آپ کو کچھ حیثیت نہ دینا)

حضرت رویم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دلوں کے اللہ کے سامنے جھکنے کو کہتے ہیں جو غیبوں کو بہت جاننے والا ہے۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ کی پوری یا اس کا مشاہدہ ہے اور مکمل عاجزی یہ ہے کہ اس کی ہاں میں ہاں ملائے رکھے۔

ایک اور صوفی فرماتے ہیں حق تعالیٰ کی طرف سے آنے والی سچی بات کو اسی کی خاطر مان لینا، عاجزی کہلاتا ہے۔

ایک اور صوفی کا فرمان ہے تھوڑے پر فخر کرنا، ذلت اپنانا اور مسلمان بھائیوں کی مشکلیں دور کرنا عاجزی کہلاتا ہے۔

*****

Marfat.com

چالیسواں باب:

”خوف“ کے بارے میں ان کے فرمان

حضرت ابوعمرو دمشقی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اصلی ڈرنے والا وہ شخص ہوتا ہے جو اپنے دشمن (شیطان) کی بجائے اپنے آپ سے ڈرا کرے۔

حضرت احمد بن حمدویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اصل خوف کرنے والا وہ ہے کہ پوری مخلوق اس سے ڈرتی رہے۔

حضرت ابوعبداللہ بن جلاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اصل خوف کرنے والا وہ شخص ہوتا ہے کہ مخلوق جس سے امن میں رہے۔

حضرت ابن خبیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حقیقتاً خوف کھانے والا وہ ہوتا ہے جو موقع محل کا خیال رکھے چنانچہ ایک وقت وہ ہو جس میں اس سے مخلوق ڈرتی ہو اور ایک ایسا ہو کہ وہ اس سے امن میں رہتی ہو، ہاں جس سے مخلوق ڈرتی ہے، وہ ایسا ہوتا ہے جس پر خوف چھایا رہتا ہے اور وہ مجسم طور پر خوف بنا ہوتا ہے چنانچہ اس سے ہر شے ڈرتی ہے جیسے کہا گیا ہے کہ

”جو اللہ سے ڈرتا ہے اس سے ہر شے ڈرتی ہے۔“

اور جس سے ڈروالی چیزیں دور ہوتی ہیں، وہ ایسا ہوتا ہے کہ جب ایسی چیزیں اس کے ذکر کرنے میں رکاوٹ بننا چاہیں تو اس میں بگاڑ پیدا نہیں کرسکتیں کیونکہ وہ ان سے اس بناء پر الگ تھلگ ہوتا ہے کہ وہ اللہ سے ڈرنے والا ہوتا ہے اور جو چیزوں سے الگ تھلگ ہوتا ہے، چیزیں اس سے الگ تھلگ رہتی ہیں۔

Marfat.com

کسی نے (اس بارے میں) یہ شعر کہا ہے۔

يُحْرَقُ بِالنَّارِ مَنْ يُحِسُّ بِهَا
فَمَنْ هُوَ النَّارُ كَيْفَ يَحْتَرِقُ

''آگ سے وہی جلتا ہے جو اسے محسوس کرے لیکن جو خود آگ ہو، اسے کون جلائے؟''

حضرت رویم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حقیقی طور پر خوف کرنے والا وہ ہوتا ہے جو اللہ کے علاوہ کسی سے نہ ڈرے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے اپنی ذات کیلئے نہ ڈرے بلکہ اس کی عظمت اور بزرگی کی وجہ سے ڈرے تاہم نفس کا خوف، آخرت کی فکر ہوتا ہے۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خوف نر چیز ہوتی ہے اور امید، مادہ چیز ہوتی ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان کی حقیقتیں ان دونوں ہی سے پیدا ہوتی ہیں۔

پھر وہ فرماتے ہیں کہ بندہ جب اللہ کے علاوہ کسی اور سے ڈرتا ہے اور اللہ سے امید لگائے ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا خوف دور کر دیتا حالانکہ وہ سامنے بھی نہیں ہوتا۔

*****

Marfat.com

اکتالیسواں باب:

''تقویٰ'' کے بارے میں ان کے فرمان

حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے دیئے احوال پر ٹک کر نظر رکھے تو یہ تقویٰ ہوگا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کے سوا ہر چیز سے ڈرے تا کہ اسے اس کی طرف سے سکون اور مزہ ملے چنانچہ اللہ کے فرمان میں ہے۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ (التغابن:۱۶)

یعنی پورے طور پر ڈرو تا ہم حضرت سہل یہاں فرماتے ہیں کہ جس قدر ممکن ہو اس کے سامنے اپنی فقیری اور محتاجی دکھاؤ۔

حضرت محمد بن سنجان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے سوا ہر چیز کو چھوڑ دینا، تقویٰ کہلاتا ہے۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے فرمان

وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ط (الحج:۳۷)

''لیکن تمہاری طرف سے اس تک تقویٰ پہنچتا ہے۔''

کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ ہر چیز سے الگ ہونا ہے جسے خلوص کہتے ہیں۔

ایک اور صوفی کہتے ہیں اصل تقویٰ یہ ہے کہ عقل کے دخل سے کام نہ لے اور

Marfat.com

نفس کی خواہش سے الگ رہے، چنانچہ جتنی جتنی ان کی نفسانی خواہشیں ختم ہوتی جاتی ہیں، یقین حاصل کرتے جاتے ہیں۔

کسی نے حضرت نوری رضی اللہ عنہ کے یہ شعر سنائے ہیں۔

إِنِّي أَتَّقِيْتُكَ لَا مَهَا
بَةَ مِنْ مُحَاذَرَةِ الْمَصِيْرُ
أَنَّى وَكَيْفَ وَأَنْتَ لِيْ
إِلْفٌ يَفُوْقُ مَدَى السَّمِيْرُ
تُوْفِيْ السَّرَائِرَ سِرَّهَا
وَتَحُوْطُ مَكْنُوْنَ الضَّمِيْرُ
لَكِنْ أُجِلُّكَ أَنْ أُجِلَّ
سِوَاكَ لِلْخَطَرِ الْحَقِيْرُ

''میں تجھ سے ڈرتا ہوں لیکن اس لئے نہیں کہ تیرے پاس آنے سے ڈر لگتا ہے۔
یہ کیسے ممکن ہے، تو تو مجھ سے اتنا پیار کرتا ہے کہ جتنا وہ بھی نہیں کرتا جو کسی دوست سے رات بھر باتیں کرتا رہتا ہے۔
تو بھیدوں میں سے اس کے بھید کو پورا کرتا ہے اور دلوں میں چھپی باتوں کو پوری طرح جانتا ہے۔ میں تھوڑے فائدہ کی خاطر یہ مناسب نہیں سمجھتا کہ تجھے چھوڑ کر کسی اور کو بزرگ سمجھوں۔''

*****

بیالیسواں باب:

''اخلاص'' کے بارے میں ان کے فرمان

حضرت جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

''اخلاص یہ ہے کہ جیسے بھی بن پڑے، اللہ تک پہنچنے کی کوشش کی جائے۔''

حضرت رویم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

''اخلاص اس بات کو کہتے ہیں کہ تم اپنے کسی کام کو سامنے نہ رکھو۔''

حضرت فارس رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ حضرت ابوبکر قحطبی رضی اللہ عنہ کے پاس خراسان کے کچھ فقیر آئے تو انہوں نے ان سے پوچھا کہ تمہارے شیخ (حضرت ابوعثمان) تمہیں کیا کیا کام کرنے کو کہتے ہیں؟ انہوں نے بتایا وہ فرماتے ہیں کہ عبادت کرتے چلے جاؤ اور اس میں اپنی کوتاہیوں پر نظر رکھو۔ اس پر انہوں نے فرمایا۔

''مجھے ان پر افسوس ہے، وہ ایسے کاموں کو چھوڑ کر ان کے پیدا کرنے والے کی طرف دیکھنے کے بارے میں کیوں نہیں کہتے؟''

حضرت ابو العباس بن عطاء رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ خالص عمل کون سا ہوتا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ

''جو برائیوں سے بچا ہوا ہو۔''

حضرت ابو یعقوب سوسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

''خالص عمل وہ ہوتا ہے جو کسی فرشتے کو معلوم نہ ہو کہ وہ اسے لکھ

Marfat.com

دے، کسی دشمن کے سامنے نہ ہو کہ وہ اسے برباد کر سکے اور نہ اس
کے نفس ہی کو دکھائی دے کہ وہ تکبر کرنے لگے۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے کام کے وقت صرف اللہ کو سامنے رکھے اور اسی کی طرف توجہ کرے۔

✱✱✱✱✱

Marfat.com

تینتالیسواں باب:

''شکر'' کے بارے میں ان کے فرمان

حضرت حارث محاسبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ شکر، اللہ تعالیٰ کی طرف سے شکر کرنے والوں کیلئے ایک بہتری ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شکر کرتا ہے تو اللہ اسے زیادہ سے زیادہ توفیق دیتا ہے جس کی بناء پر وہ اور زیادہ شکر کر سکتا ہے۔

حضرت ابوسعید خزاز رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شکر یہ ہے کہ نعمتیں دینے والے کو مانا جائے اور اس کے رب ہونے کا اقرار کیا جائے۔

حضرت ابوعلی روذباری رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار پڑھے تھے۔

لَوْ كُلُّ جَارِحَةٍ مِنِّي لَهَا لُغَةٌ

تُثْنِي عَلَيْكَ بِمَا أَوْلَيْتَ مِنْ حَسَنٍ

لَكَانَ مَا زَادَ شُكْرِيْ إِذْ شَكَرْتُ بِهِ

إِلَيْكَ أَزْيَدُ فِي الْإِحْسَانِ وَالْمِنَنِ

''اگر میرے ہر جسمانی عضو کو زبان مل جائے اور وہ تمہارے احسانوں کی وجہ سے شکر کرتا چلا جائے تو شکر کے وقت میری طرف سے زیادہ ہونے والا شکر تیرے احسان کو اور بڑھائے گا۔''

ایک بڑے صوفی فرماتے ہیں اصل شکر یہ ہوتا ہے کہ نعمتیں دینے والے کی یاد

Marfat.com

آتے ہی اپنا شکر بھول جائے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم شکر کے دوران شکر کرنے والے نہیں بن سکتے کیونکہ انتہائی شکر حیرانی ہوتا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے ایک نعمت ہوتی ہے اور اس پر بھی شکر لازم ہے اور یہ سلسلہ ختم ہونے والا نہیں (انسان حیران رہ جاتا ہے)

مجھے حضرت ابوالحسن نوری رضی اللہ عنہ کے یہ اشعار سنائے گئے ہیں۔

سَأَشْكُرُ لَا اِنِّيْ لَا اُجَازِيْكَ مُنْعِمًا
بِشُكْرِيْ وَلَكِنْ كَيْ يُقَالَ لَهُ الشُّكْرُ
وَأَذْكُرُ اَيَّامِيْ لَدَيْكَ وَحُسْنَهَا
وَآخِرُ مَا يَبْقَى عَلَى الشَّاكِرِ الذِّكْرُ

''میں شکر کروں گا لیکن اس لئے نہیں کہ تمہیں نعمتیں دینے والا سمجھ کر اس کا بدلہ دوں بلکہ صرف اس لئے کہ اسے شکر مان لیا جائے۔
میں تیرے سامنے اپنے اچھے دنوں کو یاد کر رہا ہوں کیونکہ شکر کرنے والے کے پاس آخر ہی تو رہ جاتا ہے۔''

ایک بڑے صوفی نے اپنی گریہ زاری میں یوں کہا۔

''اے میرے اللہ! تو اپنے شکر کے وقتوں میں میری عاجزی کو جانتا ہے لہذا اپنا شکر خود ہی کرتا رہ۔''

*****

Marfat.com

چوالیسواں باب:

''توکل'' کے بارے میں ان کے فرمان

حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ توکل، کہیں پھرنے اور طاقت کا دم بھرنے سے بے نیازی ہوتا ہے۔

حضرت ابن مسروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حکموں میں اللہ کے فیصلوں کے جاری ہونے پر انہیں مان لینا توکل ہوتا ہے۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں توکل یہ ہے کہ اللہ کے سامنے اپنی مرضی کو ختم کر دینا چاہیے۔

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں توکل یہ ہے کہ بدن کو اللہ کی عبودیت میں لگا دینا، اللہ کی ربوبیت کے ساتھ اس کے دل کا تعلق ہو اور گزارے کی چیز پر مطمئن ہو۔

حضرت جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں توکل کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے سامنے یوں ہو جائے جیسے کوئی چیز ہی نہ تھا تو اللہ اس کیلئے یوں ہوگا جیسے ہمیشہ سے ہے۔

حضرت ابو سعید خزاز رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بادشاہ کی طرف سے اپنی رعایا کا ہر کام پورا کیا جاتا ہے چنانچہ وہ اس پر توکل کے مقام سے اس بناء پر ہٹ گیا ہے کہ وہ ان کی ضرورت پوری کرے تو پھر صوفی لوگوں سے مطالبہ ہی اچھا نہیں۔

آپ نے اللہ پر توکل کو گزارہ کرنے والوں کیلئے گزارہ کا مطالبہ قرار دیا ہے جیسے حضرت شبلی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: توکل، کسی سے مانگنے کا اچھا طریقہ ہے۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ توکل کے علاوہ ہر ہر مقام کا ایک ایک چہرہ

Marfat.com

اور گدی ہوا کرتے ہیں کیونکہ یہ چہرہ ہی ہے، گدی نہیں۔

اس فرمان میں وہ کھلا توکل بتا رہے ہے، گزارے کا نہیں، کھلا توکل یہ ہے کہ اللہ سے کچھ مانگے تو کچھ دے کر نہ مانگے۔

ایک صوفی فرماتے ہیں توکل بندے اور اللہ کے درمیان ایک راز ہے۔

اس کا مطلب ہے جیسے ایک بڑے صوفی نے کہا ہے کہ حقیقی توکل یہ ہے کہ توکل کرنا چھوڑ دیا جائے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کیلئے ایسے ہو جیسے اس وقت تھا جب وہ تھے ہی نہیں۔

ایک بڑے صوفی نے حضرت ابراہیم خواص رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تصوف نے آپ کو کہاں تک پہنچایا ہے تو انہوں نے کہا کہ توکل ہی تک پہنچایا ہے۔ انہوں نے کہا افسوس تم پر کیا پیٹ بھرنے کے بعد یوں کہہ رہے ہو؟

اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارا اپنی ذات کیلئے اللہ پر بھروسہ کرنا اس برائی سے بچاؤ ہے جو تمہیں پکڑ سکتی ہے۔

*****

Marfat.com

پینتالیسواں باب:

''رضا'' کے بارے میں ان کے فرمان

حضرت جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تمہارا اپنی مرضی کے کاموں کو چھوڑنا رضا کہلاتا ہے۔

حضرت حارث محاسبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا حکم ملنے پر دلی سکون ہونا رضا کہلاتا ہے۔

حضرت ذوالنون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کسی فیصلے پر سکون ہونا، رضا کہلاتا ہے۔

حضرت رویم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکموں کو ماننے پر خوشی دکھانا، رضا ہے۔

حضرت ابن عطاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بندے کے لئے اللہ کی قدیم پسندیدگی کی طرف دل کی سوچ، رضا کہلاتی ہے کیونکہ وہ شروع ہی سے بندے کیلئے بہترین چیز پسند کرتا ہے۔

آپ کے سامنے اللہ تعالیٰ کے فرمان

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ط (المائدہ:۱۱۹)

''اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے۔''

کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا اس دنیا کے اندر اللہ کے حکموں پر راضی رہنے کی وجہ سے آخرت میں وہ رضا ملتی ہے جسے قلم لکھ چکی چنانچہ اللہ فرماتا ہے۔

Marfat.com

وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ قِيلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝ (الزمر:۷۵)

''اور ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیا گیا اور کہا گیا کہ ہر تعریف اللہ کیلئے جو رب العالمین ہے۔''

یہ بات جنتی اور دوزخی ان دونوں فریقوں کیلئے ہے جو توحید ماننے والے ہیں کیونکہ مشرکوں کو الحمد کہنے کا حکم نہیں ہے کیونکہ وہ (اللہ سے) چھپے ہوں گے۔

صوفیاء نے ہمیں حضرت نوری رضی اللہ عنہ کے یہ شعر بتائے ہیں۔ ـــ

اِنَّ الرِّضَا لِمَنْ اَرَاتُ تَجَرُّعَهَا
عَنِ الْقُنُوعِ اِذَا مَا اسْتُعْذِبَ الْكَدَرُ
عَوَاقِبٌ اَشْهَدَتْ بَعْضَ الْحُظُوظِ فَمَا
يَرْعَى التَّكَثُّرَ اِلَّا نَاقَةٌ نَزَرُ

''جب میل خوشگوار لگے تو رضا کڑوا ہٹیں بنتی ہے جسے تم صبر والے کسی شخص سے گھونٹوں پیتے ہو، یہ آخری چیزیں ہیں جو کسی حظ کے پاس موجود ہیں چنانچہ زیادہ چارہ صرف وہ اونٹنی کھاتی ہے جو بے صبر ہوتی ہے۔''

*****

Marfat.com

چھیالیسواں باب:

''یقین'' کے بارے میں ان کے فرمان

حضرت جنید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شک کا اٹھ جانا، یقین کہلاتا ہے۔

حضرت نوری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یقین، مشاہدہ کا نام ہے۔

حضرت ابن عطاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یقین ایسی چیز ہے کہ اس سے ہمیشہ کیلئے جھگڑا ختم ہو جاتا ہے۔

حضرت ذوالنون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہر وہ چیز جسے آنکھیں دیکھیں، اسے علم کی پیداوار کہتے ہیں اور وہی چیز یقینی کہلاتی ہے جسے دل جانتے ہیں۔

ایک اور صوفی فرماتے ہیں: یقین، دل کی آنکھ ہوا کرتا ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یقین، جدائی کو ملانا اور جدائی کی جدائی کو دور کرنا ہے۔

حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان، یہی معانی لئے ہوئے ہے کہ میں گویا اپنے پروردگار کے عرش کو کھلم کھلا دیکھتا ہوں کہ جس کی دید بھی ایک غیبی چیز ہے اور پھر اس کے اور غیب کے درمیانی دور ہو گئے۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دل کی آنکھوں سے دیکھنا یقین ہوتا ہے، جیسے انہوں نے ہی فرمایا: اگر پردہ ہٹا دیا جائے تو میرے یقین میں زیادتی نہ ہوگی۔

✱✱✱✱✱

Marfat.com

سینتالیسواں باب:

''ذکر'' کے بارے میں ان کے فرمان

حقیقی اور اصلی ذکر یہ ہے کہ انسان ذکر کے اندر ذکر کئے جانے والے ہی کو بھول جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ إِذَا نَسِيْتَ (الکہف: ۲۴)

''بھولنے پر اپنے رب کو یاد کرو۔''

یعنی جب تم اللہ تعالیٰ کے سوا سب کو بھول جاؤ گے تو پھر تم اسے ذکر کر رہے ہو گے۔

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا مفردون آگے نکل گئے۔ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مفردون کون سے لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔

''بہت زیادہ ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں۔

مفرد اس شخص کو کہتے ہیں جس کے ساتھ دوسرا کوئی بھی نہ ہو۔

ایک بڑے صوفی فرماتے ہیں: ذکر، غفلت کو دور کر دینا ہوتا ہے اور جب انسان غافل نہیں رہتا تو ذکر کرنے والا بن جاتا ہے خواہ خاموش ہی کیوں نہ ہو۔

اس سلسلے میں ہمیں یہ شعر سناتے ہیں۔

ذَكَرْتُكَ لَا اَنِّيْ نَسِيْتُكَ لَمْحَةً

وَاَيْسَرُ مَا فِي الذِّكْرِ ذِكْرُ لِسَانِيْ

Marfat.com

''میں تمہیں یاد کرتا ہوں لیکن اس لئے نہیں کہ لحہ بھر کیلئے تمہیں

بھول گیا تھاہاں سب سے آسان ذکر، زبان سے کرنا ہوتا ہے۔''

حضرت قاسم بغدادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بڑے صوفی سے یوں پوچھا کہ عارف لوگوں کے نفس، ذکر کرنے پر اکتا سکتے ہیں لیکن غور وفکر کرنے پر خوش نظر آتے ہیں حالانکہ غور وفکر کسی ٹھکانے پر نہیں پہنچاتا لیکن ذکر کرنے پر انہیں خوشی حاصل ہوتی ہے۔

اس پر اس صوفی نے فرمایا انہوں نے ذکر سے حاصل ہونے والی نعمتوں کو ہلکا جانا تو پھر مشکلیں وزنی سمجھنے کی وجہ سے انہیں سنبھالا نہیں تاہم فکروں سے آگے چیزوں کی اہمیت نے انہیں قابو میں لے کر مجاہدوں کی تکلیف سے بچا لیا۔

ان کے اس فرمان

''انہوں نے ذکر سے حاصل ہونے والی نعمتوں کو ہلکا جانا۔''

کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ یہ سب نفسانی خواہشات ہیں جبکہ عارف لوگ نفسوں اور ان کے حصول کی طرف توجہ نہیں دیتے، رہی ان کی سوچیں تو چونکہ وہ اللہ کی عظمت، رعب، احسان اور اچھے سلوک کے ماتحت ہوتی ہیں تو وہ اللہ کی عظمت کی خاطر ان حقوق کا لحاظ رکھتے ہیں جن کا اللہ کی طرف سے ان پر بوجھ ہے اور اس کی عزت کی خاطر ان سے توجہ ہٹائے رکھتے ہیں جو اللہ نے اپنے ذمے لئے ہوتے ہیں اور یہ بات رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان میں ملتی ہے جو انہوں نے اللہ کی طرف سے بتائی ہے کہ

''جو میرے ذکر میں کھونے کی وجہ سے مجھ سے سوال نہ کر سکا تو

میں اسے سوال کرنے والوں کو دی جانے والی نعمتوں سے بڑھ کر

دیتا ہوں۔''

اس سے مراد وہ شخص ہے جسے میرے مشاہدے کی بناء پر زبانی ذکر کا موقع نہ

Marfat.com

مل سکے کیونکہ زبان کا ذکر تو ترے سوال کرنا ہی بنتا ہے اور دوسری بات یہ کہ عظمت الٰہیہ اسے حیران کرتی ہے اور یوں وہ اسے اس کا ذکر نہیں کرنے دیتی جیسے نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا۔

''میں تمہارے ذکر کا حق ادا نہیں کر پاتا۔''

اسی سلسلے میں ہمیں کسی نے حضرت نوری رضی اللہ عنہ کے یہ شعر سنائے ہیں۔ ؎

أُرِيْدُ دَوَامَ الذِّكْرِ مِنْ فَرْطِ حُبِّهِ
فَيَا عَجَبًا مِنْ غَيْبَةِ الذِّكْرِ فِي الْوَجْدِ
وَأَعْجَبُ مِنْهُ غَيْبَةُ الْوَجْدِ تَارَةً
وَغَيْبَةُ عَيْنِ الذِّكْرِ فِي الْقُرْبِ وَالْبُعْدِ

''میں اس سے بے تحاشا محبت کی بناء پر اس کا ذکر مسلسل کرنا چاہتا ہوں لیکن حیران ہوں کہ اس محبت کے دوران یہ ذکر بھول جاتا ہوں اور اس سے بھی زیادہ حیرانی اس بات پر ہے کہ کبھی یہ وجد و محبت بھی نہیں رہتی بلکہ ذکر بھی وہیں کہیں گم ہو جاتا ہے۔''

حضرت جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص مشاہدہ کے بغیر ''اللہ'' کہتا ہے تو وہ جھوٹا ہوتا ہے۔

یہ فرمان سچائی کی بناء پر اللہ کے اس فرمان کی یاد دلاتا ہے۔

قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ

پھر یہ بھی فرمایا۔

وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝

(المنافقون:1)

''انہوں نے کہا ہم اعلان کرتے ہیں کہ آپ یقینا اللہ کے رسول
ﷺ ہیں لیکن اللہ بتاتا ہے کہ منافق لوگ یقینا جھوٹے ہیں۔''

اس میں اللہ نے انہیں جھٹلا دیا حالانکہ ان کی بات سچی تھی مگر وہ مشاہدے کی وجہ سے نہ تھی۔

ایک اور صوفی کا فرمان ہے دل تو مشاہدہ کرنے کیلئے ہوتا ہے اور زبان وہ مشاہدہ بتاتی ہے چنانچہ جو بے سمجھی میں بیان کرتا ہے، وہ جھوٹا گواہ ہوتا ہے۔

کسی بڑے صوفی کے اشعار یوں ہیں۔

أَنْتَ الْمُوَلَّهُ لِيْ لَا الذِّكْرُ وَلَّهَنِيْ
حَاشَا لِقَلْبِيْ أَنْ يَعْلَقْ بِهٖ ذِكْرِيْ
اَلذِّكْرُ وَاسِطَةٌ يَحْجُبُكَ عَنْ نَظَرِيْ
اِذَا تَوَشَّحَهُ مِنْ خَاطِرِيْ فِكْرِيْ

''مجھے ذکر نے نہیں بلکہ تم نے بے خود کیا ہے، ایسا وقت ہی نہ آئے کہ میرا ذکر دل سے تعلق رکھے۔ ذکر درمیان میں آ کر تمہیں میری نگاہوں سے اس وقت پرے لے جاتا ہے جب میری سوچ اس کے خیال میں کھو جاتی ہے۔''

اس کا مفہوم یہ ہے کہ ذکر تو ذکر کرنے والے کی ایک خوبی ہوتی ہے اور اگر میں اپنے ذکر میں کھو جاتا ہوں تو اپنے آپ ہی میں گم ہوں گا کیونکہ بندے کو اس کی خوبیاں ہی اس کے مولیٰ سے دور کرتی ہیں۔

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ بتاتے ہیں کہ جنگل میں میں کسی حبشی کے ہمراہ جا رہا تھا اور دیکھتا جاتا تھا وہ جب بھی ذکر کرتا، اس کا رنگ بدل کر سفید ہو جاتا۔ اس پر میں نے کہا: ارے میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں کہ تم جب بھی ذکر کرتے ہو، تمہاری حالت بدلتی

چلی جاتی ہے۔ اس نے کہا: اے بھائی! بھلا بتاؤ تو سہی کہ تم جب بھی پورے طور پر اللہ کا ذکر کرو تو تمہاری حالت بدل نہ جائے گی؟ اور پھر یہ شعر پڑھ دیئے۔

ذَكَرْنَا وَمَا كُنَّا لِنَنْسَى فَنَذْكُرْ
وَلٰكِنْ نَسِيْمُ الْقُرْبِ يَبْدُو فَيَبْهَرْ
فَأَفْنَى بِهٖ عَنِّيْ وَأَبْقَى بِهٖ لَهٗ
إِذَا الْحَقُّ عَنْهُ مُخْبِرٌ وَمُعَبِّرْ

''ہم نے اسے یاد کیا مگر بھولنے کے بعد نہیں بلکہ قرب جیسی خوشگوار ہوا آئی اور اس نے بے خود کر دیا، اسے میری نظروں سے دور کر دیا اور اسی کی خاطر اسے باقی رہنے دیا جبکہ حق نے اس کی طرف سے یہ بات بتائی ہے۔''

ہمیں کسی نے ابن عطاء رضی اللہ عنہ کے یہ شعر سنائے تھے۔

أَرَى الذِّكْرَ أَصْنَافًا مِنَ الذِّكْرِ خَشْوُهَا
وِدَادٌ وَشَوْقٌ يَبْعَثَانِ عَلَى الذِّكْرِ
فَذِكْرٌ أَلِيْفُ النَّفْسِ مُمْتَزَجٌ بِهَا
يَحُلُّ مَحَلَّ الرُّوْحِ فِيْ طَرْفِهَا يَسْرِيْ
وَذِكْرٌ يُعَزِّى النَّفْسَ عَنْهَا لِأَنَّهٗ
لَهَا مُتْلِفٌ مِنْ حَيْثُ تَدْرِيْ وَلَا تَدْرِيْ
وَذِكْرٌ عَلَامِيْ الْمَفَارِقَ وَالذُّرَى
يَجِلُّ عَنِ الْاَدْرَاكِ بِالْوَهْمِ وَالْفِكْرِ

Marfat.com

يَرَاهُ لِحَاظُ الْعَيْنِ بِالْقَلْبِ رُؤْيَةً

فَيَجْفُوْ عَلَيْهِ اَنْ يُشَاهِدَ بِالذِّكْرِ

"میرے سامنے اس ذکر کی کئی شکلیں ہیں جس میں ایسے عشق و محبت ہیں جو دونوں ہی ذکر پر لگاتے ہیں۔

چنانچہ ایک تو دل میں سمایا اور گھر کئے ہوئے ہے اور روح کی طرح رگ رگ میں سما چکا ہے۔

ایک ذکر وہ ہے جو اس کی طرف سے نفس کو تسلی دیتا ہے خواہ وہ جانے یا نہ جانے۔

ایک ایسا بھی ہے جو سمجھ سے باہر ہے اور وہم و خیال تک میں نہیں آتا۔

اسے آنکھ کا ایک گوشہ دل کے ذریعے دیکھتا ہے تو اس بناء پر پریشان ہوتا ہے کہ ذکر کی وجہ سے اس کا مشاہدہ ہو۔"

شاعر نے یہاں ذکر کی کئی قسمیں بتائی ہیں چنانچہ پہلا ذکر، دل کا ہے اور وہ یہ کہ جس کا ذکر ہو وہ بھولنے کے بعد یاد نہ آیا ہو، دوسرا ذکر وہ ہے جس میں ذکر کئے جانے والے کی خوبیاں ہوں، تیسرا یہ کہ ذکر کیا جانے والا سامنے ہو جس سے وہ ذکر کو بھول جائے کیونکہ ذکر کئے جانے والے کی خوبیاں تمہیں تمہاری خوبیاں بھلا دیتی ہیں اور تم ذکر سے رہ جاتے ہو۔

*****

Marfat.com

اڑتالیسواں باب:

''انس'' کے بارے میں ان کے فرمان

حضرت جنید رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا ''انس'' کیا ہوتا ہے تو انہوں نے فرمایا۔

''ڈر پیدا ہو جانے کی وجہ سے شرم و حیاء کا اٹھ جانا، انس کہلاتا ہے۔''

شرم اٹھنے سے مراد یہ ہے کہ اس میں خوف نہیں بلکہ امید زیادہ ہو۔

حضرت ذوالنون رضی اللہ عنہ سے ''انس'' کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا۔

''انس یہ ہے کہ محبت کرنے والا خوشی سے محبوب کو ملے۔''

اس کا معانی وہی ہے جو حضرت خلیل علیہ السلام کے اس فرمان کا ہے۔

اَرِنِیۡ کَیۡفَ تُحۡیِ الۡمَوۡتٰی ؕ (البقرہ: ۲۶۲)

''دکھایئے تو سہی کہ آپ مردوں کو کیسے زندہ کرتے ہیں؟''

پھر فرمایا۔

لَنۡ تَرٰىنِیۡ (الاعراف: ۱۴۳)

''تم مجھے نہیں دیکھ پاؤ گے۔''

یہ فرمان ایسا ہے جیسے کوئی معذرت کر رہا ہوتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ تم میں اس کی طاقت ہی نہیں۔

Marfat.com

حضرت ابراہیم مارستانی رضی اللہ عنہ سے "انس" کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا۔

"انس یہ ہے کہ انسان محبوب سے ملے تو اسے خوشی ہو۔"

حضرت شبلی رضی اللہ عنہ سے انس کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا۔

"انس یہ ہے کہ تم انس کو بھلا دو۔"

حضرت ذوالنون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"انس کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ کوئی آگ میں ڈال دیا جائے تو یہ چیز اسے اس سے دور نہ کرے جس سے اس کا انس ہے۔"

ایک صوفی نے فرمایا۔

"انس یہ ہے کہ ذکروں میں لگ کر غیروں کی نظروں سے دور ہو جائے۔"

ہمیں حضرت رویم رضی اللہ عنہ کے یہ شعر سنائے گئے۔

شَغَلْتَ قَلْبِیْ بِمَا لَدَیْكَ فَمَا
یَنْفَكُّ طُوْلَ الْحَیَاةِ مِنْ فِكْرِیْ

آنَسْتَنِیْ مِنْكَ بِالْوِدَادِ وَقَدْ
اَوْحَشْتَنِیْ مِنْ جَمِیْعِ ذَا الْبَشَرِ

ذِكْرُكَ لِیْ مُؤْنِسٌ یُعَارِضُنِیْ
یُوْعِدُنِیْ عَنْكَ مِنْكَ بِالظَّفَرِ

وَحَیْثُ مَا كُنْتَ یَا مَدَی هِمَمِیْ
فَاَنْتَ مِنِّیْ بِمَوْضِعِ النَّظَرِ

Marfat.com

''تو نے اپنے ہاں کی کسی خوبی کی وجہ سے میرے دل کو مصروف کر رکھا ہے اور یہ زندگی بھر میرے خیال میں رہے گا۔

تو نے مجھے اپنی محبت میں لگا رکھا ہے اور تمام لوگوں سے بیگانہ کر دیا ہے۔

تیری یاد مجھے بہلاتی ہے اور میرے ذہن میں رہتی ہے اور مجھے تمہارے بارے میں کامیابی کا وعدہ دیتی ہے۔

اے میرے سہارے! تم جہاں بھی ہو، میرے سامنے ہو۔''

*****

Marfat.com

انچاسواں باب

''قرب'' کے بارے میں ان کے فرمان

حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ سے ''قرب'' کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔

''قرب، فرمانبرداری کو کہتے ہیں۔''

ایک اور صوفی فرماتے ہیں۔

''قرب'' یہ ہے کہ بندہ اپنے قریبی کے سامنے عاجز ہو رہے''

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ○ (العلق:۱۹)

''سجدہ کرو اور قریبی بن جاؤ۔''

حضرت رویم رضی اللہ عنہ سے ''قرب'' کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا۔

''سامنے آنے والی ہر رکاوٹ دور کر دینا، قرب کہلاتا ہے۔''

ایک اور صوفی سے ''قرب'' کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا۔

''قرب'' یہ ہے کہ تم قریبی کے عملوں کو اپنے مقابلے میں دیکھو۔''

معانی یہ ہے کہ تم اس کے اپنے ساتھ برتاؤ اور بھلائی کو دیکھو اور انہیں دیکھتے وقت اپنے کاموں اور مجاہدوں کو نہ دیکھو۔

دوسری بات یہ ہے کہ تم اپنے آپ کو کام کرنے والا نہ سمجھو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

اپنے نبی کریم ﷺ سے فرمایا تھا۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ج

(الانفال:١٧)

''پھینکتے وقت آپ نے نہیں بلکہ اللہ نے نے پھینکیں تھیں۔''

اور فرمایا۔

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ص

(الانفال:١٧)

''آپ نے نہیں بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا تھا۔''

یہاں انہوں نے حضرت نوری رضی اللہ عنہ کے یہ شعر سنائے۔

اَرَانِيْ جَمْعِيْ فِيْ فَنَائِيْ تَقَرُّبًا
وَهَيْهَاتَ اِلَّا مِنْكَ عَنْكَ التَّقَرُّبُ
فَمَا عَنْكَ لِيْ صَبْرٌ وَّلَا فِيْكَ حِيْلَةٌ
وَلَا مِنْكَ لِيْ بُدٌّ وَّلَا عَنْكَ مَهْرَبُ
تَقَرَّبَ قَوْمٌ بِالرَّجَا فَوَصَلْتَهُمْ
فَمَا لِيْ بَعِيْدًا مِّنْكَ وَالْكُلُّ يَعْطَبُ

''فناء ہو کر تمہارے ساتھ اکٹھ پر مجھے قریبی ہونے کا خیال آتا ہے
اور تمہارے علاوہ تم سے قرب دور کی بات ہے۔
چنانچہ میں تمہارے بغیر رہ بھی نہیں سکتا اور نہ ہی تم سے ملنے کی راہ
ہے، تمہارے بغیر گزارہ بھی نہیں اور نہ بھاگنے ہی کی جگہ ہے۔
کچھ لوگوں نے قریب ہونے کی امید لگائی تو تم نے انہیں ملنے کا

Marfat.com

موقع دے دیا لیکن مجھے کیا ہوا کہ سب کچھ برباد کرنے کے
باوجود تم سے دور ہوں۔
مطلب یہ کہ میں اپنا حال دیکھتا ہوں کہ تمہارے ساتھ اکٹھ اور
دوسروں سے میری علیحدگی تمہارا قرب بنتا ہے۔
جمع (اکٹھ) اور فناء دو خوبیاں ہیں، میرا تم سے قرب کسی خوبی کی
وجہ سے نہیں بلکہ تمہاری وجہ سے ہے۔"

پھر فرمایا کہ لوگوں نے اپنے کاموں اور فرمانبرداری کر کے قرب حاصل کیا تو تم نے مہربانی سے انہیں قرب دیا جبکہ میرے پاس عمل تو ہیں نہیں کہ جن کے ذریعے تم سے قرب کر لوں اور پھر تمہارے قرب کے شوق ہی میں برباد ہو رہا ہوں اور جہاں ہوں، وہاں میرے پاس اس کا کوئی ذریعہ بھی نہیں۔

حضرت نوری رضی اللہ عنہ ہی کے یہ شعر بھی ملے ہیں۔

يَا مَنْ أُشَاهِدُهُ عِنْدِيْ فَأَحْسِبُهُ
مِنِّيْ قَرِيْبًا وَقَدْ عَزَّتْ مَطَالِبُهُ
إِذَا سُمْتُ نَفْسِيْ سَلْوَةً عَنْهُ رَدَّنِيْ
إِلَيْهِ شُهُوْدٌ لَيْسَ تَفْنٰى عَجَائِبُهُ

"اے وہ ذات جسے میں اپنے قریب دیکھتا ہوں تو خیال کرتا ہوں
کہ وہ میرے قریب ہے حالانکہ اس کی تلاش مشکل ہے۔
جب میں بے امیدی میں اپنے آپ کو کہیں لے جاتا ہوں تو مجھے
کچھ ایسے گواہ ہوتے ہیں جن کے عجیب کام مجھے اس کی طرف
واپس لے جاتے ہیں۔"

''سلوۃ'' کا معانی بے امید ہوتا ہے، شاعر کہہ رہے ہیں کہ میں جہاں کہیں اس سے بے امید ہو جاتا ہوں تو وہ مجھے بے امیدی سے نکال کر کھلی مہربانی کرتے ہوئے مجھے اس کے پاس لے جاتا ہے۔

حضرت شبلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

''میں تمہارے بارے میں حیران ہوں تو اے اپنے آپ میں حیران ہونے والوں کو اپنی راہ دکھانے والے! میرا ہاتھ تھام لے۔''

*****

پچاسواں باب:

"اتصال" کے بارے میں ان کے فرمان

اتصال کا معانی یہ ہے کہ انسان اپنے باطن کے ذریعے اللہ کے علاوہ ہر چیز سے الگ ہو جائے چنانچہ اپنے باطن کے ذریعے اللہ کے علاوہ کسی اور چیز کو عظیم نہ دیکھے اور نہ ہی اس کے سوا کسی اور سے کچھ سنے۔

حضرت نوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"اتصال سے وہ چیزیں مراد ہیں جنہیں دل دیکھتے ہیں۔"

جبکہ باطن کے رازوں کو دیکھنا دلوں کے سامنے کھلنے والی چیزیں ہوتی ہیں جیسے حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

"لگتا ہے کہ میں رحمن کے عرش کو کھلم کھلا دیکھ رہا ہوں۔"

باطن کے سامنے کھلنے والی چیزیں وہ ہیں جیسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"اللہ کی عبادت یوں کرو جیسے وہ تمہاری نظر میں ہے۔"

اور جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ

"ہم نے فلاں مکان پر مل کر اللہ کو دیکھا تھا۔"

ایک صوفی فرماتے ہیں۔

"اتصال کا مطلب باطن کو وہاں تک لے جانا ہے کہ وہ سب کچھ بھول جائے۔"

اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ دوسروں کی تعظیم چھوڑ کر صرف اللہ تعالیٰ ہی کی تعظیم

Marfat.com

کرنے لگے۔

ایک بڑے صوفی کا فرمان ہے۔

''اتصال یہ ہے کہ بندہ اپنے خالق کے علاوہ کسی اور کو نہ دیکھے اور اس کے دل میں اپنے پیدا کرنے والے کے بغیر کوئی بھی کھٹک نہ سکے۔''

✱✱✱✱✱

Marfat.com

اکیاونواں باب:

''محبت'' کے بارے میں ان کے فرمان

حضرت جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''محبت'' دلوں کے جھکاؤ کا نام ہے۔

مطلب یہ کہ اس کا دل اللہ تعالیٰ اور اس کی ہر چیز کی طرف بے دھڑک جھکاؤ کر لے۔

ایک اور صوفی فرماتے ہیں ''محبت'' دوسرے جیسا ہونے کا نام ہے۔''

معانی یہ ہے کہ وہ دوسرے کے کہنے پر، وہ ڈانٹے تو اس کام سے رک جائے اور اس چیز پر راضی رہے جس کا وہ حکم دیتا اور تقدیر میں لکھتا ہے۔

حضرت محمد بن علی کتانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں محبوب کو اپنے سے پہلے سمجھنا ''محبت'' ہے۔

ایک اور صوفی کہتے ہیں محبت یہ ہے کہ تم جسے چاہو، پسند کی چیز دے دو۔

حضرت ابو عبداللہ نباجی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مخلوق میں دلچسپی لینا اور خالق میں ختم ہو جانا محبت ہے۔

استہلاک (ختم ہو جانا) یہ ہے کہ تمہارا کچھ بھی نہ رہے، نہ تمہاری محبت کا کوئی سبب ہو اور نہ ہی وہ سبب سے قائم ہو۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو اللہ سے محبت کرے، زندگی اسی کی ہے اور کسی دوسرے سے ہو تو زندگی (کا مزہ) نہیں۔

یہاں (عربی میں) ھو العیش (زندگی وہی ہے) کا معانی یہ ہے کہ اس کی

Marfat.com

زندگی اچھی گزرے گی کیونکہ محبت کرنے والے کو محبوب کی طرف سے پسندیدہ یا ناپسندیدہ آنے والی ہر چیز میں مزہ ملتا ہے۔

''اس کی زندگی نہیں'' کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسے ملنا تو چاہتا ہے لیکن اس سے دوری میں اسے خطرہ رہتا ہے جس کی وجہ سے اس کی اصل زندگی خراب ہو جاتی ہے۔

ایک بڑے صوفی فرماتے ہیں محبت ایک مزہ ہے اور حق تعالیٰ کو لذت کا مقام نہیں بنایا جا سکتا۔ کیونکہ حقیقی جگہیں ڈر، پورا کام اور حیرت ہیں چنانچہ بندے کی اللہ سے محبت ایسی تعظیم ہے جو باطن میں جاتی ہے جس کی وجہ سے اس کے علاوہ کسی اور کی تعظیم نہیں ہوتی۔

بندے کی اللہ سے محبت یہ ہے کہ اسے اپنے میں گم رکھے اور وہ اس کے سوا کسی کا نہ رہ جائے اور اس آیت کا یہی معانی ہے۔

وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ۝ (طٰہٰ:۴۱)

''اور میں نے تجھے خاص اپنے لئے بنایا۔''

''کسی کا نہ رہ جائے'' کا مطلب یہ ہے کہ اس میں غیروں کی پڑتال کرنے اور حالات دیکھنے کی فرصت ہی نہ رہے۔

ایک اور صوفی فرماتے ہیں ''محبت'' دو طرح کی ہوتی ہے: محبت اقرار، یہ ہر خاص و عام سے ہوتی ہے۔

دوسری محبت وجد جو درست طریقے کی ہو، اس میں نہ تو اپنے آپ کو دیکھے اور نہ ہی مخلوق کو، نہ سبب کو دیکھے اور نہ حالات کو بلکہ وہ اسے دیکھنے میں ڈوبا رہے جو اللہ تعالیٰ کیلئے اور اسی کی طرف سے ہے اور اسی سلسلے میں کسی نے ہمیں یہ شعر پڑھ کر سنائے ہیں۔

Marfat.com

أُحِبُّكَ حُبَّيْنِ حُبَّ الْهَوٰى
وَحُبًّا لِاَنَّكَ اَهْلٌ لِذَاكَا
فَاَمَّا الَّذِیْ هُوَ حُبُّ الْهَوٰى
فَشُغْلِیْ بِذِكْرِكَ عَمَّنْ سِوَاكَا
فَاَمَّا الَّذِیْ اَنْتَ اَهْلٌ لَهٗ
فَلَسْتُ اَرَى الْكَوْنَ حَتّٰى اَرَاكَا
فَمَا الْحَمْدُ فِیْ ذَا وَلَا ذَاكَ لِیْ
وَلٰكِنْ لَكَ الْحَمْدُ فِیْ ذَا وَ ذَاكَا

"میں تجھ سے دوطرح کی محبت کرتا ہوں، ایک عاشقانہ اور دوسری صرف اس لئے کہ تو ہی اس کے لائق ہے۔
رہی عاشقانہ محبت تو وہ یہ ہے کہ میں دوسروں کے سوا صرف تیرا ذکر کرتا ہوں۔
رہی وہ محبت کہ جس کا حقدار تو ہی ہے تو وہ یہ ہے کہ میں جب تک تجھے دیکھ نہ لوں، کائنات کو نہیں دیکھتا۔
چنانچہ میرے لئے اس میں اور اُس میں دلچسپی نہیں ہے تاہم یہاں اور وہاں صرف تیری حمد وثناء ہونی چاہیے۔"

حضرت ابن عبدالصمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "محبت" ایسی حالت ہوتی ہے جو اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے اور جب محبوب کے سوا ہر چیز سے اندھا کرتی ہے تو وہ اس کے علاوہ کسی اور کو نہیں چاہتا۔

Marfat.com

پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔

''تم کسی شے سے محبت رکھو تو وہ تمہیں اندھا اور بہرہ بنا دے گی۔''

کسی شاعر نے کہا ہے۔

اَصَمَّنِی الحُبُّ اِلَّا عَنْ تَسَامُرِہٖ
فَمَنْ رَاَی حُبِّ یُوْرِثُ الصَّمَمَا
وَکَفَّ طَرْفِیْ اِلَّا عَنْ رِعَایَتِہٖ
وَالْحُبُّ یُعْمِیْ وَفِیْہِ الْقَتْلُ اِنْ کَتَمَا

''مجھے رات کو دوست سے گفتگو کے علاوہ محبت نے ہر چیز سے بہرہ بنا دیا ہے تو کیا کوئی ایسا ہے جس نے بہرہ کر دینے والی محبت دیکھی ہو؟

اس نے اپنے علاوہ میری آنکھ کو کسی اور کی طرف دیکھنے سے روکا ہے، یہ محبت اندھا کر دیتی ہے لیکن اسے چھپائیں تو مار ڈالتی ہے۔''

اور یہ شعر بھی سنائے۔

فَرْطُ الْمُحَبَّۃِ حَالٌ لَا یُقَاوِمُھَا
رَاَی الْاَصِیْلِ اِذَا مَحْذُوْرُہٗ قَھَرَا
یَلَذُّ اِنْ عَذَلَتْ مِنْہُ قَوَارِعُہٗ
وَاِنْ تَزَیَّدَ فِیْ تَعْذِیْلِہٖ بَھَرَا

''انتہائی محبت وہ حال ہے جس کا مقابلہ بنیادی کام کرنے والے

اس آدمی کی رائے نہ کرے گی جس کا خطرہ بڑھ چکا ہو۔
اسے اس وقت مزہ آتا ہے جب تکلیفیں اس سے دور ہو جاتی ہیں
اور اگر برابر ہونے میں گردن لمبی کرے تو پریشان کرتا ہے۔"

فصل:

صوفیاء کی کچھ ایسی عبارتیں ہیں جو انہی کے ہاں بولی جاتی ہیں اور آپس میں بولے جانے والے کچھ الفاظ ہیں جنہیں ان کے علاوہ کوئی نہیں بول سکتا۔ یہاں ہم ذہن میں موجود چند ایک کا ذکر کر رہے ہیں اور مختصر طور پر ان کے معنے بھی بتاتے ہیں۔

اس میں ہم عبارت کا معانی ہی بتائیں گے، الفاظ کا ترجمہ نہیں کیونکہ اس کا مضمون دل سے تو کیا جائیں، اشارے کے ماتحت بھی نہیں آتا۔ رہا صوفیاء کے حالات کی حقیقت تو عبارت ان کے لئے مختصر ہے لیکن یہ عبارتیں صوفیاء کے ہاں مشہور ہیں۔

*****

Marfat.com

باون واں باب

اصطلاحاتِ صوفیاء

''تجرید وتفرید'' کے بارے میں ان کے فرمان

تجرید کا مفہوم:

تجرید کا معانی یہ ہے کہ صوفی اپنے ظاہر کو دنیاوی ساز وسامان سے الگ رکھے اور باطنی طور پر جلد یا بدیر کسی چیز کا بدلہ نہ مانگے بلکہ یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے لازم ہونے والے حق کیلئے کرے، اس کے علاوہ کسی قسم کا بہانہ اور سبب نہ بنائے اور باطنی طور پر ان مقاموں کو دیکھنے سے دور رہے جن میں وہ داخل ہے اور ان حالات کو دیکھنے سے باز رہے جن میں وہ اترا ہے یعنی ان چیزوں سے اسے سکون نہ ملے اور انہیں گلے نہ لگائے۔

تفرید کا مفہوم:

تفرید کا معانی یہ ہے کہ صوفی اپنی طرح کے لوگوں سے جدا ہو جائے، اپنے ہر حال کے موقع پر تنہا ہو اور اپنے فعلوں میں بالکل الگ تھلگ ہو جائے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے سارے فعل صرف اللہ کیلئے ہوں اور اس میں وہ اپنے نفس کو نہ دیکھے، نہ مخلوق کو سامنے رکھے اور نہ ہی کسی بدلے پر دھیان دے، کسی بھی حال میں اپنے حال سے الگ رہے چنانچہ اپنے نفس کے اندر کوئی حال نہ دیکھے بلکہ اسے ان سے بدلنے والے کو دیکھ کر غائب ہو جائے، اپنے تہ ،ں سے الگ رہے، ان سے دل نہ بہلائے

Marfat.com

اور نہ ہی ان سے تنہائی اختیار کرے۔

کچھ حضرات کہتے ہیں تجرید یہ ہے کہ کسی چیز کا مالک نہ بنے اور تفرید یہ ہے کہ کسی کی ملکی میں نہ آئے۔

ہمیں عمرو بن عثمان مکی کے یہ شعر سنائے گئے۔

تَفَرَّدَ بِاللهِ الْفَرِيْدِ فَرِيْدٌ
فَظَلَّ وَحِيْدًا وَالْمَشُوْقُ وَحِيْدُ
وَذَاكَ لِاَنَّ الْمُفْرَدِيْنَ رَاَيْتُهُمْ
عَلَى طَبَقَاتٍ وَالدُّنُوُّ بَعِيْدُ
فَمِنْ مُفْرِدٍ يَسْمُوْ بِهِمَّةِ قَلْبِهٖ
عَنِ الْمُلْكِ جَمْعًا فَهُوَ عَنْهُ يَحِيْدُ
وَاٰدَمَنَ سَيْرًا فِي السُّمُوِّ تَوَحُّدًا
وَكُلٌّ وَحِيْدٍ بِالْبَلَاءِ فَرِيْدُ
وَاٰخَرُ يَسْمُوْ فِي الْعُلُوِّ تَفَرُّدًا
عَنِ النَّفْسِ وَجْدًا فَهِيَ مِنْهُ تَبِيْدُ
وَاٰخَرُ مَفْكُوْكٌ مِنَ الْاَسْرِ بِالْفَنَا
فَاَصْبَحَ خَلْوًا وَاجْتَبَاهُ وَدُوْدُ

"یکتا اللہ کے ساتھ تنہا شخص الگ ہوا چنانچہ وہ تنہا ہو اور جس کا شوق ہو وہ تنہا ہی ہوا کرتا ہے۔

اس کی وجہ یہ تنہا ہونے والے وہ لوگ ہیں جنہیں کئی طبقوں میں دیکھتا ہوں اور قرب (اللہ کا) بہت دور کی بات ہے۔

ایک تنہا وہ ہوتا ہے جو اپنے دلی ارادے کی بناء پر پوری بادشاہی سے الگ رکھتا ہے چنانچہ وہ اس سے الگ تھلگ ہوتا ہے۔

وہ تنہا ہو کر بلندی کی طرف مسلسل سیر کرتا رہا اور مصیبت میں گرفتار ہر اکیلا شخص بھی تنہا ہی ہوتا ہے۔

ایک اور تنہا ہوتا ہے جو نفس کو الگ رکھ کر بلندی کی طرف چلا جاتا ہے۔

ایک اور تنہا بھی ہوتا ہے جو فناء ہو کر ہی قید سے رہا ہوتا ہے، وہ خالی اور فارغ ہوتا ہے اور اسے اللہ ودود اپنا بنا لیتا ہے۔''

تو جو شخص مسلسل سیر میں رہتا ہے وہ مصیبت میں اکیلا ہوتا ہے کیونکہ اسے مرضی کی چیز لینے کی راہ نہیں ملتی اور نہ ہی وہ اس کے سوا کسی اور سے دل بہلا سکتا ہے، جو تنہا اپنے نفس سے دور ہو گیا تو مصیبت اسے محسوس نہیں ہوتی اور جو فناء ہو کر نفس کی قید سے رہا ہوا، درحقیقت وہی چنا ہوا (اللہ کا) قریبی اور تنہا ہوتا ہے۔

*****

Marfat.com

ترپن واں باب:

''وجد'' کے بارے میں ان کے فرمان

وجد کا مفہوم:

وجد کا معانی وہ حالت ہے جو دل میں آئے، وہ گھبراہٹ ہو، غم ہو، آخرت کے حالات پر نظر ہو یا بندے اور اللہ کے درمیان حالت کا کھلنا ہو۔

وجد، صوفیاء کے نزدیک:

صوفیاء فرماتے ہیں کہ وجد سے مراد دلوں کے کان اور آنکھ ہیں، (دیکھئے) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَ لٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ○ (الحج:۴۶)

''یہ کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔''

پھر فرمایا۔

اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ○ (ق:۳۷)

''یا کان لگائے اور متوجہ ہو۔''

چنانچہ جس کا وجد کمزور ہو جائے، وہ تواجد کرنے لگتا ہے۔ تواجد وہ حالت ہوتی ہے کہ جس کے ذریعے صوفی کے دل میں موجود حالت باہر دکھائی دیتی ہے لیکن جو

Marfat.com

طاقتور ہوتا ہے وہ قرار پکڑتا اور سکون میں ہو جاتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ

(الزمر: ۲۳)

''اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں یاد خدا کی طرف رغبت میں۔''

وجد کے بارے میں حضرت نوری رضی اللہ عنہ کا نظریہ:

حضرت نوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

''وہ آگ کی ایسی لپیٹ ہے جو باطن میں پیدا ہوتی ہے۔ پھر وہ فرماتے ہیں ''وجد'' چلی جانے والی چیز ہے جبکہ ''معرفت'' اللہ کے ساتھ ثابت ہوتی ہے اور الگ نہیں ہوتی۔''

اسی بارے میں حضرت جنید رضی اللہ عنہ کے یہ شعر ملتے ہیں۔

اَلْوَجْدُ يُطْرِبُ مَنْ فِي الْوَجْدِ رَاحَتُهٗ

وَالْوَجْدُ عِنْدَ حُضُوْرِ الْحَقِّ مَفْقُوْدُ

قَدْ كَانَ يُطْرِبُنِيْ وَجْدِيْ فَاَشْغَلَنِيْ

عَنْ رُؤْيَةِ الْوَجْدِ مَا فِي الْوَجْدِ مَوْجُوْدُ

''وجد، ایسے شخص کو مستی میں لے آتا ہے جسے وجد میں سکون ہو جاتا ہے جبکہ یہ حق کے سامنے جائے تو رہتا ہی نہیں۔

Marfat.com

مجھے بھی میرا وجد مستی میں لاتا تھا چنانچہ جو کچھ وجد میں موجود ہوتا ہے، اس نے مجھے وجد کو دیکھنے سے روکے رکھا۔"

ایک بڑے صوفی کے یہ شعر سنائے۔

اَبْدَی الْحِجَابَ فَذَلَّ فِیْ سُلْطَانِهٖ
عِزُّ الرُّسُوْمِ وَكُلُّ مَعْنًى يُحْضَرُ
هَيْهَاتَ يُدْرَكُ بِالْوُجُوْدِ وَاِنَّمَا
لَهَبُ التَّوَاجُدِ رَمْزُ عَجْزٍ يُقْهَرُ
لَا الْوَجْدُ يُدْرِكُ غَيْرَ رَسْمٍ دَاثِرٍ
وَالْوَجْدُ يَدْثُرُ حِيْنَ يَبْدُو الْمَنْظَرُ
قَدْ كُنْتُ اَطْرَبُ لِلْوُجُوْدِ مُرَوَّعًا
طَوْرًا يُغَيِّبُنِيْ وَطَوْرًا اَحْضُرُ
اَفْنَى الْوُجُوْدَ بِشَاهِدٍ مَشْهُوْدُهٗ
اَفْنَى الْوُجُوْدَ وَكُلَّ مَعْنًى يُذْكَرُ

"محبوب نے پردہ ہٹایا تو اس کے دور میں رسموں کی عزت اور ظاہری کیفیت ختم ہوگئی۔

یہ بڑے دور کی بات ہے کہ یہ حالت وجد کے ذریعے معلوم ہو جائے، وجد کی لپیٹ عاجزی کی نشانی ہے جو قابو میں آجاتی ہے۔
وجد صرف ختم ہونے والی رسم ہی کو پا سکتا ہے لیکن محبوب نظر آنے پر وجد رہتا ہی نہیں۔

Marfat.com

میں وجد کی وجہ سے ڈرتے ہوئے مستی میں آتا تو ایسی حالت
ہوتی جو مجھے غائب بھی کرتی اور ظاہر بھی کر دیا کرتی۔
دیکھے جانے والے محبوب نے کسی کے پاس ہونے کی وجہ سے وجد
کو ختم کر دیا اور وجد کے ساتھ ساتھ باقی حالتوں کو بھی ختم کر دیا۔"
ایک صوفی فرماتے ہیں۔
"وجد، حق تعالیٰ کی بشارتیں ہیں جو صوفی کو اللہ کے مشاہدوں کے
مقاموں تک لے جاتی ہیں۔"
کسی نے ایک صوفی شاعر کے یہ شعر سنائے۔

مَنْ جَادَ بِالْوَجْدِ اَحْرٰی اَنْ یَّجُوْدَ بِمَا
یُفْنِی الْوُجُوْدَ مِنَ الْاَفْضَالِ وَالْمِنَنِ
اَیْقَنْتُ حِیْنَ بَدَا بِالْوَجْدِ یَبْعَثُنِیْ
اَنَّ الْجَوَادَ بِهٖ یُوْفِیْ عَلَی الْحَسَنِ

"جو وجد دیتا ہے وہ اس بات کا زیادہ حق رکھتا ہے کہ مہربانیوں اور
احسانوں کے ذریعے اس وجد کو ختم کر دے۔
جب وہ وجد کی حالت میں دکھائی دیا تو مجھے یقین ہو گیا کہ وہ میری
توجہ اس طرف پھیرے گا کہ وجد پیدا کرتے وقت وہ اچھا کام
کرے گا۔"
حضرت شبلی رضی اللہ عنہ کا شعر ہے۔

اَلْوَجْدُ عِنْدِیْ جُحُوْدٌ
مَا لَمْ یَکُنْ عَنْ شُهُوْدِ

Marfat.com

وَشَاهِدُ الْحَقِّ عِنْدِیْ

یُفْنِیْ شُهُوْدَ الْوُجُوْدِ

''میرے نزدیک یہ وجد اس وقت تک وجد نہیں بنتا جب تک اس کے ساتھ مشاہدہ نہ ہو۔

اور میرے نزدیک حق تعالیٰ کا مشاہدہ، وجد کے دوران مشاہدے کو ختم کر دیتا ہے۔''

*****

Marfat.com

چون واں باب

”غلبہ“ کے بارے میں ان کے فرمان

غلبہ کا مفہوم:

”غلبہ“ صوفی کی وہ حالت ہے جو اس میں دکھائی دیتی ہے اور اس کیلئے وہ کسی سبب اور ادب کو ذہن میں نہیں لاتا، اسے آنے والی باتوں کی پرکھ سے روکا جاتا ہے چنانچہ کبھی کبھار وہ ایسے لوگوں کے پاس جاتا ہے جو اسے نہ جانتے ہوئے بھی ناپسند کرتے ہیں اور جب اس کے وجد پر غالب چیزوں میں ٹھہراؤ آجاتا ہے تو اپنے وجد کی حالت میں آجاتا ہے۔ اس پر غالب ہونے والی چیزوں میں خوف، دبدبہ، عظمت، حیاء یا انہی حالات میں سے کچھ ہوتا ہے جیسے حضرت ابولبابہ بن منذر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں آیا ہے جب ان سے بنو قریظہ نے مشورہ کیا اور جب حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے حکم پر انہیں اترنے کو فرمایا جس پر انہوں نے گلے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انہیں ذبح کرنے کی بات کی پھر اس پر شرمندہ ہوئے اور جان لیا کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بارے میں خیانت سے کام لیا چنانچہ اسی حالت میں مسجد کی طرف آکر اپنے آپ کو مسجد کے ایک ستون سے باندھ لیا اور کہا میں اس وقت تک یہیں رہوں گا جب تک اللہ تعالیٰ میرے کئے پر میری توبہ قبول نہیں فرماتا اور جب اللہ کی طرف سے ان پر خوف طاری ہوا تو وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آنے سے رکاوٹ بن گیا حالانکہ وہ ان پر واجب تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا

اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ

(النساء: ۶۴)

''اور اگر وہ اپنے نفسوں پر ظلم کرنے کے بعد آپ کی خدمت میں آئیں، اللہ سے بخشش مانگیں اور یہ رسول ان کیلئے بخشش مانگیں۔''

پھر شریعت میں بھی (اپنے آپ کو) ستونوں سے باندھنے کی اجازت نہیں ہے۔

پھر حضور نبی کریم ﷺ نے اس وقت فرمایا جب انہوں نے حاضری میں دیر کردی۔

''اگر یہ (اسی وقت) میرے پاس آجاتا تو میں اس کیلئے استغفار کرتا لیکن اب تو اس نے جو کچھ کرنا تھا، کرلیا اس لئے اب میں اسے اس جگہ سے اس وقت تک نہیں کھولوں گا جب تک اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول نہیں فرمالیتا۔''

پھر اللہ نے ان کی سچائی اور یہ دیکھ کر انہوں نے خوف غالب آنے کی وجہ سے ایسا کیا، انہیں بخش دیا، ان کی توبہ کا حکم اتارا تو نبی کریم ﷺ نے انہیں رہا کردیا چنانچہ جب حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ پر خوف چھا گیا تو وہ کسی سبب کو ذہن میں نہ لاسکے جو نبی کریم ﷺ کی طرف سے استغفار تھا کیونکہ اللہ کا فرمان ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

اور ادب کا دھیان نہ رکھ سکے۔

ادب یہ تھا کہ ان کی خدمت میں معذرت کرتے جن کی خدمت میں حاضری دیتے وقت یہ غلطی کر بیٹھے تھے اور جیسے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دین کیلئے غیرت تھی چنانچہ

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر صلح کرنا چاہی تو آپ کے سامنے رکاوٹ بنے جس پر آپ اٹھ کر تیزی سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کہنے لگے کہ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! کیا آپ ﷺ رسول اللہ نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں ضرور ہیں۔ انہوں نے پھر کہا کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ اس پر انہوں نے کہا ہاں! ضرور ہیں۔ انہوں نے کہا کیا یہ لوگ مشرک نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں! ضروز ہیں اس پر انہوں نے کہا تو پھر ہم اپنے دین پر دھبہ کیوں لگائیں؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اے عمر رضی اللہ عنہ! اس بات کو مانو اور میں ان کے رسول اللہ ﷺ ہونے کی گواہی دیتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں بھی ان کے رسول اللہ ﷺ ہونے کی گواہی دیتا ہوں اور پھر پریشانی بڑھنے پر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر وہی باتیں کیں جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کی تھیں چنانچہ آپ ﷺ نے بھی انہیں وہی جواب دیا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دیا تھا اور یہ بھی فرمادیا کہ میں اللہ کا بندہ اور رسول ہوں، اس کے حکم کی مخالفت نہیں کیا کرتا چنانچہ وہ مجھے ناکام نہیں کرے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے روزے رکھے، صدقہ و خیرات کیا، غلام آزاد کئے اور نمازیں ادا فرمائیں اور پھر مجھے اپنے ان الفاظ کی بابت جن کا خوف تھا یہ امید ہوئی کہ اب میرا معاملہ درست ہوگا۔

ایسے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضور نبی کریم ﷺ پر عبداللہ بن ابی منافق کی نمازِ جنازہ کے متعلق اعتراض ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا اس پر نمازِ جنازہ پڑھتے ہیں حالانکہ اس نے فلاں فلاں دن ایسی ایسی باتیں کہی تھیں اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ دن بتائے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے عمر رضی اللہ عنہ! رہنے دو مجھے اختیار دیا گیا

Marfat.com

ہے اور میں اپنے اختیار کے مطابق کر رہا ہوں اور پھر آپ ﷺ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھا دی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایسی جرأت کرنے پر حیرانی ہوئی۔

یونہی حضرت ابوطیبہ رضی اللہ عنہ کا وہ واقعہ ہے جب انہوں نے نبی کریم ﷺ کو پچھنے لگانے کے بعد خون پی لیا تھا حالانکہ شریعت میں منع ہے لیکن انہوں نے حال کے غالب ہونے پر کیا تھا جس پر نبی کریم ﷺ نے انہیں مجبور سمجھ کر فرمایا کہ تم نے جہنم کے کئی عذابوں کے سامنے رکاوٹ کھڑی کر لی ہے۔

یہ اور اس قسم کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں جو یہ بتاتی ہیں کہ غلبہ کی حالت صحیح شمار ہوتی ہے اور اس میں وہ کچھ جائز ہو جاتا ہے جو دوسری کسی چیز میں نہیں ہوتا اور اس حالت والا دوسرے کسی بھی حال سے آگے نکل جاتا ہے اور یہ اس کی مکمل حالت ہوتی ہے جیسے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تھی۔

*****

Marfat.com

پچپن واں باب

''سکر'' کے بارے میں ان کے فرمان

سکر کا مفہوم:

سکر یہ ہوتا ہے کہ صوفی چیزوں کو پہچان لے لیکن انہیں ان کے اصلی ناموں سے پہچانتا نہ ہو اور وہ یوں کہ وہ اللہ کا ساتھی بننے پر چیزوں کے فائدے اور لذتیں نہ جانتا ہو اور نہ ہی ان کے خلاف چیزوں سے واقف ہو کیونکہ اللہ کو اچھی طرح پہچاننے کے بعد وہ تکلیف دینے والی اور مزید چیزوں کی پہچان نہیں رکھ سکتا جیسے حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حدیث کی یہ روایت ملتی ہے کہ: مجھے اس کا پتھر اور مٹی، سونا اور چاندی ایک جیسے لگتے ہیں۔

پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان بھی ہے کہ: نہیں معلوم کہ میں کس حال میں ہوں، مالدار ہوں یا فقیر، اگر فقیری ہے تو اس میں صبر ہوتا ہے لیکن اگر مالداری ہے تو اس میں سکر ہوتا ہے۔

ایسے موقع پر وہ فائدہ مند اور نقصان والی چیزوں کو پہچان نہ سکے اور ان کے ذہن میں صبر اور سکر جیسی اللہ کی باتیں بڑھ کر تھیں۔

ایک صوفی شاعر نے کہا ہے۔

قَدِ اسْتَوْلَى عَلَى قَلْبِيْ هَوَاكَ
وَمَا لِيْ فِيْ فُؤَادِيْ مِنْ سِوَاكَ

Marfat.com

فَلَوْ قَطَّعْتَنِیْ فِی الْحُبِّ اِرْبًا

لَمَا حَنَّ الْفُؤَادُ اِلٰی سِوَاكَ

"میرے دل میں آپ سے محبت بھر چکی ہے اور اس میں اور کچھ
نہیں اگر تو نے مجھے اس محبت میں اپنے آپ سے تھوڑا سا بھی ہٹا
دیا تو دل کو تیرے سوا کسی اور کے پاس جا کر پریشانی نہ ہوگی۔"

صحو کا مفہوم:

ایسا صحو جو "سکر" کے بعد ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ وہ پہچان رکھے، تکلیف دینے والی اور پسندیدہ چیزوں میں فرق کر سکے چنانچہ اللہ کی مرضی کو سامنے رکھتے ہوئے درد دینے والی چیزوں کو پسند کرے اور اس کے درد کو نہ دیکھے بلکہ درد دینے والی چیز میں مزہ محسوس کرے جیسے ایک بڑے صوفی نے فرمایا کہ مصیبت میں تو مجھے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دے تو میں تجھ سے اور زیادہ محبت کروں گا۔

پھر حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

"مجھے اپنے رب سے شوق کی بناء پر موت پسند ہے، گناہوں کو
مٹانے کیلئے بیماری پسند کرتا ہوں اور اپنے رب کے سامنے عاجز
بن کر رہنے کیلئے فقیروں سے پیار رکھتا ہوں۔"

ایک صحابی کے بارے میں بھی آتا ہے کہ انہوں نے فرمایا۔

"موت اور فقیری جیسی دو ناپسندیدہ چیزیں کیا خوب لگتی ہیں۔"

یہ حالت مکمل ہوتی ہے کیونکہ "سکر" والا شخص بے علمی میں ناپسندیدہ چیز میں گرفتار ہو جاتا ہے اور اسے اس کی ناپسندیدگی سے الگ ہوتا ہے، یہ وہ شخص ہوتا ہے جو مزیدار چیزوں کی بجائے درد دینے والی چیز کو پسند کرتا ہے اور پھر ایسی چیزوں میں مزہ محسوس کرنے لگتا ہے کیونکہ ایسا کام کرنے والے کو وہ خوب دیکھ رہا ہوتا ہے۔

Marfat.com

صحو والا شخص (جس کی پہچان سکر کی پہچان سے پہلے ہوتی ہے) ثواب دیکھنے یا بدلہ لینے کیلئے کئی مرتبہ لذت والی چیزوں کے مقابلے میں درد والی چیزوں کو پسند کرتا ہے حالانکہ وہ درد والی چیزوں میں تکلیف والا اور لذت کی چیزوں میں لذت اٹھانے والا ہوتا ہے۔ صحو وسکر کی یہی پہچان ہے۔

ہمیں ایک بڑے صوفی کے یہ شعر سنائے گئے۔

كَفَاكَ بِاَنَّ الصَّحْوَ اَوْ جَدَ اَنَّتِيْ
فَكَيْفَ بِحَالِ السُّكْرِ وَالسُّكْرُ اَجْدَرُ
فَحَالَاكَ لِيْ حَالَانِ صَحْوٌ وَ سَكْرَةٌ
فَلَا زِلْتُ فِيْ حَالَيَّ اَصْحُوْ وَ اَسْكَرُ

''تمہارے لئے یہی کافی ہے کہ ''صحو'' نے میرے اندر گریہ زاری پیدا کر دی ہے تو سکر کے حال میں کیا ہوگا حالانکہ سکر میں رہنا زیادہ مناسب ہے۔

صحو اور سکر جیسی تمہاری دونوں حالتیں میری بھی ہیں چنانچہ میں بھی ہمیشہ صحو وسکر ہی میں رہا ہوں۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ پرکھنے کی حالت نے جب میرے اندر کی حالت ختم کر دی اور تمہاری حالت پیدا کر دی ہے تو سکر کی حالت کیسی ہوگی (اس کے دوران مجھ میں پرکھ نہ ہوگی) چنانچہ صرف اللہ ہی ہے جو میرے کئے جانے والے کاموں کی مجھے توفیق دیتا اور میرے حالات کا دھیان رکھتا ہے، یہ دونوں چیزیں مجھ میں ہیں اور یہ میری نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے ہیں اور میں ان دونوں حالتوں میں ہمیشہ رہوں گا۔

*****

چھپن واں باب:

''غیبت وشہود'' کے بارے میں ان کے فرمان

غیبت کا مفہوم:

''غیبت'' یہ ہے کہ اپنے نفس کی خواہشوں سے دور رہے اور انہیں دیکھنے بھی نہ پائے اور یہ اس کے ساتھ لگی ہوتی ہیں اور اس میں موجود ہوتی ہیں البتہ وہ حق کی پسندیدہ چیزوں کو دیکھ کر ان سے الگ رہے جیسے حضرت ابو سلیمان دارانی رضی اللہ عنہ نے اس وقت فرمایا۔

''جب انہیں اوزاعی سے کہی گئی اس بات کا پتہ چلا کہ آپ کی نیلگوں آنکھوں والی لونڈی کو ہم نے بازار میں دیکھا ہے اور انہوں نے فرمایا کہ کیا وہ نیلگوں آنکھوں والی ہے؟ کہ ان کے دلوں کی آنکھیں کھلی ہیں لیکن سروں کی آنکھیں بند ہیں۔''

اس پر انہوں نے بتایا کہ اس لونڈی سے ان کا غائب ہونا اس کی نیلگونی کی وجہ سے تھا حالانکہ آپ اس کی آنکھیں سیاہ دیکھنے کے خواہش مند تھے۔

اس کا پتہ ان کے اس فرمان سے چلتا ہے کیونکہ آپ نے پوچھا تھا: کیا وہ نیلگوں آنکھوں والی ہے۔

Marfat.com

شہود کا مفہوم:

شہود صوفی کی وہ حالت ہے کہ جس میں وہ دل میں آنے والی عبادت کی خواہشات کا تعلق اپنی بجائے اللہ سے رکھے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جو کچھ بھی لے، عبودیت سے حال اور بشری عاجزی کے ذریعے لے، لذت اور خواہش کی بناء پر نہ لے۔ اس غیبت کے علاوہ اور غیبت بھی ہے اور وہ صرف یہ کہ صوفی بقاء اور باقی (اللہ) کو دیکھ کر فناء اور فانی (دنیا) سے غائب ہو جیسے حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بارے میں بتایا۔

اس کا مشاہدہ عین ذات کا ہو اور غیبت اس چیز سے ہو جس کے ذریعے وہ نفع ونقصان کو دیکھنے سے غائب ہو جاتا ہے، یہ غیبت چھپنے اور پردہ میں جانے کی نہ ہو۔

کسی نے ہمیں حضرت نوری رضی اللہ عنہ کے یہ شعر سنائے۔

شَهِدْتُ وَلَمْ اَشْهَدْ لِحَاظًا لَحَظْتُهُ
وَحَسْبُ لِحَاظِ شَاهِدٍ غَيْرُ مُشْهَدِ
وَغِبْتُ مَغِيْبًا غَابَ لِلْغَيْبِ غَيْبُهُ
فَلَاحَ ظُهُوْرُ غَيْبِهِ غَيْرُ مُفْقَدِ

"میں نے مشاہدہ تو کیا مگر اس طرح نہیں جیسے دیکھتا ہوں، اس مشاہدے کے لئے آنکھ کافی ہے جس کا مشاہدہ نہ ہو سکے۔
اور میں ایسا غائب ہوا کہ غائب کیلئے اس کا غائب ہونا نہ رہا چنانچہ اس کے غیب ہونے کا چمکارا یوں ہوا کہ وہ گم نہ رہا۔"

شہود کے بارے میں ہمارے کچھ مشائخ نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:
شہود یہ ہے کہ تم جو کچھ بھی دیکھو، اسے ہلکا جان کر دیکھو کہ اس میں کوئی خوبی نہیں کیونکہ تم

Marfat.com

پر حق کے شاہد کا غلبہ ہوگا جیسے آتا ہے کہ

أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللهُ بَاطِلُ
وَكُلُّ نَعِيمٍ لَا مَحَالَةَ زَائِلُ

''سن لو کہ اللہ کے سوا ہر شے جھوٹ ہے کیونکہ ہر نعمت بہر حال ختم ہو جانے والی ہوتی ہے۔''

اور جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

إِنْ هِيَ إِلَّا فِتْنَتُكَ ط (الاعراف:۱۵۵)

''یہ تیری طرف سے ایک آزمائش ہے۔''

انہوں نے سامری کو دیکھا جو حق کے مشاہدہ میں کوئی خوبی نہ رکھتا تھا۔

ہمیں حضرت نوری رضی اللہ عنہ کے یہ شعر سنائے گئے۔

تَسَتَّرْتُ عَنْ دَهْرِيْ بِسَتْرِ هُمُوْمِهِ
مُحَيِّرَةً فِيْ قَدْرِ مَنْ جَلَّ عَنْ قَدْرِيْ
فَلَا الدَّهْرُ يَدْرِيْ أَنَّنِيْ عَنْهُ غَائِبٌ
وَلَا أَنَا أَدْرِيْ بِالْخُطُوْبِ إِذَا تَجْرِيْ
إِذَا كَانَ كُلِّيْ قَائِمًا بِوَفَائِهِ
فَلَسْتُ أُبَالِيْ مَا حَيِيْتُ يَدَا الدَّهْرِ

''میں اپنے زمانہ سے اس کے غموں کو چھپا کر چھپ گیا ہوں اور اس ذات کی عزت میں حیران ہوں جو میری عزت سے بڑھ کر ہے۔

Marfat.com

چنانچہ زمانہ ہی جانتا ہے کہ میں اس سے غائب ہوں اور نہ میں ان خطابوں کو جانتا ہوں جو جاری ہیں۔

جب میرا پورا جسم وفاء کرنے کو کھڑا ہے تو مجھے یہ پرواہ نہیں کہ زمانے میں کب تک زندہ رہوں گا۔''

*****

Marfat.com

ستاون واں باب:

"جمع وتفرقہ" کے بارے میں ان کے فرمان

جمع کا لغت اور اصطلاح میں مفہوم:

"جمع" کی ابتداء ارادہ کو ایک کرنا ہے اور اس کا مقصد یہ ہے سارے ارادے مل کر ایک ارادہ بن جائے چنانچہ حدیث میں ہے کہ

"جو سب ارادوں کو آخرت کا ایک ارادہ بنالیں تو اللہ اس کے سارے ارادوں کے لئے کافی ہوگا اور جس کے ارادے بکھر گئے تو پھر اللہ کو پرواہ نہ ہوگی خواہ وہ کسی بھی وادی میں تباہ ہوتا پھرتا رہے۔"

یہی حال مجاہدے اور ریاضت (مشقت سے عبادت) کا ہے۔

جمع کا اصطلاحی معانی:

صوفیوں کے نزدیک "جمع" یہ ہے کہ یہ اس کیلئے حال بن جائے جس کا مقصد یہ ہے کہ اس کے ارادے کہیں بکھر نہ جائیں اور پھر وہ انہیں بندے کی طرح اکٹھا کرتے پھرے بلکہ ارادے اکٹھے ہو جائیں اور انہیں جمع کرنے والے (اللہ) کے مشاہدے کے ساتھ ایک ارادہ بن جائے اور "جمع" کا مطلب پورا ہو جائے کیونکہ یہ معاملہ صرف اللہ کے ساتھ ہے، کسی اور کے ساتھ نہیں۔

تفرقہ:

وہ "تفرقہ" جو "جمع" کے بعد ہوتا ہے اور اس کا مقصد بندے اور اس کے

Marfat.com

ارادوں کے درمیان یوں فرق ڈال دے جو اس کے اپنی خواہشوں اور اس کے فائدوں کی طلب کرنے کے درمیان فرق کرے کیونکہ یوں وہ اپنے اور اس کے نفس کے درمیان فرق کرنے والا ہوگا چنانچہ اس کی حرکتیں ان کیلئے نہ ہوں گی۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جسے جمع کیا جائے، وہ اپنے ذاتی حصوں کو بعض حالات میں دیکھتا ہوگا البتہ اسے ان سے روکا گیا ہوگا، اس کے اور ان کے درمیان آیا ہوگا اور اسے ان میں سے کچھ نہیں ملے گا اور وہ اسے اس کیلئے مجبور نہ کرتا ہوگا بلکہ اس کا ارادہ کرتا ہوگا کیونکہ اسے علم ہوگا کہ یہ معاملہ اس کے ساتھ حق تعالیٰ کرتا ہوگا، اسے اپنا بناتا ہوگا اور اسے دوسروں سے بچاتا ہوگا۔

ایک صوفی سے ''جمع'' کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ

''ضروری رازوں کو جمع کرنا اور ان کا اس پر غلبہ کرنا کیونکہ اس جیسا کوئی نہیں اور نہ ہی اس کی کوئی ضد ہے۔''

ایک اور صوفی نے فرمایا (اللہ نے) انہیں اپنے ساتھ اس وقت جمع کیا جب انہیں ان کی طرف سے کوتاہی کے باوجود اپنے ساتھ ملا لیا اور انہیں اس وقت اپنے سے جدا کیا جب انہوں نے اپنے پاس کچھ ہوتے ہوئے اس سے کچھ مانگا تو اس طرح وہ بکھر گئے کیونکہ اس نے اسے اسباب کے ساتھ طلب کیا اور اس وقت جمع حاصل ہوئی جب انہوں نے اسے ہر دروازے میں دیکھا چنانچہ جو تفرقہ بیان کیا گیا ہے، یہی وہی ہے جو جمع سے پہلے تھا۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے عملوں کے ذریعے اس کا قرب تفرقہ کہلاتا ہے اور جب وہ اسے دیکھیں کہ وہ انہیں قریب کر رہا ہے تو یہ جمع ہے۔

کسی نے ہمیں ایک بڑے صوفی کے یہ شعر سنائے۔

اَلْجَمْعُ اَفْقَدَهُمْ مِنْ حَيْثُ هُمْ قِدَمًا
وَالْفَرْقُ اَوْ جَدَهُمْ حِيْنًا بِلَا اَثَرِ
فَاتَتْ نُفُوْسُهُمْ وَالْفَوْتُ فَقْدُهُمْ
فِيْ شَاهِدٍ جُمِعُوْا فِيْهِ عَنِ الْبَشَرِ
وَجَمْعُهُمْ عَنْ نُعُوْتِ الرَّسْمِ مَحْوُهُمْ
عَمَّا يُؤَثِّرُهُ التَّلْوِيْنُ بِالْغِيَرِ
وَالْحِيْنُ حِيْنَ تَلَاشَتْ فِيْ قَدِيْمِهِمْ
عَنْ شَاهِدِ الْجَمْعِ اِضْمَارٌ بِلَا صُوَرَ
حَتّٰى تُوَافِيْ لَهُمْ فِي الْفَرْقِ مَا عَطَفَتْ
عَلَيْهِمْ مِنْهُ حِيْنَ الْوَقْتِ فِي الْحَضَرِ
فَالْجَمْعُ غَيْبَتُهُمْ وَالْفَرْقُ حَضْرَتُهُمْ
وَالْوَجْدُ وَالْفَقْدُ فِيْ هٰذَيْنِ بِالنَّظَرِ

''جمع نے انہیں اس وقت گم کیا جہاں وہ قدیم دور میں تھے جبکہ ''فرق'' نے انہیں کچھ دیر کیلئے موجود کیا لیکن اس کا کوئی اثر پیدا نہ ہوا۔

ان کے نفوس کھو گئے اور یہ درحقیقت ان کا اپنا کھونا تھا اس شاہد حقیقی کے نظارے میں جس میں مخلوق کو چھوڑ کر یہ یکجا کر دیئے گئے۔

رسم کی خوبیاں چھوڑ کر ان کا ''جمع'' ہونا یہ ہے کہ اس چیز سے مٹ

جائیں جس پر دوسروں کے رنگ میں رنگا جانا اثر ڈالتا ہے۔

وقت ایک ایسا حال ہے کہ ان کے قدیم میں معدوم ہو گیا، وہ "جمع" کے مشاہدے سے صورت کے بغیر چھپ گیا۔

حتیٰ کہ "فرق" میں ان کیلئے وہ چیز آ گئی جس نے ان پر وقت کی گھڑیوں میں مہربانی کی۔

چنانچہ "جمع" کا مطلب ان کا غیب ہو جانا اور فرق کا مفہوم ان کا موجود ہونا ہے اور بظاہر "وجد" اور "فقد" انہی دونوں میں ہیں۔

ان کے فرمان "جمع نے انہیں، جہاں بھی تھے، گم کر دیا" کا مطلب یہ ہے کہ ان کا اپنے وجود کو جاننے نے (کہ وہ حق کے لئے ہے اور وہ اسے جانتا ہے) انہیں اس گھڑی سے گم کر دیا جس میں وہ موجود تھے چنانچہ شاعر نے "جمع" کو حالت عدم بنایا کیونکہ اس وقت اللہ انہیں جانتا تھا اور "فرق" وہ حال ہے جو انہیں عدم سے وجود میں لے آئی۔

ان کا یہ فرمانا کہ "ان کے نفس فوت ہو گئے" اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اپنے نفسوں کو وجود کے وقت اسی طرح دیکھا جیسے وہ پہلے تھے کہ اپنے لئے نفع و نقصان کے مالک نہ تھے اور ان کے متعلق اللہ کے علم میں تبدیلی نہیں آئی۔

ان کے جمع کا مطلب یہ ہے کہ وہ انہیں ان کی رسمی خوبیوں سے مٹاتا ہے (جو ان کے فعل اور خوبیاں ہیں) اور وہ یوں کہ ان میں ردوبدل اور تبدیلی نہیں ہوتی بلکہ وہ ایسے ہوتی ہیں جیسے اللہ کے علم میں تھیں چنانچہ ان کا حال اس وقت ختم ہوا جب وہ قدیم علم میں موجود تھے کیونکہ اس وقت وہ معدوم تھے، نہ موجود تھے اور نہ ہی ان کی صورتیں تھیں اور جب اس نے انہیں وجود دیا تو انہیں وہ سب کچھ دے دیا جو ان کے حصے میں لکھا ہوا تھا چنانچہ "جمع" یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو اپنے موجود ہونے سے غائب ہو

Marfat.com

جائیں اور اپنے آپ کو دخل دیتے ہوئے مشاہدہ کریں اور ''فرق'' یہ ہے کہ وہ اپنے حالات اور کاموں کا مشاہدہ کریں، ہاں ''وجد'' اور ''فقد'' دو ایسی حالتیں ہیں کہ جو خود ان کیلئے بدلتی ہیں، اللہ کیلئے نہیں۔

حضرت ابوسعید خزار رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں: جمع کا مطلب یہ ہے کہ اس نے انہیں اپنے نفسوں میں اپنا آپ دکھایا بلکہ جب ان کا وجود اس کیلئے تھا تو اس نے ان کے وجود کو خود ان کیلئے معدوم کر دیا۔

اس کا معانی وہی ہے جو اس حدیث قدسی میں اللہ کا یہ فرمان ہے۔

''میں اس کیلئے کان، آنکھ اور ہاتھ بن جاتا ہوں چنانچہ وہ میری طاقت کے ساتھ سنتا اور دیکھتا ہے۔''

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے نفسوں کیلئے بلکہ خود دخل دیتے تھے جس کی وجہ سے حق کیلئے حق کے ساتھ عمل دخل کرتے تھے۔

*****

Marfat.com

اٹھاون واں باب

''تجلی اور استتار'' کے بارے میں ان کے فرمان

تجلی کا مفہوم:

حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''تجلی'' کی تین حالتیں ہوتی ہیں۔ تجلیٔ ذات جسے مکاشفہ کہتے ہیں، تجلیٔ صفات ذات، یہ نور کی جگہ ہے اور تجلیٔ حکم ذات، یہ آخرت اور اس میں موجود ہر شے کا نام ہے۔

ان کے فرمان ''تجلیٔ ذات جسے مکاشفہ کہتے ہیں'' کا مطلب دنیا میں دلوں کا کشف ہے جیسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے اللہ کو اس دن (طواف) میں مل کر دیکھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''اللہ کی یوں عبادت کرو جیسے اسے دیکھ رہے ہو۔''

اور ذاتوں کو قیامت میں دیکھنا ہوگا۔

''تجلیٔ صفات الذات اور یہ نور کی جگہ ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ اسے اس (خدا) کی قدرت نظر آئے اور وہ اس سے ڈرنے نہ پائے، وہی اس کیلئے کافی ہو اور وہ اس کے علاوہ کسی اور سے امید نہ لگائے اور اللہ کی ساری صفتیں ایسی ہی ہیں جیسے حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

Marfat.com

"یوں معلوم ہو رہا ہے جیسے میں اپنے رب کا عرش کھلم کھلا دیکھ رہا ہوں۔"

تو شاید انہیں حدیثوں میں ان کی کلام نظر آئی تو خبر ان کیلئے یوں ہو گئی جیسے وہ اسے دیکھ رہے ہوں۔

حکم ذات کی تجلی آخرت میں ہو گی کہ ایک فریق جنت اور دوسرا جہنم میں ہو گا۔

کسی صوفی نے فرمایا ہے کہ باطنی چیزوں کیلئے تجلیٔ حق کی علامت یہ ہے کہ باطن اس چیز کو دیکھے جس کو بیان نہ کر سکے اور جسے فہم اپنے گھیرے میں لے لے چنانچہ جو اسے بیان کرتا اور سمجھتا ہے تو وہ اس کی دلی دلیل ہو گی، وہ اللہ کی عظمت کو نہ دیکھتا ہو گا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس چیز کو دیکھے جسے بیان نہ کیا جا سکے کیونکہ وہ تعظیم اور ہیبت کو دیکھتا ہو گا اور یہ چیز اسے اس بات سے روکے گی کہ وہ مشاہدہ میں آنے والے حال کو حاصل کرے۔

اسی سلسلے میں انہوں نے ہمیں کسی کے یہ شعر سنائے۔

إِذَا مَا بَدَتْ لِيْ تَعَاظَمْتُهَا
فَأَصْدُرُ فِيْ حَالِ مَنْ لَمْ يَرِدْ

أَجِدُهُ إِذَا غِبْتُ عَنِّيْ بِهِ
وَأَشْهَدُ وَجْدِيْ لَهُ قَدْ فُقِدْ

فَلَا الْوُصُوْلُ يُشْهِدُنِيْ غَيْرَهُ
وَلَا أَنَا أَشْهَدُهُ مُنْفَرِدْ

Marfat.com

جُمِعْتُ وَفُرِّقْتُ عَنِّیْ بِهٖ

فَفَرْدُ التَّوَاصُلِ مَثْنَی الْعَدَدْ

''جب حقیقت (خدا) میرے سامنے آئی تو میں نے اسے عظیم جانا چنانچہ میں اس شخص کی حالت میں واپس ہوتا ہوں جو ابھی آیا ہی نہیں۔

میں اس وقت اسے پاتا ہوں جب میں اس کی وجہ سے اپنے آپ سے غائب ہوتا ہوں اور میں دیکھتا ہوں کہ اس کیلئے میرا وجد نہیں رہا۔

چنانچہ نہ تو اس سے ملاقات مجھے اس کے علاوہ کچھ دکھاتی ہے اور نہ ہی اکیلا میں اس کا مشاہدہ کرسکتا ہوں۔

مجھے اس کی وجہ سے ''جمع'' کیا گیا اور اسی کی وجہ سے مجھے مجھ سے جدا کر دیا گیا چنانچہ آپس میں ملنے کا عدد دوہرا ہے۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب حقیقت (خدا) میرے سامنے آتی ہے تو مجھ پر اس کی تعظیم غالب ہو جاتی ہے جس کی بناء پر میں تعظیم کے مشاہدے میں گم ہو جاتا ہوں اور تحصیل کے مشاہدے سے ہٹ جاتا ہوں اور یوں ہو جاتا ہوں جیسے اس کیلئے وہ ظاہر نہیں ہوا اور میرا وجود اس کیلئے اس وقت ہوتا ہے جب میں اپنے وجود سے غائب ہو جاتا ہوں اور جب غائب ہوتا ہوں تو میرا وجود نہیں رہتا چنانچہ وصل کی حالت یہ ہے کہ وہ مجھ سے غائب ہو جاتا ہے اور اس کے سوا میرا مشاہدہ کوئی نہیں کرتا، میرا اکیلا پن اور اپنی خوبی کو سنبھالنا مجھے اس کے مشاہدے سے غائب کرتا ہے تو گویا یوں سمجھو کہ میرے اس کے ساتھ جمع ہونے ہی نے مجھے اس سے جدا کر دیا تو یوں میرے وصل کی حالت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی مجھے چلاتا ہے اور میں اپنے کاموں میں خود نہیں ہوتا بلکہ وہ

Marfat.com

اللہ ہی ہوتا ہے، میں نہیں، جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ سے فرمایا۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ج (الانفال:١٧)

''جب کنکریاں تم نے ماریں تھیں تو تمہاری بجائے اللہ نے ماری تھیں۔''

یہ تو حال کی زبان ہے اور علم کی زبان یہ ہے کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ چلاتا ہے اور میں اسی کی وجہ سے چلتا ہوں چنانچہ وہ معبود و عبد ہے۔

ایک صوفی فرماتے ہیں کہ تجلی، بشری پردے اٹھنے کا نام ہے، یہ مطلب نہیں کہ ذات حق ہی رنگ بدلتی ہے۔

استتار کا مفہوم:

استتار یہ ہے کہ بشریت تمہارے اور غیب کے مشاہدے میں آ جائے۔

بشری پردے اٹھنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں غیب سے اترنے والی واردات کے نیچے کھڑا کرے کیونکہ بشریت غیب کے حالات کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور تجلی کے بعد والا استتار یہ ہے کہ ساری چیزیں تجھ سے چھپ جائیں اور تم انہیں نہ دیکھ سکو جیسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے طواف کرتے وقت سلام کرنے والے کا جواب نہ دیا تو اس نے شکایت کی جس پر آپ نے کہا کہ

''ہم مل کر اس جگہ پر اللہ کو دیکھ رہے تھے۔''

انہوں نے اس فرمان ''کہ ہم مل کر اللہ کو دیکھ رہے تھے'' میں یہ خبر دی کہ حق تعالیٰ نے ان پر تجلی فرمائی اور خبر دی کہ ان کا پردے میں ہونا اس کی بات ماننے سے پردے میں ہونا تھا۔

ہمیں کسی بڑے صوفی کے یہ شعر سنائے گئے۔

Marfat.com

سَرَائِرُ الْحَقِّ لَا تَبْدُو لِمُحْتَجِبِ
اَخْفَاهُ عَنْكَ فَلَا تُعْرِضْ لِمُخْفِيْهِ
لَا تُعْنِ نَفْسَكَ فِيْمَا لَسْتَ تُدْرِكُهُ
حَاشَا الْحَقِيْقَةِ اَنْ تَبْدُو فَتُوْوِيْهِ

"اللہ کے راز پردہ میں ہونے والوں کو دکھائی نہیں دیتے، اس نے انہیں تجھ سے چھپا لیا ہے تو وہ چھپانے والے کے سامنے نہیں لائے جاتے۔
تم ان چیزوں کے بارے میں اپنے آپ کو نہ تھکاؤ جن تک نہیں پہنچ پاتے ہو، یہ بات دور کی ہو گی کہ حقیقت سامنے آئے اور تم اسے ٹھکانہ دو۔"

*****

Marfat.com

انٹھواں باب:

''فناء اور بقاء'' کے بارے میں ان کے فرمان

فناء کا مفہوم:

فناء یہ ہے کہ فناء ہونے والے سے خواہشات ختم ہو جائیں اور ان میں سے اس کیلئے کوئی خواہش نہ رہ جائے، اسے تمیز کی ہمت نہ ہو، یہ فناء ہر شے سے ہوگی کیونکہ وہ اس چیز میں مشغول ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ فناء ہوا جیسے حضرت عامر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔

''مجھے اس کی فکر نہیں کہ عورت کو دیکھ رہا ہوں یا دیوار کو۔''

حق تعالیٰ اس کے معاملات کو قابو کئے ہوئے ہوتا ہے چنانچہ اس کی مسلسل عبادتوں اور مرضی کی چیزوں میں اپنی مرضی کرتا ہے چنانچہ وہ اللہ کی دی ہوئی چیزوں کے لحاظ سے محفوظ ہوتا ہے اور اپنی چیزوں کے علاوہ ساری مخالف چیزوں میں اس کی پکڑ ہوتی ہے چنانچہ وہ مخالف چیزوں کی طرف راہ نہیں پاتا، اسی کو ''عصمت'' کہتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا یہی معانی ہے۔

''میں اس کے کان اور آنکھیں بن جاتا ہوں۔'' (الحدیث)

Marfat.com

بقاء کا مفہوم:

''فناء'' کے بعد ''بقاء'' یہ ہے کہ اس کی ہر شے فناء ہو جائے اور وہ اللہ کی طاقت سے باقی رہے چنانچہ ایک بڑے صوفی فرماتے ہیں۔

''بقاء، نبیوں کا مقام ہے جنہیں اللہ نے سکون دیا ہوتا ہے اور اللہ کی طرف سے اترنے والے باطنی حکم اسے نہ اللہ کے فرضوں سے روکتے ہیں، نہ فضل سے۔''

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ (المائدہ: ۵۴)

''یہ اللہ کا فضل ہے اور وہ اسے جس کو دینا چاہے، دیتا ہے۔''

باقی کا مفہوم:

باقی وہ شخص ہوتا ہے کہ اس کی سب چیزیں ایک چیز بن جائیں چنانچہ اس کی ہر حرکت اللہ کے حکم کے مطابق ہو، مخالف نہ ہو کیونکہ وہ ان مخالف چیزوں سے فانی بن جائے گا اور حکموں پر عمل کے ذریعے باقی بن جائے گا۔

سب چیزوں کے ایک بننے کا یہ مطلب نہیں کہ مخالف چیزیں بھی اس کی اللہ کے حکم کے مطابق شمار ہوں کیونکہ یوں تو اللہ کی روکی چیزیں بھی ایسی شمار ہوں گی جیسے ان کا حکم ملا بلکہ مطلب یہ ہوگا کہ اسے وہی کرنا ہوگا جس کا اللہ نے اسے حکم دیا اور جس پر اللہ راضی ہے، وہ نہیں جو اسے ناپسند ہے اور وہی کام کرے جو اللہ کے لئے کرنا ہوتا ہے، اس میں جلدی یا بدیر اس کی ذاتی غرض شامل نہ ہو۔

صوفیاء کے اس فرمان کا مطلب بھی یہی ہے، فرماتے ہیں کہ صوفی میں اپنی خوبیاں نہ رہیں اور اللہ کی خوبیاں اپنا کر ''باقی'' بن جائے کیونکہ وہ دوسروں کے کام کرتا

ہے، اپنے نہیں، اس لئے کہ وہ اس کے ذریعے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتا اور نہ اپنے نقصان دور کرتا ہے بلکہ وہ ایسی چیزوں سے پاک ہے، وہ تو ایسے کام کرتا ہے جو اوروں کو فائدہ یا نقصان دیں چنانچہ اللہ کے ساتھ باقی ہونے والا، اپنے آپ سے فانی ہوتا ہے، وہ بھی ایسے کام کرتا ہے جس میں اس کا اپنا فائدہ نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ کسی کے نقصان کو دور کرتا ہے بلکہ اس طور پر کرتا ہے کہ نہ تو فائدہ اٹھانے کا ارادہ کرتا ہے اور نہ ہی نقصان دور کرنے کا، اس کی نفسانی خواہشیں اور مطالبے ختم ہو جاتے ہیں، اس میں اس کے ارادے اور نیت کا دخل ناممکن ہے لیکن وہ تو سب کچھ اللہ کیلئے کرتا ہے، اسے ثواب کا لالچ اور عذاب کا ڈر نہیں ہوا کرتا اور یہ دونوں چیزیں اس کے ساتھ اور اس کے اندر ہوتی ہیں البتہ وہ ثواب سے دلچسپی صرف اس لئے رکھتا ہے کہ اللہ کی چاہت پوری کر سکے کیونکہ اللہ نے اس ثواب کی دلچسپی پیدا کی ہے اور حکم دیا ہے کہ اس کے بارے میں اس سے پوچھا جائے گا، وہ ایسے کام ذاتی مزے کیلئے نہیں کرتا اور اس سے ڈرتا ہے تو صرف اس کی عظمت اور اس کے حکم پر چلنے کیلئے کیونکہ اس نے اپنے بندوں کو ڈرسنا رکھا ہے اور ساری حرکتیں اپنی بجائے دوسرے کی خواہش پر کرتا ہے جیسے کہا گیا ہے۔

"مومن کھاتا ہے تو اہل وعیال کی خواہش پر۔"

ہمیں ایک شاعر کے یہ شعر سنائے گئے۔

أَفْنَاهُ عَنْ حَظِّهِ فِيمَا أَلَمَّ بِهِ

فَسَظَلَّ يُبْقِيهِ فِيْ رَسْمٍ لِيُبْدِيَهُ

لِيَأْخُذَ الرَّسْمَ عَنْ رَسْمٍ يُكَاشِفُهُ

وَالسِّرُّ يَطْفَحُ عَنْ حَقٍّ يُرَاعِيهِ

"اس نے اسے اس کی ہو چکی کوتاہی کے حصے سے فانی کر دیا

Marfat.com

چنانچہ اس نے اسے ظاہر کرنے کیلئے رسمی طور پر باقی رکھا۔
تا کہ وہ اسے اس رسم کو چھوڑ کر ایسی رسم اپنا لے جو اسے واضح کر دے اور وہ راز اس حق سے بھرپور ہے جو اس کا دھیان رکھتا ہے۔
فناء اور بقاء کا حاصل یہ ہے کہ صوفی اپنی خواہشوں سے ہٹ جائے اور اپنے علاوہ کسی اور کی خواہشوں کے ذریعے باقی رہے۔
ان میں سے ایک فناء یہ ہے کہ مخالف اور حرکت والی چیزوں کو دیکھنے سے پختہ ارادہ کے ذریعے فناء ہو جائے اور مخالف چیزوں اور حرکت والی چیزوں کے مشاہدہ سے پختہ ارادہ کے ذریعے باقی ہو جائے۔"

ایک فناء، اللہ کے سوا ہر چیز کی تعظیم سے فناء اور بقاء، اللہ کی تعظیم میں ہوتی ہے چنانچہ اللہ کو عظیم کہنے سے فناء کی مثال حضرت ابو حازم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ دنیا کیا ہے؟ رہی وہ جو گزر چکی تو وہ خوابیں ہیں اور رہی باقی تو وہ آرزو اور نرا دھوکہ ہے، شیطان کیا چیز ہے کہ اس سے ڈرا جائے؟ اس کی بات مانی جائے تو اس سے فائدہ نہیں اور اگر اس کی نہ مانی جائے تو نقصان نہیں تو گویا ان کے ہاں اس کی حالت ایسی ہے کہ نہ تو اس کے پاس دنیا رہی اور نہ ہی شیطان اور نفسانی خواہشوں کے فناء ہونے کی مثال حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما ہیں جو فرماتے ہیں میرے علم میں رسول اللہ ﷺ کا کوئی صحابی دنیا کی خواہش نہ رکھتا تھا اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

مِنكُم مَّن يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنكُم مَّن يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۚ (آل عمران: ۱۵۲)

"تم میں وہ بھی ہے جو دنیا چاہتا ہے اور ایسا بھی ہے جو آخرت چاہتا ہے۔"

Marfat.com

تو وہ دنیا چاہنے سے فانی ہوا۔

اسی سلسلے میں حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے، فرمایا۔

''میں نے دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے جس کی وجہ سے میں
گویا اپنے رب کے عرش کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں۔''

حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ آخرت کی بجائے دنیا سے فانی ہو گئے اور جبار کے ساتھی بن کر دوسروں سے فانی ہو گئے۔

پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث بھی ہے کہ ایک انسان نے انہیں طواف کے دوران سلام کہا لیکن انہوں نے جواب نہ دیا، اس نے آپ کے ایک ساتھی سے شکایت کی جس پر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''ہم نے اس جگہ پر مل کر اللہ کو دیکھا۔''

انہی میں سے ایک حدیث حضرت عامر بن عبدالقیس رضی اللہ عنہ کی ہے جنہوں نے فرمایا تھا۔

''(نماز کے دوران) مجھ پر بار بار تیر برسیں تو میرے لئے یہ اس
سے بہتر ہیں کہ تمہاری باتوں پر ناراضگی کروں۔''

چنانچہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ نے ہمارے پاس ایسے نہیں کیا۔

پھر ایک ایسی فناء بھی ہے جو پوری طرح چیزوں سے غائب ہونا ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس وقت فناء تھی جب اللہ نے ان کیلئے پہاڑ پر تجلی فرمائی جس پر بیہوش ہو کر گر پڑے۔

آپ نے دوسری حالت میں اپنا حال نہیں بتایا اور نہ ہی اپنی حالت سے ان کے غائب ہو جانے نے یہ خبر دی چنانچہ حضرت ابوسعید خزار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک فانی شخص کی نشانی یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ ان کی دنیاوی اور اخروی خواہش ختم ہو جاتی ہے

اور پھر اللہ کی قدرت سے ایک ظاہر ہونے والا آتا ہے جو اسے اللہ کی عظمت کی بناء پر اللہ سے اس کی خواہش ختم ہونے کو دکھاتا ہے اور پھر اللہ کی طرف سے ایک ظاہر ہونے والا آتا ہے جو اسے بتاتا ہے کہ اس کی خواہش کا ختم ہونا اس کی خواہش کے ختم ہونے کو دیکھنے کی وجہ سے ہے اور اللہ کی طرف سے ہونے والی چیز کو دیکھنا اللہ کیلئے باقی رہتا ہے جبکہ واحد اور بے نیاز (خدا) اپنی احدیت میں تنہا ہے چنانچہ غیر اللہ کیلئے اللہ کے ساتھ فناء نہ ہوگا اور نہ ہی بقاء چنانچہ اس کی دنیا میں دلچسپی یہ ہے کہ وہ دنیاوی ساز و سامان کی خواہش نہ رکھے اور آخرت میں کوئی بدلہ نہ مانگے جس سے اس کا اللہ سے مقرر حصہ باقی رہ جائے گا اور وہ اس کی اس سے رضا و خوشی اور قریب ہونا ہوگا، پھر اس پر ایک حالت اترتی ہے جس کے ذریعے وہ اللہ کے مقابلے میں اپنے جیسے کسی اپنے طور پر اپنے جیسے کسی کو قریبی بنانے یا اس سے خوش ہونے کے مقابلے میں اللہ کو بے نیاز سمجھتا ہے اور اس کے ذریعے وہ اپنے نفس کو گھٹیا سمجھتا اور اپنے رب کو عظیم جانتا ہے۔ پھر اس پر ایک اور حالت آتی ہے جو اس سے اللہ کا حق مانگتی ہے اور وہ اسے اپنی اس خوبی کو دیکھنے سے غائب ہو جاتا ہے اور وہ اس کے حصے کا چلا جانا ہے تو پھر اس میں صرف وہی کچھ باقی رہ جاتا ہے جو اللہ کی طرف سے اس کی طرف آیا ہوتا ہے اور وہ کچھ فناء ہو جاتا ہے جو اس کی طرف سے اللہ کی طرف گیا ہوتا ہے چنانچہ وہ یوں ہو جاتا ہے جیسے اللہ کے علم میں اس وقت تھا جب اس نے اسے پیدا کیا اور اس کی قسمت میں وہ کچھ لکھا جاتا ہے جو اس وقت لکھا تھا جب اس نے کوئی عمل بھی نہیں کیا تھا۔

فناء کا مفہوم دوسرے لفظوں میں یوں ہے کہ فناء سے مراد یہ ہے کہ انسان اللہ کی خوبیوں کے پریشان کرنے والے بوجھ کی بناء پر بشری خوبیوں سے غائب ہو جائے اور وہ یوں کہ جہالت اور ظلم جیسی انسانی خوبیاں اس سے ختم ہو جائیں کیونکہ اللہ فرماتا ہے۔

Marfat.com

وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ط اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۝

(الاحزاب: ۷۲)

"یہ بوجھ انسان نے اٹھایا کہ وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے۔"

پھر اس کی خوبیوں میں ناشکرا اور بے فرمان ہونا بھی ہے اور ہر بری خوبی بھی ہے جو اس سے فناء ہو سکے اور وہ یوں کہ اس کا علم جہالت پر، عدل و انصاف ظلم پر اور شکر بے فرمانی وغیرہ پر غالب آ جائے چنانچہ حضرت ابو القاسم فارس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فنائی، اس شخص کا حال ہے جو اپنی خوبی نہ دیکھ سکے بلکہ یوں دیکھے کہ غائب کرنے والے نے اسے ڈھانپ رکھا ہے۔

پھر فرمایا کہ بشریت فناء ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ معدوم ہو جائے اور نہ رہے بلکہ معانی یہ ہے کہ وہ بشریت اس مزے کی وجہ سے ڈھانپ دی جائے جو مصیبت دیکھنے پر ہوتی ہے اور حال کی حالت میں بندے پر جاری لذت وہ ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے آنے والی عورتوں سے ہوئی کہ انہوں نے اپنی خوبیاں ختم ہونے کی وجہ سے اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور پھر اس بناء پر بھی کہ ان کے باطن میں حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھنے کی لذت تھی جس نے انہیں اس درد سے غائب کر دیا جو ہاتھ کاٹنے کی وجہ سے انہیں ہوا تھا۔

ایک ہم زمانہ کے یہ شعر اسی سلسلے کے ہیں۔

غَابَتْ صِفَاتُ الْقَاطِعَاتِ اَكُفَّهَا

فِيْ شَاهِدٍ هُوَ فِي الْبَرِيَّةِ اَبْدَاعُ

فَقَدْنَ عَنْ اَوْ صَافِهِنَّ فَلَمْ يَكُنْ

مِنْ نَعْتِهِنَّ تَلَذُّذٌ وَتَوَجُّعُ

Marfat.com

وَقِيَامُ امْرَاةِ الْعَزِيْزِ بِيُوْسُفِ
يَدَ نَفْسِهِ مَا كَانَ يُوْسُفُ يَقْطَعُ

''اپنی ہتھیلیوں کو کاٹنے والی عورتوں کی خوبیاں اس مشاہدے میں غائب ہو گئیں جو دنیا میں انوکھا کام تھا۔

وہ اپنی خوبیوں سے یوں غائب ہوئیں کہ ان کی خوبی صرف لذت اور درد کو محسوس کرتا رہ گئی۔

عزیز کی بیوی کا ہاتھ یوسف علیہ السلام کے ساتھ قائم رہا، انہوں نے اپنا ہاتھ کاٹا نہ تھا۔''

پھر فناء کے بارے میں ان کے یہ شعر ہیں۔

ذَكَرْنَا وَمَا كُنَّا لَنَنْسٰى فَنَذْكُرُ
وَلٰكِنْ نَسِيْمُ الْقُرْبِ يَبْدُوْ فَيَبْهَرُ
فَاَفْنٰى بِهٖ عَنِّىْ وَاَبْقٰى بِهٖ لَهٗ
اِذَا الْحَقُّ عَنْهُ مُخْبِرٌ وَمُعَبِّرٌ

''ہم نے یاد تو کیا لیکن اس لئے نہیں کہ ہم نے بھولنے کے بعد یاد کیا، یہ تو قرب کی خوشگوار ہوا تھی جو آئی اور چھا گئی۔

چنانچہ میں اس کی بناء پر اپنے آپ سے فناء ہوا اور اسی کی وجہ سے اس کے لئے باقی ہوں کیونکہ حق تعالیٰ اس کے بارے میں خبر دیتا اور وضاحت فرماتا ہے۔''

ان صوفیاء میں سے وہ بھی ہے جس نے ان سب احوال کو ایک ہی حال بنا دیا ہے: اگرچہ ان کے طریقے الگ الگ ہیں اور اس نے ''فناء'' کو ''بقاء'' اور ''جمع'' کو

Marfat.com

''تفرقہ'' بنایا، یونہی اس نے ''غیبت'' و ''شہود'' اور ''سکر'' و ''صحو'' کے ساتھ کیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جو اپنی غرض سے فانی ہونے والا، حق تعالیٰ کے ارادے پورے کرنے کیلئے باقی ہوتا ہے جبکہ اللہ کے ارادے پورے کرنے والا، اپنی غرض پوری کرنے سے فانی ہوتا ہے البتہ تفرقہ والا ''مجموع'' ہوتا ہے کیونکہ وہ صرف حق کیلئے مشاہدہ کر رہا ہوتا اور مجموع، تفرقہ والا ہوتا ہے کیونکہ وہ نہ اپنا مشاہدہ کرتا ہے اور نہ ہی مخلوق کا بلکہ وہ حق کے ساتھ ہمیشہ رہنے کی وجہ سے باقی ہوتا ہے جو اسے اپنے ساتھ ''جمع'' کرتا ہے، وہ اس کے علاوہ ہر ایک سے فانی ہوتا اور مخلوق سے جدا ہوتا ہے اور چونکہ اس میں تمیز نہیں ہوتی تو نشہ میں اور غائب ہوتا ہے۔

اس سے تمیز ختم ہونے کا مقصد وہی ہے جسے ہم بتا چکے کہ وہ تکلیف دینے اور لذت دینے والی چیزوں میں فرق نہیں کرتا اور تمیز نہ ہونے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ سب چیزیں اس لئے ایک ہیں لہٰذا وہ مخالفت کا مشاہدہ نہیں کرتا کیونکہ حق تعالیٰ ہی اس سے اپنی مرضی کے کام کراتا ہے، تمیز تو دو چیزوں ہی میں ہوتی ہے اور جب ساری چیزیں مل کر ایک ہوگئیں تو تمیز کیسے ہوسکے۔

کچھ صوفیاء نے ''فناء'' کا مفہوم یوں بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ بندے کو اس کی ہر رسم اور رسم والی چیز سے الگ کیا جاتا ہے چنانچہ وہ اپنے وقت میں جانی پہچانی بقائ، سمجھ میں آنے والی فناء اور پہچانے جانے والے وقت کے بغیر ہی باقی ہوتا ہے جبکہ اس کے خالق ہی کو اس کی بقائ، فناء اور وقت کا پتہ ہوتا ہے اور وہی سمجھ میں آنے والی ہر برائی سے اس کی حفاظت کرتا ہے۔

پھر صوفیاء نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے کہ کیا فانی شخص کو اس کی خوبیاں دوبارہ دی جاسکتی ہیں یا نہیں؟ چنانچہ کچھ کہتے ہیں کہ اسے اس کی خوبیاں واپس دی جاسکتی ہیں کیونکہ فناء کی حالت ہر دم نہیں رہتی کیونکہ اس کے ہمیشہ رہنے سے ایک تو

Marfat.com

اس کے جسمانی اعضاء فرض عبادتیں ادا کرنے سے بیکار ہو جاتے ہیں اور دوسرے یہ کہ روزمرہ زندگی گزارتے اور آخرت کیلئے کام کرنے کیلئے اس میں کسی قسم کی ہمت نہیں رہ جاتی اور حضرت ابوالعباس بن عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلے میں ایک کتاب بھی لکھی ہے جس کا نام: "کِتَابُ عَوْدَةِ الصِّفَاتِ وَ بَدْئِهَا" رکھا ہے لیکن بڑے اور محقق صوفیاء صوفی کے خیال میں فانی کو اس کی خوبیاں دوبارہ نہیں مل سکتیں، انہی میں سے حضرت جنید، خزار اور نوری رحمہم اللہ وغیرہ شامل ہیں چنانچہ "فناء" اللہ کا فضل ہوتا ہے، بندے کو عطاء ہوتی ہے، اس کی طرف سے اس کیلئے عزت بخشی اور اللہ سے خصوصیت حاصل ہوتی اور یہ وہ کام ہیں جو اپنی کوشش سے حاصل نہیں ہو سکتے، یہ کام تو صرف جسے خود اللہ تعالیٰ اس شخص کیلئے کرتا ہے جس کو اپنا خاص بندہ بنا لیا کرتا ہے اور اگر وہ اس میں وہی خوبیاں پیدا کر دے تو اگر اسے وہی خوبی دوبارہ دے دے تو اس میں اسے دی ہوئی چیز کا چھیننا اور عطاء کی ہوئی کو واپس لینا بنے گا جو اللہ کیلئے مناسب نہیں، یا یہ اللہ کا وہ خیال بنے گا جو پہلے نہ تھا اور یہ اس شخص کا کام ہوتا ہے جو جاننا چاہتا ہو اور یہ چیز اللہ میں نہیں ہو سکتی، یا پھر (دے کر لینا) تکبر اور دھوکہ بنے گا جبکہ اللہ تعالیٰ کو تکبر والا نہیں کہا جا سکتا، نہ ہی وہ مومنوں سے دھوکہ کرتا ہے، ہاں منافقوں اور کافروں کو ان کے دھوکے کا جواب ضرور دیتا ہے اور پھر "فناء" کا مرتبہ اپنی محنت سے تو حاصل نہیں کیا جا سکتا کہ اس کی ضد (بقاء) کو بھی حاصل کیا جا سکے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ایمان لانے کے بعد کافر ہو کر بھی دوبارہ مسلمان ہو سکتا ہے، حالانکہ یہ سب سے بڑا مرتبہ ہے جس کے ذریعے سارے مرتبے حاصل کئے جاتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس ایمان سے رجوع ہو سکتا ہے وہ ایسا ہوتا ہے جس میں اس کا اپنا دخل ہوتا ہے کہ وہ زبان سے اقرار کرتا اور اعضاء سے عمل کر کے دکھ... وہ ایمان حقیقی طور پر اس کے باطن تک نہیں پہنچتا، نہ تو مشاہدے کی بناء پر

Marfat.com

اور نہ ہی تصدیق وغیرہ کے ذریعے لیکن وہ کسی شے کا اقرار کرتا ہے مگر اس کی حقیقت کو نہیں جانتا ہوتا جیسے حدیث پاک میں ہے۔

''بندے کو جب لحد میں رکھا جاتا ہے تو فرشتہ آ کر اس مردے سے پوچھتا ہے کہ اس بندے کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ وہ کہتا ہے: میں لوگوں کو کہتے سن کر خود بھی کہہ دیا کرتا۔''

تو اسے شک ہوگا، یقین نہیں ہوگا یا زبان سے تو اقرار کرتا ہوگا مگر دل میں اس منافق کی طرح جھوٹ پر ڈٹا ہوگا جو دل میں تو (اللہ کا) اقرار کرتا لیکن وہ (زبانی اقرار اور دل میں جھوٹ پر ڈٹا ہوا) زبان سے اقرار کرتا ہے اور دل سے جھٹلاتا نہیں اور نہ ہی اس کے خلاف دل میں کچھ چھپاتا ہے البتہ اپنے دخل اور مشاہدے سے اقرار والی چیز اس کے نزدیک صحیح معلوم نہیں ہوتی، نہ علم کے دخل سے اس کی حقیقت پہچانتا ہے کہ اسے اس کی حقیقت پر دلیلیں مل سکیں اور نہ وہ کسی حال کا مشاہدہ کرتا ہے جس کے ذریعے شک دور کرے کیونکہ وہ اللہ کے ہاں پہلے ہی بدبخت لکھا جا چکا ہوتا ہے چنانچہ اس کے دل میں شبہ پڑتا ہے اور وہ اپنی اس آزمائش کو دیکھ کر اس (ایمان) سے بدل کر ضد (کفر) کی طرف چلا جاتا ہے ہاں جس کے متعلق اللہ کے ہاں پہلے سے نیکی لکھی ہوتی ہے تو اسے شبے نہیں پڑتے، اس سلسلے میں اسے پیش آنے والی رکاوٹیں یا تو کتاب وسنت اور عقلی دلیلوں سے ہٹ جاتی ہیں، دل میں برے خیال ختم ہو جاتے ہیں اور اسے دیکھنے والے کے شبہات رد ہو جاتے ہیں کیونکہ ایسا ممکن نہیں کہ اس کے پاس سچے دلائل ہوں اور وہ حق بات کی مخالفت کرے چنانچہ ایسے شخص کو شک پیدا نہیں ہو سکتے یا پھر وہ ان لوگوں میں سے ہوگا جس کا ایمان صحیح ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس کے دلی برے خیالات کو اس بناء پر ہٹا دے گا کہ وہ اسلام کے سارے حکموں کو سنبھالے ہوگا اور پھر اس پر مہربانی فرماتے ہوئے اس سے جھگڑنے اور شک پیدا کرنے والے کو دور کر دے گا

Marfat.com

چنانچہ وہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکے گا جس کی وجہ سے اس کا صحیح ایمان محفوظ رہے گا اگرچہ اس کے پاس ایسا واضح بیان نہ ہو جس کی جھگڑنے والے کو ضرورت ہوتی ہے اور نہ ہی ایسی کوئی اور چیز ہو جو اس کے دلی کھٹکے دور کر سکے یا وہ ایسا ہو کہ اقرار کی جانے والی چیز مشاہدے یا دل کی آنکھوں کے ذریعے اس کے ہاں صحیح ہو جیسے حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بارے میں بتایا تھا کہ انہوں نے اقرار کی ہوئی چیز کو دیکھا تھا اور یوں ان سے غائب ہونے والی چیز ایسے تھی جیسے کوئی چیز سامنے ہوتی ہے بلکہ اس سے بڑھ کر دیکھا کیونکہ انہیں مشاہدے کی ضرورت نہ پڑی چنانچہ غیب ان کیلئے مشاہدہ اور مشاہدہ غیب بن گیا جیسے حضرت دارنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ

"صوفیاء کے دلوں کی آنکھیں کھل جاتی اور سروں کی بند ہو جاتی ہیں۔"

چنانچہ جسے اقرار والی چیز یوں صحیح معلوم ہو تو وہ آخرت سے دنیا کی طرف نہیں آئے گا اور نہ ہی گھٹیا چیز کے مقابلے بہتر چیز کو چھوڑے گا اور یہ سب چیزیں ایسی ہیں جو اس کے گناہوں سے بچنے کا سبب بنتی اور وعدہ والی چیزوں کی سچائی بتاتی ہیں جیسے اللہ کا یہ وعدہ کہ

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ج (ابراہیم:۲۷)

اس سے معلوم ہو گیا کہ حقیقی مؤمن ایمان سے بدلا نہیں کرتا کیونکہ یہ اسے اللہ کی طرف سے تحفہ ملا ہے، یہ عطائی، اس کا فضل اور اس کی طرف سے ایک خصوصیت ہوتی ہے اور اللہ کے بارے میں سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ عطیہ دے کر اسے واپس لے لے یا کچھ دے کر اسے واپس لینا چاہے۔

(یاد رکھئے) حقیقی اور ظاہری ایمان دیکھنے میں ایک جیسے ہوتے ہیں لیکن

Marfat.com

دراصل الگ الگ ہوتے ہیں لیکن فناء وغیرہ کے خاص مرتبے ایسے نہیں ہوتے کیونکہ ان کی شکلیں الگ الگ لیکن اندر سے ایک ہوتے ہیں کیونکہ یہ اپنی محنت سے حاصل نہیں ہوتیں بلکہ اللہ کے فضل سے ملتی ہیں اور ایسے شخص کی بات ماننا ناممکن ہے جو کہتا ہے کہ فانی میں وہ خوبیاں پھر آ جاتی ہیں کیونکہ یوں کہنے والا جب اقرار کرتا ہے کہ اللہ نے کسی بندے کو خاص بندہ بنا کر اپنے لئے چن لیا اور پھر کہتا ہے کہ وہ اسے دور کر دے گا تو گویا وہ یوں کہہ رہا ہوتا ہے کہ اس نے ایسے کو خاص بنایا جو اس لائق نہ تھا اور ایسے کو چنا جو چنے کے لائق نہ تھا اور یہ ناممکن ہے۔

پھر اسے یوں کہنا بھی جائز نہیں کہ اللہ اس کی تربیت اور فتنہ سے بچانے کیلئے ایسا کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ بندے کی اس شے کی حفاظت نہیں کرتا جو اس سے چھین کر دوبارہ دی ہو اور نہ ہی یہ ممکن ہے کہ بلند مرتبہ چیز سے اسے گھٹیا چیز کی طرف لے جائے اور اگر یوں کرنا جائز ہوتا تو پھر یہ بھی جائز ہوتا کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے فتنوں میں پڑنے کے موقعوں کی پرواہ نہ رکھتا اور وہ یوں کہ انہیں نبوت کے مرتبہ سے ہٹا کر ولایت یا اس سے بھی گھٹیا مرتبہ دے دیتا اور یہ جائز نہیں جبکہ اپنے انبیاء علیہم السلام اور ولیوں کو آزمائش سے بچانے کیلئے اللہ کے ہاں سمجھ میں نہ آنے والی ایسی بہت سی راہیں جو حد و شمار میں نہیں آ سکتیں اور نہ ہی اس کے بارے میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ وہ یہ کام کر سکتا ہے اور وہ نہیں کر سکتا کیونکہ اس میں ہر کام کیلئے پوری طاقت موجود ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ معاملہ اس شخص (بلعم باعور) سے تعلق رکھتا ہے جسے اللہ نے اپنی نشانیاں دیں۔

فَانْسَلَخَ مِنْهَا (الاعراف:۱۷۵)

"لیکن وہ کھسک گیا۔"

تو یہ اعتراض نہیں بنتا کیونکہ جو کھسک گیا تھا اس نے کوئی بھی حال نہیں دیکھا

Marfat.com

تھا، نہ ہی کوئی مرتبہ حاصل کیا تھا اور نہ ہی کوئی خاص اور چنا ہوا تھا بلکہ اسے آہستہ آہستہ کفر کی طرف لے جایا جا رہا تھا، اللہ اس کے ساتھ دھوکے اور مکر جیسا کام کر رہا تھا ہاں ظاہری طور پر اسے خاص لوگوں والی نشانیاں حاصل تھیں لیکن درحقیقت وہ مردود تھا، اس نے اچھے اچھے ورد وظیفے کر کے اپنا بھرم بنا رکھا تھا لیکن دل کا اندھا اور باطنی طور پر اللہ سے دور تھا، اس نے خاص ہونے کا مزہ نہیں لیا تھا، ایمان کی لذت حاصل نہ کی تھی اور نہ ہی اسے اللہ کے مشاہدے کا پتہ تھا جیسے اللہ نے اس کے بارے میں بتا رکھا تھا کہ

فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ۝ (الاعراف: ۱۷۵)

''وہ گمراہوں میں ہو گیا۔''

اور جیسے شیطان کے بارے میں بتایا کہ

وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (الاعراف: ۱۷۴)

''وہ کافر ہو چکا۔''

حضرت جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابلیس نے اپنی عبادت گزاری میں مشاہدہ کیا جبکہ حضرت آدمؑ نے اپنی لغزش کے موقع پر بھی مشاہدہ نہیں جانے دیا۔

حضرت ابو سلیمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

''اللہ کی قسم! جو بھی مڑا ہے، وہ راستے ہی مڑا ہے لیکن اگر اس (خدا) تک پہنچ جاتے تو کبھی نہ مڑتے۔''

فانی شخص اللہ کے حق ادا کرنے کے دوران محفوظ ہوتا ہے جیسے حضرت جنید رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے: جب ان سے کہا گیا کہ حضرت ابو الحسین نوری رضی اللہ عنہ کئی دن سے مسجد شونیزی میں کھڑے ہیں، نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے اور نہ ہی سوتے ہیں، بس اللہ اللہ کہے جاتے ہیں اور وقت پر نمازیں پڑھتے ہیں جس پر کسی نے کہا کہ وہ ہوش میں ہیں تو آپ نے فرمایا۔

Marfat.com

"وہ ہوش میں نہیں لیکن وجد والے لوگ اپنے وجد میں اللہ کے
سامنے مزے میں ہوتے ہیں لہٰذا اگر فانی کو اس کی خوبیاں دوبارہ
دی جائیں تو اس کے اپنے نفس میں نہیں ہوں گی بلکہ اسے اللہ کی
خوبیاں دے کر "بقائی" کے مرتبہ پر رکھا جائے گا۔"

پھر یاد رکھو کہ فانی شخص وہ نہیں ہوتا جو بیہوش، پاگل یا بشری خوبیوں سے خالی ہو ورنہ وہ فرشتہ یا روحانی چیز بن جاتا لیکن وہ اپنے خدائی حصے دیکھنے سے فانی ہوتا ہے جیسے ہم اس سے پہلے بتا چکے ہیں۔

فانی کی قسمیں:

"فانی" دو طرح کا ہوتا ہے، ایک وہ جسے امام یا پیشوا نہ بنایا گیا ہو چنانچہ اس کے بارے میں ممکن ہے اس کا غائب ہونا اس کی خوبیوں سے ہو اور دیکھنے میں وہ پاگل اور بیوقوف ہو کیونکہ وہ نہ تو اپنے نفس کا فائدہ سوچ سکے گا اور نہ (اللہ سے) اپنا حصہ مانگ سکے گا اور اس کے باوجود وہ اللہ کی طرف سے لاگو کاموں میں محفوظ ہوتا ہے، امت میں ایسے لوگ بہت ہوئے ہیں اور حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ انہی میں سے ہیں، آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں مغیرہ بن شعبہ کے ایک غلام تھے جن کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا رکھا تھا، پھر حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ تھے جو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہوئے، حضرت عمر و حضرت علی رضی اللہ عنہم نے ان کے بارے میں بتا دیا تھا۔ ان کے علاوہ بہت سے لوگ ہوئے ہیں۔

دوسرا وہ ایسا امام ہو جس کی پیروی کی جائے، وہ ایسے دوسرے لوگوں کو ساتھ ملائے گا جنھیں سدھار سکے چنانچہ اسے لوگوں کو سدھارنے اور ادب سکھانے کے مقام پر کھڑا کیا جائے گا تو ایسے شخص کو "بقائی" کی حالت دی جائے گی جس کی وجہ سے وہ جو کام بھی کرے گا، اللہ کی خوبیوں سے کرے گا، اپنی خوبیوں سے نہیں۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے فراسۃ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا۔

''وہ یکا یک درست بات تک پہنچ جانا ہوتا ہے۔''

اس پر پوچھا گیا کہ کیا ایسا صرف اس وقت ہوتا ہے جب وہ پہنچ جائے یا ہر وقت ہوتا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ

''یہ ہر وقت پائی جاتی ہے کیونکہ یہ اللہ کا تحفہ ہے چنانچہ یہ اس کے ساتھ ہر وقت ہوتا ہے۔''

اس میں انہوں نے بتا دیا کہ یہ تحفے ہر وقت ہوتے ہیں چنانچہ جو شخص صوفیہ کی کتابوں سے تعلق رکھتا ہے اور ان کے اشارے سمجھتا ہے کہ صوفیاء کے فرمان وہی ہیں جنہیں ہم نے انہی کے ناموں کے ساتھ بتا دیا ہے کیونکہ یہ اور اس قسم کے دوسرے مسئلے اور مثالیں نہ تو واضح طور پر لکھی ملتی ہیں اور نہ ہی اکیلی اکیلی چیز ملتی ہے بلکہ یہ ان کی رمزوں اور اشاروں کے ذریعے ان کے فرمانوں سے ملتی ہیں۔ واللہ اعلم۔

*****

Marfat.com

ساٹھواں باب:

حقائق معرفت کے بارے میں ان کے فرمان

معرفت کی قسمیں:

کچھ مشائخ فرماتے ہیں کہ معرفت دو قسم کی ہوتی ہے، معرفت حق اور معرفت حقیقت، چنانچہ معرفت حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو اللہ کی بتائی صفات کے مطابق ثابت کرنا اور معرفت حقیقت یہ ہے کہ اس تک پہنچ ممکن نہیں ہے کیونکہ صَمَد ہونا اور ربوبیت کا ہونا گھیرے میں آنے والی چیزیں نہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا ○ (طٰہٰ:۱۱۰)

"لوگ اسے اپنے علم کے گھیرے میں نہیں لے سکتے۔"

کیونکہ صَمَد وہ ہوتا ہے جس کی خوبیوں کی حقیقتوں کا پتہ نہ لگایا جا سکے۔

ایک بڑے صوفی فرماتے ہیں کہ معرفت، باطن کو کئی سوچوں کے ذریعے سامنے لانا تاکہ بہترین ذکروں کا دھیان رکھا جا سکے جو کشف کی مسلسل علامتوں کے مطابق ہو۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اللہ کی عظمت اس کے حق کی تعظیم اور اس کے

Marfat.com

مرتبہ کی عزت کرتے ہوئے باطن کا مشاہدہ یوں کرے کہ جسے بیان نہ کیا جاسکے۔

حضرت جنید رضی اللہ عنہ سے معرفت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا۔

''معرفت یہ ہے کہ انسان کا باطن حق تعالیٰ کو گھیرے میں آنے سے پاک جانے اور اس کے سمجھ میں آنے سے اللہ کو بزرگ جانے (کہ وہ پالئے جانے سے پاک اور بلند شان ہے)۔''

پھر معرفت کے بارے میں پوچھے جانے پر فرمایا۔

''تمہیں اس بات کا علم ہونا چاہئے کہ جو صورت تمہارے دل میں آچکی ہے، حق اس کے خلاف ہے۔ حیرت ہے کہ اسے کسی ایک سے کوئی غرض نہیں اور نہ ہی اس سے کسی کو غرض ہے، وہ تو ایسا وجود ہے کہ اس کا عدم میں ہونا بار بار ذہن میں آتا ہے اور اسے لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا کیونکہ مخلوق وہ چیز ہے کہ جس سے پہلے بھی کچھ تھا اور جو ایسا ہو وہ پہلے والے کا کسی بھی طرح پتہ نہیں لگا سکتا (اس کا احاطہ نہیں کرسکتا)۔''

عربی عبارت

ھو وجود یتردد فی العدم

کا معانی حال بنانے والا ہے، پھر فرمایا۔

''وہ ذاتی اور شخصی طور پر موجود ہے تو گویا وہ معدوم ہے یعنی اس لحاظ سے کہ اس کی کوئی خوبی اور اچھائی نہ تھی۔''

حضرت جنید رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا۔

''معرفت یہ ہے اپنے لوٹنے کی جگہ پر ہونے والے برتاؤ کو دل سے دیکھے اور پھر معرفت والا شخص ہونے والی کمی بیشی میں دخل نہ

Marfat.com

دے۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے ذاتی حال کا مشاہدہ نہ کرے بلکہ یہ دیکھے کہ اس کے بارے میں اللہ کا قدیم کیا ہے اور مشاہدہ کرے کہ اس کے لوٹنے کی جگہ وہی جو اس کی طرف سے پہلے ہی اس کیلئے لکھی ہے اور یہ دیکھے کہ اس کی خدمت گزاری اور کوتاہی کے موقع پر اسی کا دخل ہے۔

کچھ صوفیاء فرماتے ہیں کہ معرفت جب باطن میں آتی ہے تو وہ اسے اٹھانے میں اسی طرح تنگ ہو جاتا ہے جیسے سورج کی شعاع اس کی انتہا اور جوہر کو معلوم کرنے سے رکاوٹ بن جاتی ہے۔

حضرت ابن الفرغانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو اللہ کی لکھی چیزوں کو پہچان لے گا، تکبر میں ہوگا، ان کی علامتوں کو دیکھے گا تو حیران ہوگا، جو پہلی چیزوں کو پہچانے گا، بیکار ہوگا، حق کو پہچانے گا تو عزت پائے گا اور جو والی بننے والے (اللہ) کو دیکھے گا تو عاجز بن جائے گا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو اپنے نفس کو یوں دیکھے گا کہ وہ اللہ کے فرض نبھا رہا ہے تو وہ تکبر میں ہوگا، جو پہلے سے لکھی بھلائی کو دیکھے گا، حیران ہوگا کیونکہ انہیں معلوم نہ ہوگا کہ حق کا علم اس کے بارے میں کیا ہے اور وہ کیا ہے جو قلم نے لکھ رکھا ہے، جو یہ پہچان لے اس کی پہلے سے لکھی قسمت آگے پیچھے نہ ہوگی، وہ مانگنے میں ناکام ہوگا، جو یہ جانتا ہے کہ اس پر اللہ کا قابو ہے اور اسے وہی کافی ہے تو عزت والا بن جائے گا اور خوف دلانے والی چیزوں اور ضرورتوں کے وقت ان سے گھبرائے گا نہیں جو یہ جانتا ہے کہ اس کے ہر کام کا والی وارث اللہ ہے تو اس کے حکموں اور فیصلوں کو عاجزی سے مان لے گا۔

ایک بڑے صوفی فرماتے ہیں کہ

"جب حق تعالیٰ صوفی کو اپنی پہچان کراتا ہے تو پہچان کو وہاں کھڑا کر دیتا ہے جہاں وہ محبت، خوف، امید اور مالداری وغریبی کو نہیں دیکھتا کیونکہ یہ سب چیزیں آخری حدوں سے پہلے ہیں جبکہ حق تعالیٰ انتہاؤں سے بھی آگے ہے۔"

اس کا معانی یہ ہے صوفی ان حالتوں کا مشاہدہ نہ کرے کیونکہ یہ اس کی خوبیاں ہیں جبکہ اس کی ایسی خوبیاں اس گنتی تک نہیں پہنچتیں جس کا حق تعالیٰ حقدار ہے۔

ہمیں ایک بڑے صوفی کے یہ شعر سنائے گئے۔

رَاعَیْتَنِیْ بِالْحِفَاظِ حَتّٰی
حُمِیْتُ عَنْ مَرْتَعٍ وَبِیِّ
فَاَنْتَ عِنْدَ الْخِصَامِ عُذْرِیْ
وَفِیْ ظِمَائِیْ فَاَنْتَ رِیِّیْ
اِذَا امْتَطَی الْعَارِفُ الْمُعَلّٰی
سِرًّا اِلٰی مَنْظَرٍ عَلِیِّ
وَغَاصَ فِیْ اَبْحُرٍ غِزَارٍ
تَفِیْضُ بِالْخَاطِرِ الْوَحِیِّ
فَضَّ خِتَامَ الْغُیُوْبِ عَمَّا
یُحْیِیْ فُوَادَ الشَّجِیِّ الْوَلِیِّ

Marfat.com

مَنْ حَارَ فِيْ دَهْشَةِ التَّلَاقِيْ

أَبْصَرْتَهُ مَيِّتًا كَحَيِّ

''تو نے میری حفاظت کا دھیان رکھا ہے جس کی وجہ سے مجھے
نقصان والی جگہوں سے بچالیا گیا ہے۔
چنانچہ آپس کے جھگڑے میں تو میرا بہانہ ہے، پیاسا ہو جاؤں تو
پیاس بجھانے والا تو ہی ہے۔
جب ایک بلند مرتبہ عارف، اچھے نظارے کیلئے باطن کی طرف
دیکھتا ہے اور معرفت کے ایسے گہرے سمندروں میں کھو جاتا ہے
جو دل کی طرف تیزی سے بہہ رہے ہیں۔
تو وہ عارف، غیب کے سارے پردوں کو ایسی چیز سے دور کرتا
ہے جو پریشان اور پیارے دل میں زندگی پیدا کردے۔
جو (اللہ سے) ملاقات کے رعب میں حیران ہو جاتا ہے تو تم دیکھو
گے کہ وہ زندہ کی طرح مرا ہوا ہوگا۔''

اس حیرانی سے شاعر کا مقصد وہ دہشت و رعب ہے جو اللہ کی تعظیم اور بزرگی کی خاطر اللہ کی طرف سے اسے نظر آرہی ہوتی ہے تو تم اسے زندہ دیکھو گے مگر مردہ کی طرح ہوگا اور اپنے آپ سے پیدا ہونے والے حالات سے فانی ہوگا (یعنی انہیں دیکھے گا نہیں) اور نہ ہی اپنے آگے پیچھے کسی کو پائے گا۔

*****

اکسٹھواں باب:

"توحید" کے بارے میں ان کے فرمان

توحید کی سات بنیادی چیزیں:

توحید کے رکن سات ہوتے ہیں۔ قدیم اور نئی پیدا ہونے والی چیز کو الگ الگ سمجھنا، یہ ذہن میں رکھنا کہ پیدا ہونے والی کوئی چیز قدیم کو سمجھنے سے عاجز ہے، اللہ کی خوبیوں کو ایک جیسا نہ سمجھنا، اللہ کے پروردگار ہونے کیلئے سبب کا انکار کرنا، اللہ کو اس بات سے پاک جاننا کہ کوئی بھی مخلوق اثر ڈال کر اسے عیب دار بنا سکے، ذہن سے یہ خیال نکال دینا کہ وہ چیزوں میں تمیز کرتا اور غور وفکر کرتا ہے اور یہ یقین کر لینا کہ وہ قیاس سے کام نہیں لیتا۔

حضرت محمد بن موسیٰ واسطی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"توحید کا پورا مفہوم یہ ہے کہ ہر وہ چیز جسے زبان کے ذریعے بتایا جا سکے یا بیان میں اس کی طرف اشارہ ہو سکے، وہ اللہ کی تعظیم ہو، اسے بیوی بچوں وغیرہ سے پاک کرنا یا اسے تنہا بتانا ہو تو اس کا کوئی نہ کوئی سبب ہوگا جبکہ اللہ کی حقیقت اس کے علاوہ ہے۔"

مقصد اس کا یہ بتانا ہے کہ یہ سب چیزیں تمہاری خوبیاں ہیں، پیدا ہوئی ہیں اور تمہاری طرح ان کا بھی کوئی سبب ہے اور اللہ کی حقیقت وہ ہے جو اس نے خود بتا رکھی ہے۔

Marfat.com

ایک بڑے صوفی فرماتے ہیں۔

''توحید یہ ہے کہ تم خدا کو تنہا سمجھتے وقت اپنے آپ کو بھی ذہن میں نہ رکھو اور وہ یوں ہوگا کہ حق تعالیٰ تجھے اپنا آپ بھی نہ دکھائے۔''

حضرت فارس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

''تمہاری توحید اس وقت تک صحیح نہیں ہوسکتی جب تک تمہارے اندر اللہ کو ہر نقص سے پاک کرنے میں ذرا سی بھی کسر باقی ہو، توحید کا زبانی اقرار کرنے والا اپنے باطن میں اللہ کو ایک نہیں دیکھ سکتا، حال کے ذریعے اللہ کو ایک جاننے والا اپنے حال کی بناء پر اقوال سے غائب ہوتا ہے، حق تعالیٰ کو دیکھنا ایک ایسا حال ہے جسے حال والا ہی سمجھ سکتا ہے اور اللہ کی توحید بتانے کیلئے قول اور حال کی ضرورت ہوتی ہے۔''

ایک اور صوفی فرماتے ہیں۔

''توحید یہ ہے کہ تم اللہ کے لازمی حق ادا کرنے کے بعد اپنی ہر شے سے بے تعلق ہو جاؤ اور پھر تمہیں دوبارہ ایسا خیال نہ آئے جو تمہیں اس سے بے تعلق کردے۔''

مطلب یہ کہ تم اللہ کے حقوق ادا کرنے کیلئے پوری کوشش کرو اور تمہیں اس کے حق ادا کرنے کو دیکھنے کی ضرورت نہ رہے، توحید بیان کرتے وقت تمہارے سامنے تمہاری کوئی بھی خوبی نہ رہے بلکہ دوبارہ اس کا خیال تک نہ آئے کیونکہ یہ چیز تمہیں اس سے الگ کردے گی۔

حضرت شبلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

''بندہ حقیقی توحید کو اس وقت تک نہیں سمجھ سکتا جب تک وہ اندرونی

طور پر اس سے الگ نہ ہو جائے کیونکہ اس کے ذہن میں اس
وقت حق تعالیٰ سما چکا ہوتا ہے۔"

ایک اور صوفی فرماتے ہیں۔

"توحید ماننے والا شخص وہ ہوتا ہے کہ جس کے اور دونوں جہانوں
کے مقابلے میں صرف اللہ دکھائی دیتا ہو کیونکہ وہ اپنی ہر چیز پر نظر
رکھتا ہے۔"

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

نَحۡنُ اَوۡلِیٰٓؤُکُمۡ فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا وَفِی الۡاٰخِرَةِ ۚ

(فصلت:۳۱)

"ہم دنیا کی زندگی اور آخرت میں تمہارے والی ہیں۔"

چنانچہ دنیا و آخرت میں ہم تمہیں اپنے سوا کسی کے پاس جانے نہ دیں گے۔

اللہ کو ایک جاننے والے کی نشانی یہ ہے کہ وہ ایسی چیزوں کو ذہن میں بہتر نہ جانے جن کی اللہ کے ہاں کوئی قدر و قیمت نہیں چنانچہ ایسے شخص کے دل سے ہر چیز کا خیال مٹا دیا جاتا ہے، وہ اپنے دل میں (کل کو) کوئی بدلہ لینے کا نہیں سوچتا چنانچہ وہ کسی گواہی کو نہیں دیکھتا، نہ بدلہ میں ملنے والی نعمت کو ذہن میں لاتا ہے، نہ باطن کی طرف دیکھتا ہے اور نہ اپنی کسی نیکی کی طرف نظر کرتا ہے، وہ حق تعالیٰ کے مقابلے میں اپنے حق کو کوئی اہمیت نہیں دیتا، اس کے حقوق کے مقابلے میں اپنے مطالبہ کی حیثیت نہیں سمجھتا، کسی بھی شے میں اس کا دخل نہیں ہوتا بلکہ وہ بہت بڑے حق والے کو دیکھ رہا ہوتا ہے جو حق تعالیٰ خود ہے چنانچہ جس کا حق سے تعلق نہ رہا تو اس کے پاس کچھ بھی نہ رہا خواہ وہ دونوں جہانوں کا بھی مالک کیوں نہ ہو اور جس کا اس سے تعلق ہو گیا۔ تو ہر شے اس کی ہو جاتی ہے خواہ وہ ذرہ بھر کا بھی مالک نہ ہو۔

Marfat.com

معانی یہ کہ وہ حق تعالیٰ کا ہو چکا ہے اور اس کے ذہن میں بھی نہیں ہوتا کہ وہ اس کا حق ادا کر رہا ہے، اس کا اپنا کوئی مطالبہ نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنے آپ کو اللہ کے حقوق ادا کرتے دیکھنا چاہتا ہے۔ حق تعالیٰ کی طرف سے اسے اللہ کا وجود ملتا ہے جس میں وہ گم ہوتا ہے، نہ اس سے کوئی آگے ہوتا ہے، نہ پیچھے۔

ہمیں ایک صوفی کا یہ شعر سنایا گیا۔ ؎

مَوَاجِيْدُ حَقٍّ اَوْ جَدَ الْحَقُّ كُلَّهَا
وَاِنْ عَجِزَتْ عَنْهَا فُهُوْمُ الْاَكَابِرِ

''اللہ تعالیٰ کی طرف سے صوفی کی حالتیں وہ ہیں جو اللہ کی طرف سے اترتی ہیں خواہ بڑے بڑے صوفیاء کی سمجھ میں بھی نہ آسکیں۔''

*****

Marfat.com

باسٹھواں باب:

عارف کی پہچان کے بارے میں ان کے فرمان

حضرت حسن بن علی بن یزدانیار رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ ایک عارف شخص اللہ کی نظر میں کب ہوتا ہے؟ انہوں نے فرمایا۔

"جب دیکھنے والا نظر آ جائے اور دوسرے دیکھنے والے نہ رہیں، دیکھنے، سننے، چکھنے اور چھونے وغیرہ کی طاقت نہ رہے اور تمہارے دل میں خلوص باقی نہ رہے۔"

"جب شاہد (دیکھنے والا) نظر آ جائے" سے مراد شاہد حق ہے اور اس سے مراد اللہ کے وہ معاملے ہیں جو اس نے تمہارے بارے میں پہلے ہی سے کر رکھے ہیں کہ اس نے تمہارے ساتھ نیکی کی اور عزت دی کیونکہ تم نے اسے پہچان کر ایک جانا اور اس پر ایمان لائے جنہیں دیکھنے کی وجہ سے تم اپنی نیکی اور عبادت کو دیکھ نہیں سکے چنانچہ تم اپنے ڈھیروں عملوں کے باوجود اس کی تھوڑی سی مہربانی میں گم ہو جاؤ گے اگرچہ اس کی طرف سے ہونے والی مہربانیاں تھوڑی نہیں اور تمہارے عمل زیادہ نہیں۔

"دیکھنے والے نہ رہیں" کا مطلب ہے کہ تم کسی نفع و نقصان، برائی و مدح سرائی کو نہ دیکھو۔

حواس ختم ہونے کا مطلب وہی ہے جو اللہ کے اس فرمان میں ہے کہ

Marfat.com

''وہ میری طاقت سے سنتا اور دیکھتا ہے۔'' (حدیث پاک)

''تمہارے دل میں خلوص نہ رہے'' کا مطلب یہ ہے کہ وہ تمہیں خلوص والا نہ دیکھے، تمہارے عمل خالص ہو کر بھی خالص نہیں اور اس وقت خالص ہو بھی نہ سکیں گے جب تم اپنے خلوص کی خوبی کو سامنے رکھو گے کیونکہ تمہاری یہ ساری خوبیاں تمہاری طرح کسی وجہ سے ہیں۔

حضرت ذوالنون رضی اللہ عنہ سے عارف کا انتہائی درجہ پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا۔

''جب وہ ایسے ہو جائے جب ہونے سے پہلے جیسا اور جہاں تھا۔''

مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے معاملات پر نظر رکھے، اپنے مشاہدے اور کاموں کو نہ دیکھے۔

ایک صوفی یوں فرماتے ہیں۔

''دنیا میں اللہ کی معرفت سب سے زیادہ رکھنے والا وہ ہے جو اس کے بارے میں سب سے زیادہ حیران ہو۔''

حضرت ذوالنون رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا وہ کون سا درجہ ہے کہ جس کی وجہ سے عارف آگے نکل جاتا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ

''اس کی حیرانی، محتاجی، اس سے ملاقات اور پھر حیرانی۔''

پہلی حیرانی تو ان کاموں میں ہے جو اللہ اس کے ساتھ کرتا اور اس کی نعمتیں اس کے پاس ہیں، وہ اپنے شکر کو اس کی نعمتوں کے برابر نہیں سمجھتا حالانکہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے شکر کے ذریعے اللہ سے کچھ مانگتا ہے اور اگر وہ شکر کرے تو اس کا یہ شکر بھی نعمت ہوگا جس پر شکر کرنا لازم ہے اور وہ اپنی اس کم درجہ نعمت کی وجہ سے اپنے آپ کو اس کے مقابلے میں کچھ نہیں سمجھتا، وہ سمجھتا ہے کہ وہ اسے لازمی ملیں گی، رک

Marfat.com

نہیں سکتیں۔

کہتے ہیں کہ حضرت شبلی رضی اللہ عنہ ایک نماز پڑھنے کیلئے کھڑے ہوئے اور دیر تک کھڑے رہنے کے بعد نماز شروع کی اور نماز سے فارغ ہو کر کہا کہ ہائے افسوس! نماز پڑھوں (اور یہ سمجھوں کہ میں نے شکر کر لیا ہے) تو یہ غلط ہو گی اور نہ پڑھوں گا تو کافر ہو جاؤں گا۔

یعنی میں اس کی عظیم نعمتوں اور بڑے فضل کو غلط کر رہا ہوں گا کیونکہ میں اپنے اس کم درجہ کام کو شکر کے مقابلے میں لا رہا ہوں گا اور پھر یہ شعر پڑھے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى اَنَّنِىْ
كَضِفْدَعٍ يَسْكُنُ فِىْ الْيَمِّ
اِنْ هِىَ فَاهَتْ مَلَاتْ فَمَهَا
اَوْ سَكَتَتْ مَاتَتْ مِنَ الْغَمِّ

"اس بات پر اللہ کا شکر ہے کہ میں دریا میں رہنے والے ایسے مینڈک کی طرح تھا کہ اگر وہ منہ کھولتا تو منہ پانی سے بھر جاتا لیکن چپ ہوتا تو مر جاتا۔"

دوسری حیرانی یہ ہے کہ وہ توحید کے ان مقامات پر پہنچے جہاں کچھ سوچنا ہی نہ ہو، سمجھ جواب دے جائے اور عقل اللہ کی عظیم قدرت، دبدبے اور عظمت میں جواب دے جائے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ توحید کے ایسے مقامات بھی ہیں جہاں سوچ کی راہیں ہی بند ہو جاتی ہیں۔

حضرت ابو السوداء رضی اللہ عنہ نے کسی بڑے صوفی سے پوچھا کہ کیا عارف کے پاس وقت بھی ہوتا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ انہوں نے پوچھا کہ کیوں؟ انہوں نے کہا: اس لئے کہ وقت آرام کو کہتے ہیں جو پریشانیاں دور کرتا ہے جبکہ معرفت ایسی موجیں ہیں

Marfat.com

جو ڈبوتی، اٹھاتی اور نیچے لے آتی ہیں چنانچہ عارف کا وقت سیاہی اور تاریکی کے سوا کچھ بھی نہیں۔

پھر فرمایا۔

''معرفتوں کیلئے شرط یہ ہے کہ مرید جب نظر اٹھائے تو تمہاری ہر چیز ختم ہو چکی ہو۔''

حضرت فارس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

''عارف وہ ہے جس کا علم حال بن چکا ہو اور اس کی ہر حالت اسے قابو میں کر لے۔''

حضرت جنید رضی اللہ عنہ سے عارف کی پہچان پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا۔

''پانی کا رنگ وہی ہوتا ہے جو اس کے برتن کا ہوتا ہے۔''

یعنی وہ ہر حال میں بہتر حالت والا ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس کی حالتوں میں تبدیلی آتی رہتی ہے اور اسی وجہ سے اسے ''ابن وقت'' کہتے ہیں۔

حضرت ذوالنون رضی اللہ عنہ سے عارف کی پہچان پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا۔

''ابھی تو یہیں تھا، کہیں چلا گیا ہے۔''

یعنی تم اسے دو وقتوں کے اندر ایک حالت میں نہیں دیکھ پاؤ گے کیونکہ اس کی حالتیں بدلنے والا کوئی اور ہوتا ہے۔

ہمیں حضرت ابن عطاء کے یہ شعر سنائے گئے۔

وَلَوْ نَطَقَتْ فِی اَلْسَنِ الدَّھْرِ خَبَّرَتْ
بِاَنِّیْ فِیْ ثَوْبِ الصَّبَابَۃِ اَرْفُلُ
وَمَا اِنْ لَھَا عِلْمٌ بِقَدْرِیْ وَمَوْضِعِیْ
وَمَا ذَاكَ مَوْھُوْمٌ لِاَنِّیْ اَنْقُلُ

Marfat.com

''اگر وہ زمانے کی کئی زبانوں میں بولے تو بتائے گی کہ میں عشق کے گھٹیا لباس میں نخرے سے چل پھر رہا ہوں کیونکہ اسے میری قدر و قیمت اور جگہ کا پتہ نہیں اور یہ بات وہی نہیں بلکہ مجھے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جایا جاتا ہے۔''

حضرت سہیل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

''معرفت کا پہلا مقام یہ ہے کہ بندہ کو اس کے باطن میں یقین دے دیا جائے جس کی وجہ سے اس کے اعضاء کو سکون ہو، اس کے اعضاء کو بھروسہ دیا جائے جس کے ذریعے وہ دنیا میں صحیح سلامت رہے اور اس کے دل میں زندگی پیدا کی جائے جسکے ذریعے وہ آخرت میں کامیاب ہو جائے۔''

ہم کہتے ہیں عارف وہ شخص ہوتا ہے جو اللہ کیلئے پوری محنت کرے، اللہ کی حقیقی معرفت حاصل کرے اور دنیا کی چیزوں سے ہٹ کر اس کی وجہ اللہ کی طرف ہو جائے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ (المائدہ:۸۳)

''تم ان کی آنکھوں کو دیکھو کہ آنسوؤں سے ابل رہی ہیں، اس لئے کہ وہ حق کو پہچان گئے۔''

یہ بات ہوسکتی ہے کہ جب انہوں نے اللہ کی نیکی اور احسان دیکھا تو ان کا ارادہ کر لیا، ان کی طرف توجہ اور سب میں سے انہیں اپنے لئے خاص کر لیا جیسے رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ

''اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ تجھے قرآن پڑھ کر سناؤں۔''

Marfat.com

تو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! کیا وہاں میرا بھی ذکر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔

''ہاں۔''

تو وہ رونے لگے کیونکہ انہوں نے ایسا حال اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا، نہ شکر ہی دیکھا تھا جو اس کی نعمتوں کے پلے کا ہو اور نہ ہی ایسا ذکر دیکھا تھا جو اس کی شان کے لائق ہو چنانچہ ایک طرف ہو کر رو دیے۔

پھر نبی کریم ﷺ نے حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

''تم نے معرفت حاصل کر لی ہے تو اس پر ڈٹے رہو۔''

آپ ﷺ نے انہیں معرفت سمجھائی اور ان پر لازم کر دی لیکن عمل کرنے کو نہیں فرمایا۔

حضرت ذوالنون رضی اللہ عنہ سے عارف کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا۔

''وہ ایسا ہوتا ہے جو لوگوں میں رہتے ہوئے، ان سے الگ ہوتا ہے۔''

حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ معرفت والے یوں ہوتے ہیں جیسے ''اعراف'' میں کھڑے لوگ، وہ ہر ایک کو ان کی نشانیوں سے پہچانیں گے، اللہ نے انہیں ایسے مقام پر کھڑا کیا ہو گا جو انہیں دونوں جہانوں سے بڑھ کر عزت دے اور انہیں دنیا و آخرت کے ملک دکھائے گا۔

ہمیں یہ شعر سنائے گئے۔

يَا لَهْفَ نَفْسِیْ عَلٰی قَوْمٍ مَضَوْا فَقَضَوْا

لَمْ اَقْضِ مِنْهُمْ وَاِنْ طَاوَلْتُهُمْ وَطَرِیْ

هُمُ الْمَغَافِیْثُ فِیْ كِبْرِ الْمُلُوْكِ اِذَا

اَبْصَرْتَهُمْ قُلْتَ اَقْمَارٌ بِلَا صُوَرِ

Marfat.com

"مجھے ایسے لوگوں کی وجہ سے اپنے آپ پر افسوس ہے جو جا چکے اور انہوں نے اپنے کام پورے کر لئے لیکن ان میں سے صرف میں ایسا ہوں کہ ان کے ساتھ عرصہ تک رہتے ہوئے، کام پورے نہیں کر سکا۔"

*****

Marfat.com

تریسٹھواں باب:

"مرید اور مراد" کے بارے میں ان کے فرمان

مرید دراصل مراد ہوتا ہے اور مراد مرید ہوتا ہے کیونکہ مرید اللہ کے لئے ہوتا ہے، اس کا ارادہ اس وقت تک نہیں بنتا جب تک وہ اللہ کے پہلے سے کئے ارادے پر نہ چلے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ ۙ (المائدہ: ۵۴)

"وہ ان سے محبت رکھتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں۔"

پھر فرمایا۔

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ (المائدہ: ۱۱۹)

"اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس پر راضی ہیں۔"

اور فرمایا۔

ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ (توبہ: ۱۱۸)

"پھر ان کی توبہ چاہی کہ وہ توبہ کرلیں۔"

چنانچہ اس نے ان کا ارادہ اس بناء پر کیا کہ وہ اس کا ارادہ رکھتے ہیں کیونکہ ہر کام کا سبب، اسے کر گزرنا ہے اور اس کے کام کی علت کوئی بھی نہیں اور جس کا ارادہ خدا

کرے تو ایسا ممکن نہیں کہ بندہ اس کا ارادہ نہ کرے چنانچہ اس نے مرید کو مراد بنا دیا اور مراد کو مرید، ہاں اتنی بات ہے کہ مرید پہلے کوشش اور محنت کرتا ہے تو اس کی دلی آنکھیں کھلتی ہیں لیکن مراد کی آنکھیں پہلے کھلتی ہیں اور محنت بعد میں ہوتی ہے چنانچہ مرید وہ ہے جس کے بارے میں اللہ فرماتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط

(العنکبوت:٦٩)

''جو ہماری خاطر محنت کرتے ہیں، ہم انہیں اپنی راہیں دکھا دیتے ہیں۔''

اور یہ وہی ہوتا ہے جس کا اللہ ارادہ فرماتا ہے تو وہ اسے دل سے مان لیتا ہے، وہ اس پر اپنی مہربانی فرماتا ہے جو اس کی محنت کو بڑھا دیتا ہے، اللہ کی طرف توجہ کرتا اور اسے چاہتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اس کیلئے ہر حال کھول دیتا ہے جیسے حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

''میرا دل اس دنیا سے بیزار ہو چکا ہے جس کی بناء پر میں دن کو پیاسا اور رات کو جاگتا رہتا ہوں۔''

پھر فرمایا۔

''یوں لگتا ہے کہ میں اپنے رب کے عرش کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں۔''

وہ یہ بتا رہے ہیں کہ غیب کے حالات ان کے سامنے اس وقت کھلے جب وہ دنیا چھوڑ چکے۔

مراد وہ شخص ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے اپنی طرف لگا لیتا ہے، اسے احوال کی اطلاع دیتا ہے جس کی وجہ سے مشاہدے کی طاقت اسے محنت پر ابھارتی

Marfat.com

ہے، اس کی طرف متوجہ کرتی ہے اور اس کے حکموں پر چلنے کی ہمت پیدا کرتی ہے جیسے فرعون کے جادوگر تھے کہ جب وقت کے اندر ان پر اصل حال کھلا تو انہیں وہ تکلیف برداشت کرنا آسان لگا جو وہ انہیں دے رہا تھا چنانچہ وہ کہنے لگے۔

لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ط (طٰہٰ:۷۲)

"بولے، ہم ہرگز تمہیں ترجیح نہ دیں گے ان روشن دلیلوں پر جو ہمارے پاس آئیں، ہمیں اپنے پیدا کرنے والے کی قسم تو تو کرلے جو تجھے کرنا ہے۔"

پھر جیسے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے آئے لیکن حق تعالیٰ نے انہیں راستے ہی میں بند کر دیا۔

پھر جیسے حضرت ابراہیم بن ادھم رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ وہ دل بہلانے کیلئے شکار کو نکلے تو دو بار آواز آئی کہ تمہیں اس کیلئے نہ تو پیدا کیا گیا ہے اور نہ ہی حکم ملا ہے، پھر تیسری آواز زین کے ابھرے ہوئے حصے سے آئی کہ تجھے اللہ سے ہٹا کر کس چیز نے اپنی طرف لگا رکھا ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! اللہ نے مجھے بچایا تو میں اس کی بے فرمانی کبھی نہ کروں گا۔

یہ قدرت کی طرف سے انہیں اپنی طرف لانا تھا، ان کے سامنے سارے حال کھل چکے تھے جن کی وجہ سے وہ اپنے آپ اور مالوں سے بے خبر کر دیئے گئے۔

حضرت فقیہ ابو عبداللہ برقی رضی اللہ عنہ کے اپنے شعر یہ ہیں:

مُرِيْدٌ صَفَا مِنْهُ سِرُّ الْفُؤَادِ
دِفَهَامَ بِهِ السِّرُّ فِيْ كُلِّ وَادِ

Marfat.com

فَفِيْ اَيِّ وَادٍ سَعٰی لَمْ يَجِدْ
لَهٗ مَلْجَأً غَيْرَ مَوْلَی الْعِبَادْ
صَفَا بِالْوَفَاءِ وَفٰی بِالصَّفَا
وَنُوْرُ الصَّفَاءِ سِرَاجُ الْفُوَادِ
اَرَادَ وَمَا كَانَ حَتّٰی اُرِيْدَ
فَطُوْبٰی لَهٗ مِنْ مُرِيْدٍ مُرَادٌ

''وہ ایسا مرید ہے کہ جس کی وجہ سے اس کے دل کا اندر صاف ہو گیا اور دل کا وہ بھید اسے ہر مقام میں حیران کر کے پھراتا ہے۔
وہ جس وادی اور مقام میں دوڑے لیکن بندوں کے آقا کے بغیر پناہ کی جگہ نہ پا سکے گا۔
وہ حکم پر چل کر صاف ہو گیا، پوری صفائی کی اور صفائی کا یہ نور دلوں کا چراغ بنتا ہے۔
اس نے ارادہ کیا حالانکہ وہ کرنے کو نہ تھا، آخر اس کا ارادہ کیا گیا چنانچہ مرید و مراد کیلئے خوشخبری ہے۔''

✻✻✻✻✻

Marfat.com

چونسٹھواں باب

مجاہدات ومعاملات کے بارے میں ان کے فرمان

ایک بڑے صوفی فرماتے ہیں۔
"تعبّد یہ ہوتا ہے کہ انسان ان عبادتوں کو ادا کرے جن کا لازم ہونا اللہ نے شرط قرار دیا ہے۔
واجب ولازم کی شرط یہ ہے کہ واجب کو بدلے کے لالچ کے بغیر ادا کرے خواہ اسے اللہ تعالیٰ کا فضل ہی دیکھو بلکہ وہ تجھ سے فضل کو دیکھے بغیر پورا ادا کرنے کو فرماتا ہے۔
عوض (بدلہ) سے مراد وہ ہے جو عمل میں اللہ کی طرف سے تمہیں ملے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ (توبہ:111)

"اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور مال خرید لئے ہیں۔"
تاکہ وہ اس کی عبادت لالچ کی بجائے بندگی کا روپ دھار کر کریں۔
حضرت ابوبکر واسطی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا کہ ایک بندہ اپنی کوشش سے ہونے والی

حرکتوں کو کس شاہد کی وجہ سے کرنا مناسب سمجھتا ہے؟

انہوں نے کہا کہ فناء کے شاہد کی وجہ سے جس کی بناء پر وہ ان حرکتوں سے باز رہتا ہے جو اس کے بغیر ہوتی ہیں۔

حضرت ابوعبداللہ نباجی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

''عبادت میں مزے کی خواہش اس بات کا نتیجہ ہے کہ بندہ حق تعالیٰ سے الگ تھلگ ہے کیونکہ نہ تو اس کے ذریعے اللہ سے ملتا ہے اور نہ ہی جدا ہوتا ہے، نہ وہ اس پر بھروسہ کرنے والے کی طرح بھروسہ کرتا ہے اور نہ دشمن کی طرح اسے چھوڑتا ہے بلکہ وہ حق تعالیٰ کے لازم رہنے والے کاموں کو عبودیت کے طور پر قائم رکھے اور اس سلسلے میں اس معاملے پر بھروسہ ہو جو ازل میں تھا۔''

آپ عبادت کے مزے کا مطلب یہ ہے کہ اسے اپنے آپ سے دیکھے اور یہ نہ سمجھے کہ اس میں اللہ کے تم پر فضل کی توفیق دیکھی جاتی ہے جو اللہ کے اس فرمان میں ہے۔

وَلَذِكْرُ اللّٰهِ أَكْبَرُ ط (العنکبوت:۴۵)

''یقیناً اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے۔''

یعنی وہ اس سے بڑا ہے کہ جہاں تمہاری سمجھ کی پہنچ ہو، تمہاری عقلوں میں سما جائے اور تمہاری زبانوں سے نکلے۔

ذکر کی حقیقت اللہ کے علاوہ ہر چیز کو بھلا دینا ہے کیونکہ اللہ فرماتا ہے۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ إِذَا نَسِيْتَ (الکہف:۲۴)

''بھولنے پر اپنے رب کا ذکر کرو۔''

پھر اس فرمان میں ہے۔

Marfat.com

كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيْٓئًا ۢ بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ○ (الحاقہ:۲۴)

"مزے سے کھاؤ پیو کیونکہ تم نے خالی دنوں میں کام کیے تھے۔"

یعنی وہ دن جو اللہ کے ذکر سے خالی تھے تاکہ تمہیں پتہ چل سکے کہ تم نے یہ سب کچھ عملوں کی بجائے اس کے فضل کی وجہ سے پایا ہے۔

حضرت ابوبکر قحطبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: توحید ماننے والوں کے نفس ایسے ہیں جو اس تمام سے بے امید ہو چکے ہیں جو ان کی خوبیوں سے ظاہر ہوا، وہ ان سے ظاہر ہونے والی ہر چیز کو برا جانتے ہیں، شاہدوں، رکاوٹوں اور فائدوں سے بے تعلق ہو جاتے ہیں اور اس کے سامنے اس وقت دعویٰ ظاہر کرنے سے عاجز ہو جاتے ہیں جب وہ اللہ کا یہ فرمان سنتے ہیں۔

وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا○ (الکہف:۱۱۰)

"اور وہ کسی کو اپنے رب کی عبادت کرنے میں شامل نہیں کرتے۔"

شاہدوں سے مراد مخلوق، رکاوٹوں سے مراد بدلے لینے اور فائدوں سے مراد دنیا کے سبب ہیں۔

حضرت ابوبکر واسطی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"نماز میں تکبیر کا مطلب یہ ہے کہ گویا تم یوں کہتے ہو: تو اس بات سے عظیم ہے کہ اس کے ذریعے تو اس کے ساتھ مل جائے یا اسے چھوڑنے پر الگ ہو جائے کیونکہ جدا ہونا اور ملنا حرکتیں نہیں بلکہ اس کی وجہ وہ ہے جو ازل میں ہو چکا۔"

حضرت جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

Marfat.com

''نماز پڑھنے میں تمہارا مقصد اسے قائم کرنا ہو، ایسے کے ساتھ ملنے کی خوشی نہ ہو کہ جس کے ساتھ ملنے کا وسیلہ خود وہی ہے۔''

حضرت ابن عطاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

''نماز میں تمہارا مقصد اسے اس ذات کیلئے قائم کرنا ہونا چاہیے، اس سلسلے میں ہیبت اور جلال کی ضرورت ہے۔''

ایک اور صوفی فرماتے ہیں۔

''نماز کا معانی رکاوٹوں کو دور کرنا اور صرف حقیقتوں پر نظر رکھنا ہے۔ رکاٹوں سے مراد ہر وہ شے ہے جو اللہ کے علاوہ ہے اور حقیقتوں سے مراد وہ چیزیں ہیں جو اللہ کیلئے اور اللہ کی طرف سے ہیں۔''

ایک اور صوفی فرماتے ہیں کہ

''نماز، ملاقات کا نام ہے۔''

صوم (روزہ) کا معانی حق تعالیٰ کو سامنے رکھتے ہوئے مخلوق کی طرف سے نظر ہٹانا ہے کیونکہ حضرت مریم علیہا السلام کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا۝ (مریم:۲۶)

''میں نے رحمٰن کیلئے روزہ مانا ہے تو آج کسی انسان سے کلام نہیں کروں گی۔''

(معانی یہ ہے) کیونکہ میں اللہ کو سامنے رکھتے ہوئے مخلوق سے الگ ہوں تو میں اپنے روزے کے دوران مناسب نہیں سمجھتی کہ کوئی رکاوٹ ڈالنے والا مجھے اس سے ہٹائے اور کوئی علیحدہ کرنے والا اس سے مجھے علیحدہ کر دے اور رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان اس پر دلیل ہے۔

"روزہ ایک ڈھال ہے۔"

یعنی اللہ کے علاوہ ہر شے سے پردہ بنتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے کہ

"روزہ میری خاطر ہوتا ہے تو میں ہی اس کی جزاء دوں گا۔"

کچھ صوفیاء نے اس کا معانی یوں کیا ہے کہ

"میں خود اس کی جزاء بنوں گا۔"

جبکہ حضرت ابوالحسن بن ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

"میری پہچان ہی اس کیلئے اس کی جزاء بنے گی، وہ فرماتے ہیں کہ جزاء کے طور پر اس کیلئے یہی کچھ کافی ہو گا، کوئی اور چیز معرفت تک پہنچنا تو کیا، اس کے قریب بھی نہ جا سکے گی۔"

میں نے حضرت ابوالحسن حسنی ہمدانی کو فرماتے سنا تھا حضور ﷺ کا فرمان اللہ کی طرف سے کہ روزہ میرے لئے ہے، کا معانی یہ ہے کہ

"تاکہ اس سے ہر قسم کے لالچ ختم ہو جائیں اور دشمن (ابلیس) اسے خراب نہ کر سکے کیونکہ جو چیز اللہ کی ہو جاتی ہے تو شیطان اسے بگاڑ نہیں سکتا اور پھر نفس بھی یہ طمع نہیں کر سکتا کہ روزے پر فخر کرے کیونکہ نفس صرف اپنی چیزوں پر فخر کرتا ہے لیکن دشمنوں کا لالچ آخرت سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ دشمن وہی چیز لیتے ہیں جو خود بندے کی ہو، اللہ کی نہ ہو اور یہی وہ مفہوم ہے جو ان کے فرمان سے میں سمجھ سکا ہوں۔"

کچھ صوفیاء فرماتے ہیں۔

"سب سے بڑی آزمائش یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کو دیکھیں اور

Marfat.com

اپنے کاموں کو سہارا بنائیں، اس صورت میں اگر انسان اپنے پر بھروسہ کرنے میں آجائے تو یہ بڑی بدبختی ہوگی جس میں دشمن کو گالی دینے کا موقع ملتا ہے۔"

انہوں نے ابوالحسن نوری رضی اللہ عنہ کے یہ اشعار سنائے۔

اَقُوْلُ اَكَادُ الْيَوْمَ اَنْ اَبْلُغَ الْمَدٰى
فَيَبْعُدُ عَنِّيْ مَا اَقُوْلُ اَكَادُ
فَمَا لِيْ جِهَادٌ غَيْرَ اَنِّيْ مُقَصِّرٌ
وَعَجْزِيْ عَنْ طُوْلِ الْجِهَادِ جِهَادُ
وَاِنَّ رَجَائِيْ عَوْدَةٌ مِنْكَ بِالرِّضَا
وَاِلَّا فَحَظِّيْ فِي الْمَعَادِ بِعَادُ

میں کہہ تو یوں دیتا ہوں کہ آج میں بہت زیادہ (عبادت) کروں گا مگر میرا یوں کہنا بیکار جاتا ہے۔

میرے پاس کوشش کی ہمت نہیں البتہ میرا دیر تک کوشش کرنے سے عاجز اور کوتاہی کرنے والا ہی ہونا میرا جہاد سمجھ لو۔

امید تو یہ ہے کہ تم دوبارہ مجھ پر خوش ہو جاؤ گے ورنہ قیامت میں میں تم سے دور ہی ہوں گا۔"

ایک اور کے یہ شعر سنے ہیں۔

هَبْنِيْ اُرَاعِيْكَ بِالْاَذْكَارِ مُلْتَمِسًا
مَا يَبْتَغِيْهِ ذَوُو التَّلْوِيْنِ بِالْغِيَرِ

Marfat.com

فَكَيْفَ لِىْ بِشُهُوْدٍ مِنْكَ يَحْمِلُنِىْ

عَنْ فِتْنَةِ الْوَقْتِ بَلْ عَنْ حُجْبَةِ الْأَثَرِ

''مجھے اجازت ہو تو میں تمہیں اپنی یادوں میں اس امید پر سامنے رکھوں کہ جسے ''تلوین'' والے (مرتبہ کے لوگ) بدلے ہوئے حالات میں سامنے رکھتے ہیں۔

تو تم سے میری ملاقات کیونکر ہو سکتی ہے جو مجھے وقت کے امتحان اور لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہونے سے بچالے۔''

میں کہتا ہوں کہ

''اگر میں اپنے کاموں اور مجاہدوں کے دوران تمہاری طرف سے بدلے کو دیکھوں جسے مجاہدہ اور معاملے کرنے والے چاہتے ہوتے ہیں تو پھر اس مشاہدے کو سامنے کیسے رکھوں گا جس کے ذریعے میں آخرت میں بدلنے والے حالات و اوقات کے خوف اور اپنی حرکتوں اور مجاہدوں کو دیکھ سکوں گا چنانچہ یہی وہ چیز ہے جو مجھے تم سے دور کئے ہوئے ہے۔''

*****

ہینسٹھواں باب:

لوگوں کو تعلیم دینے اور اللہ کی طرف بلانے کیلئے ان کے فرمان

حضرت نوری رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ انسان لوگوں کو وعظ ونصیحت کرنے کے قابل کب ہوتا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا۔

''جب وہ اللہ کی باتیں سمجھنے لگتا ہے تو اللہ کے بندوں کو سمجھانے کے قابل ہو جاتا ہے اور جب وہ نہیں سمجھ پاتا تو وہ اپنے علاقے اور بندوں کیلئے نری مصیبت ہوگا۔''

حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

''میں لوگوں کا اپنے ہاں آنا یاد کرتا ہوں تو عرض کرتا ہوں کہ اے اللہ! تو انہیں اتنی سمجھ دے دے کہ جس کی وجہ سے انہیں میری ضرورت نہ رہے کیونکہ میں ان کا اپنے ہاں آنا پسند نہیں کرتا۔''

حضرت سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تیس برس ہوئے کہ میں اللہ سے گفتگو کر رہا ہوں لیکن لوگ سمجھتے ہیں کہ میری گفتگو ان سے ہوتی ہے۔

حضرت جنید رضی اللہ عنہ نے حضرت شبلی رضی اللہ عنہ سے کہا۔

''ہم نے اس علم کا خوب پرچار کیا لیکن پھر اسے تہہ خانوں میں چھپا دیا (بھلا دیا) البتہ تم نے آکر اسے لوگوں کے سامنے بیان

کیا ہے۔"

اس پر حضرت شبلی رضی اللہ عنہ نے کہا۔

"میں ہی بولتا سنتا ہوں تو کیا دونوں جہانوں میں کوئی اور بھی ایسا ہوگا؟"

حضرت جنید رضی اللہ عنہ وعظ ونصیحت کر رہے تھے کہ اسی دوران کسی نے ان سے کہا اے ابوالقاسم! اللہ تعالیٰ علم کی وجہ سے کسی عالم پر اس وقت تک خوش نہیں ہوتا جب تک وہ علم پر عمل نہیں کرتا، اگر تم بھی اس پر عمل کرتے ہو تو نصیحت کرتے رہو ورنہ نیچے آ جاؤ اس پر حضرت جنید رضی اللہ عنہ اٹھ بیٹھے اور دو ماہ تک لوگوں سے بات نہ کی، پھر باہر آ کر کہا۔

"اگر میرے ذہن میں نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نہ ہوتا کہ آخری زمانے میں لوگوں کا راہنما سب سے زیادہ ذلیل ہوگا، تو میں کسی صورت میں باہر نہ آتا۔"

پھر یہ بھی فرمایا کہ میں نے لوگوں کو اس وقت تک وعظ ونصیحت کرنا شروع نہیں کیا جب تک چالیس ابدالوں نے اس بارے میں نفع ونقصان بتاتے ہوئے مجھے اشارہ نہیں دیا کہ تم لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے کے لائق ہو۔

کسی بڑے صوفی سے پوچھا گیا کہ تم وعظ ونصیحت کیوں نہیں کرتے؟ تو انہوں نے فرمایا۔

"یہ علم تو دور جا چکا ہے اور ایسے علم کے پیچھے پڑنے والا دور جانے والے سے بھی بڑھ کر دور ہوگا۔"

حضرت ابو منصور ہنجخینی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو القاسم حکیم سے پوچھا کہ میں کیا نیت کر کے لوگوں کو وعظ کروں؟ انہوں نے کہا۔

"میں (اس علمی کوتاہی جیسے) گناہ میں نیت کو کچھ نہیں سمجھتا، اسے چھوڑ دینا ہی بہتر ہے۔"

حضرت ابوعثمان بن اسمٰعیل رازی نے اپنے استاد حضرت ابوحفص حداد سے لوگوں کو وعظ ونصیحت کرنے کی اجازت مانگی تو انہوں نے فرمایا تمہیں اس کی ضرورت ہی کیا ہے؟ اس پر حضرت ابوعثمان نے کہا: مجھے ان پر رحم آتا ہے اور میں ان کی بھلائی چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا تمہیں ان سے کس حد تک شفقت ہے؟ ابوعثمان نے کہا (اس حد تک کہ) اگر مجھے پتہ چل جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کے بدلے میں صرف مجھے عذاب دے کر ان سب کو جنت میں داخل کردے گا تو میرا دل اس پر بھی خوش ہوگا۔

حضرت ابوحفص نے انہیں اجازت دی تو وہ ان کی مجلس میں پہنچے۔ حضرت ابوعثمان نے گفتگو بند کی تو ایک منگتا اٹھ کھڑا ہوا جس پر ابوعثمان آگے بڑھے اور اپنی چادر اتار کر اسے دے دی جس پر حضرت ابوحفص نے کہا اے جھوٹے! اس خصلت کے ہوتے ہوئے تمہیں لوگوں کو وعظ کرنے سے رکنا ہوگا۔ حضرت ابوعثمان نے کہا اے استاد! آخر ہوا کیا ہے؟ انہوں نے کہا کیا تمہاری طرف سے ان کیلئے یہ بات نصیحت اور شفقت نہ بنتی کہ تم اپنی بجائے ثواب کا موقع پہلے انہیں دیتے اور پھر خود کچھ دیتے؟

حضرت فارس رضی اللہ عنہ کے مطابق حضرت ابوعمرو انماطی رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ہم حضرت جنید رضی اللہ عنہ کے ہاں تھے کہ حضرت نوری رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے اور سلام کہا۔ حضرت جنید رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا اے دلوں کے حکمران! تم پر بھی سلام ہو، بولئے! اس پر حضرت نوری رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابوالقاسم! تم نے لوگوں سے چکنی چپڑی باتیں کیں تو انہوں نے تمہیں منبروں پر بٹھا دیا لیکن میں نے انہیں وعظ ونصیحت کی تو مجھے گویا انہوں نے کوڑا کرکٹ پر پھنکوایا۔ اس پر حضرت جنید رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے اس وقت کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔

Marfat.com

پھر اگلے جمعہ کو آ کر کہا جب تم کسی صوفی کو وعظ و نصیحت کرتے دیکھو تو سمجھ لو کہ اسے خدا کا خوف نہیں۔

حضرت ابن عطاء رضی اللہ عنہ نے اللہ کے فرمان

وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيْغًا○

(النساء: ۶۳)

''اور انہیں سمجھا دو اور ان کے معاملہ میں ان سے رسا بات کرو۔''

کے بارے میں فرمایا کہ (یہ بات) ان کی سمجھ میں آنے والی ہو اور ان کی عقلوں میں آ سکے۔

ایک اور صوفی نے

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ○لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ○ (الحاقہ: ۴۴ تا ۴۵)

''اور اگر وہ ہم پر ایک بات بنا کر بھی کہتے، ضرور ہم ان سے بہ قوت بدلہ لیتے۔''

یعنی اگر وہ شخص کچھ صوفیوں کو وجد کی باتیں سناتے اور اسی بارے میں اللہ کا فرمان ہے۔

بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ (المائدہ: ۶۷)

''اللہ کی طرف سے اترنے والے حکم لوگوں تک پہنچا دیں۔''

یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم ان چیزوں کو پہنچا دو جو ہم نے تمہیں جتا دی ہیں۔

حضرت حسین مغازلی رضی اللہ عنہ نے حضرت رویم بن محمد کو سب کے سامنے فقر کے

Marfat.com

بارے میں گفتگو کرتے دیکھا تو رک کر کہا۔

''جب تم جنگی ہی نہیں تو تلوار کیا کرو گے تو تم نے تلوار کو سجانے والی چیز کے بدلے پازیب ہی کیوں نہ خرید لی۔''

انہوں نے اس بات کے ذریعے ان کی اپنی حالت بتائی ہے۔

ایک بڑے صوفی فرماتے ہیں۔

''جو بے مقصد بات کرتا ہے تو وہ گدھا بن کر دکھا رہا ہوتا ہے۔''

چنانچہ اللہ فرماتا ہے۔

كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ (الجمعہ:۵)

''وہ پیٹھ پر کتابیں اٹھائے ہوئے گدھے جیسا ہے۔''

*****

Marfat.com

چھیاسٹھواں باب

پرہیزگاری اور مجاہدوں کے بارے میں ان کے فرمان

حضرت محاسبی رضی اللہ عنہ اپنے والد کی طرف سے تیس ہزار درہم کے وارث ہوئے لیکن ان میں سے کچھ بھی نہ لیا اور فرمایا کہ وہ قدری عقیدہ رکھتا تھا۔ (وہ کہتے ہیں کہ ہر کام ہم خود کرتے ہیں)

حضرت ابوعثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابوحفص رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حضرت ابوبکر بن ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے ہاں تھے کہ ہمارے ایک دوست کا ذکر چھڑ گیا جو وہاں نہیں تھا چنانچہ ابوحفص رضی اللہ عنہ نے کہا ہمارے پاس کاغذ ہوتا تو اسے چٹھی ہی لکھ دیتے۔ میں نے کہا: یہ لو کاغذ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بازار کو گئے ہوئے تھے۔ ابوحفص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ممکن ہے کہ وہ فوت ہو چکا ہو اور ہمیں علم نہ ہو اور یہ کاغذ ان کے وارثوں کی وراثت بن چکا ہو لہٰذا چٹھی نہ لکھی۔

حضرت ابوعثمان رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ میں حضرت ابوحفص رضی اللہ عنہ کے پاس تھا اور ان کے سامنے کشمش رکھی تھی جس میں سے ایک دانہ لے کر منہ میں ڈالا، انہوں نے میرا گلا دبا کر کہا اے خیانت کرنے والے! میری کشمش کھاتے ہو؟ میں نے کہا مجھے آپ کے دنیا سے بے تعلق ہونے پر بھروسہ اور میں جانتا ہوں کہ آپ دوسروں کو اپنے سے پہلے جانتے ہیں لہٰذا یہ دانہ لے لیا ہے۔ اس پر انہوں نے کہا اے جاہل! تم ایسے

دل پر تکیہ کر رہے ہو جس دل والا بھی اس کا مالک نہیں؟

میں نے اپنے بہت سارے مشائخ سے سنا ہے کہ وہ فقیر کو تین وجہ سے چھوڑ دیتے تھے۔

۱۔ جب کسی دوسرے کے مال پر حج کرے۔

۲۔ خراسان پہنچے پر

۳۔ یمن جانے پر۔

وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص خراسان جاتا ہے تو عیش وعشرت کے لئے جاتا ہے، وہاں کھانے کیلئے جائز چیز ہی نہیں ملتی (اس دور کی بات ہے)، رہا یمن تو وہاں کئی طرح کی بدکاری ہوتی ہے۔

پھر حضرت ابو المغیث رضی اللہ عنہ کسی چیز کا سہارا نہ لیتے اور نہ ہی پہلو پر سوتے بلکہ رات کو عبادت کیلئے کھڑے ہو جاتے اور نیند کا دباؤ پڑنے پر بیٹھ جاتے اور پیشانی کو دونوں گھٹنوں پر رکھ کر تھوڑا سا سو لیتے۔ اس پر آپ سے کہا گیا کہ اپنے آپ پر نرمی کرو۔ انہوں نے کہا کہ میرے لئے وہی سہولت کافی ہے جو میرے رفیق (اللہ) نے مجھے دے رکھی ہے، کیا تم نے رسولوں کے سردار ﷺ کا یہ فرمان نہیں سنا کہ سب سے زیادہ آزمائش علیہم السلام کی ہوتی ہے اور پھر درجہ بدرجہ ہوتی آتی ہے۔

صوفیاء بتاتے ہیں کہ حضرت ابو عمرو زجاجی رضی اللہ عنہ بہت سارے سال مکہ میں ٹھہرے رہے لیکن حرم شریف میں بے وضو نہیں ہوئے، وضو ٹوٹنے کے موقع پر حرم سے نکل جاتے اور پھر باوضو حرم میں آتے۔

فرماتے ہیں کہ حضرت فارس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ حضرت ابو عبداللہ رضی اللہ عنہ (جو شکل کے نام سے مشہور تھے) لوگوں سے گفتگو نہ کیا کرتے، کوفہ کے اردگرد جنگلوں میں رہا کرتے، صرف حلال اور سوکھے ٹکڑے کھاتے، ایک دن میں ان سے ملا تو ان کے

ساتھ گہرا تعلق ہو گیا چنانچہ ان سے کہا: میں اللہ کی قسم دیتا ہوں، یہ تو بتایئے کہ بات چیت کرنے میں آپ کو کیا رکاوٹ ہے؟ انہوں نے کہا: ارے! یہ دنیا درحقیقت ایک خیالی چیز ہے اور اس کے بارے میں کیا کہہ سکتا جس کی حقیقت ہی نہیں ہے اور حق تعالیٰ کے بارے میں کچھ کہنے کو تو الفاظ ہی نہیں ملتے تو بات کیسے کروں؟ پھر مجھے وہیں چھوڑ کر چلے گئے۔

رضاء و تسلیم کا نمونہ:

آپ ہی نے بتایا کہ حضرت حسین مغازلی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک رات میں نے حضرت عبداللہ قشاع رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ دجلہ کے کنارے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ اے میرے آقا! میں پیاسا ہوں (دو مرتبہ) صبح تک یونہی کہتے رہے اور صبح ہونے پر عرض کی، بڑے افسوس کی بات ہے کہ تو ایک چیز میرے لئے جائز کرتا ہے اور خود ہی مجھے اس سے روک دیتا ہے، پھر ایک چیز سے روکتا ہے اور اسی کی اجازت بھی دے دیتا ہے تو ایسے میں میں کیا کروں؟ چنانچہ واپس آ گئے اور اس سے گھونٹ تک نہ پیا۔

پھر فرمایا میں نے ایک فقیر کو یوں کہتے سنا کہ میں ھَبیر (یہاں ۳۱۲ھ کو حاجیوں کا قتل عام ہوا تھا) کے سال لوگوں کے ساتھ تھا کہ اسی دوران ان سے رہا ہو گیا، پھر واپس آ کر زخمیوں میں گھومنے لگا اور پھرتے پھراتے حضرت ابو محمد جریری رضی اللہ عنہ کو دیکھا جو سو سال سے کچھ زیادہ عمر کے تھے، میں نے پوچھا اے شیخ! کیا آپ دعا نہیں کریں گے کہ وہ مصیبت ٹل جائے جسے آپ دیکھ رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا۔

> "میں نے دعا کی ہے لیکن اس (خدا) نے فرمایا ہے کہ میں اپنی مرضی کیا کرتا ہوں۔ میں نے دوبارہ کہا تو فرمایا اے بھائی! اب دعا کا وقت نہیں بلکہ راضی رہنے اور حکم ماننے کا وقت ہے۔"

میں نے پوچھا کوئی چیز چاہئے؟ انہوں نے فرمایا کہ میں پیاسا ہوں۔ میں

پانی لے کر آیا تو انہوں نے لے کر پینا چاہا اور اسی دوران میری طرف دیکھ کر کہا کہ سارے لوگ پیاسے ہیں تو میں بھلا کیوں پیوں، یہ تو بے صبری ہو گی اور پھر وہ پانی واپس کرتے ہی فوت ہو گئے۔

وہ فرماتے ہیں میں نے انہیں بتاتے سنا کہ میں نے حضرت جریری رضی اللہ عنہ کے ایک مرید کو یوں کہتے سنا تھا۔

''بیس سال گزر گئے کہ کھانا سامنے آنے کے علاوہ دل میں اس کا خیال بھی نہ آتا پھر بیس برس گزر چکے کہ میں عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتا رہا ہوں پھر بیس سال کا عرصہ گزرا کہ میں نے اس ڈر سے اللہ کے ساتھ کوئی وعدہ نہیں کیا کہ کہیں وہ مجھے میری زبانی جھوٹا نہ بنا دے، پھر بیس سال ہی بیت گئے کہ میری زبان میرے ہی دل سے سنتی رہی اور پھر ایسا حال بھی آیا کہ بیس برس تک میرا دل میری زبان سے سنتا رہا۔''

ان کے فرمان ''میری زبان میرے دل سے سنتی رہی'' کا مطلب یہ ہے کہ میں وہی بات بتاتا جو حقیقتاً میری ہوتی۔

ان کے فرمان ''میرا دل میری زبان سے سنتا رہا'' کا مطلب یہ ہے کہ اس نے میری زبان پر نظر رکھی کیونکہ وہ فرماتا ہے۔

''(نیک اور ولی) میرے ذریعے سنتا، دیکھتا اور بولتا ہے۔''

ہمارے ایک شیخ نے بتایا میں نے حضرت محمد بن سعدان کو فرماتے سنا کہ

''میں نے بیس سال تک حضرت ابوالمغیث کی خدمت کی اور اس دوران میں نے انہیں رہ جانے والی کسی چیز پر افسوس کرتے اور گم ہونے والی چیز کو تلاش کرتے نہیں دیکھا۔''

Marfat.com

کہتے ہیں کہ حضرت ابوالسعود رضی اللہ عنہ نے ساٹھ وقوف (عرفات میں حج کیلئے ٹھہرنا) کئے اور حضرت جعفر بن محمد خلدی رضی اللہ عنہ نے پچاس وقوف کئے تھے۔

ایک شیخ (میرا زیادہ خیال یہ ہے کہ وہ ابوحمزہ خراسانی ہیں) نے نبی کریم ﷺ کی طرف سے دس حج کئے اور دس حج ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے کئے اور پھر اپنی طرف سے صرف ایک حج کیا اور پھر اپنے تمام حجوں کے وسیلے سے اللہ کے ہاں دعا کی کہ ان کا یہ حج قبول کر لے۔

*****

Marfat.com

سرسٹھواں باب:

صوفیاء پر اللہ کی مہربانیاں اور انہیں غائبانہ طور پر تنبیہ

حضرت ابو سعید خزاز رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عین اس وقت جب عرفہ کی رات میں موجود تھا کہ اللہ کے قرب نے مجھے اس سے سوال کرنے کا موقع نہ دیا، پھر میرے نفس نے مجھے اللہ تعالیٰ سے مانگنے پر مجبور کیا تو میں نے غائبانہ ایک آواز سنی کہ کوئی کہہ رہا تھا۔

''کیا اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے بعد بھی اس کے علاوہ کسی اور سے مانگو گے؟''

حضرت ابوحمزہ خراسانی رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ میں نے کسی سال حج کیا اور پیدل چلتے ہوئے ایک کنوئیں میں جا گرا، میرے دل نے مجھے (اللہ سے) فریاد کرنے پر مجبور کر دیا لیکن میں نے کہا۔

''اللہ کی قسم! میں فریاد نہیں کروں گا۔''

حضرت ابوحمزہ خراسانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ابھی میرے دل کی یہ بات پوری نہیں ہوئی تھی کہ کنوئیں کے کنارے سے دو آدمی گزرے جن میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ آؤ کہ ہم اس کنوئیں کے سرے کو راستے سے بند کر دیں اور پھر سرکنڈے اور بوریئے لے آئے، میں نے چلانے کا ارادہ کیا اور کہا: اے وہ ذات کہ ان دونوں کے

Marfat.com

مقابلے میں مجھ سے زیادہ قریب ہے! پھر چپ ہو گیا، اتنے میں انہوں نے اس کا سرا بند کیا اور چلے گئے پھر میں نے یکایک دیکھا تو کسی شے نے اپنے دونوں پاؤں کنوئیں میں لٹکا رکھے ہیں اور کہہ رہا ہے کہ میرے ساتھ لٹک جاؤ، میں اس کے ساتھ لٹک گیا، دیکھا تو وہ درندہ تھا اور یکایک مجھے ایک غائبانہ آواز سنائی دی جس نے کہا۔

''اے ابوحمزہ! یہ اچھی بات نہیں کہ ہم نے تمہیں ایک درندے کے ذریعے کنوئیں سے بچالیا ہے؟''

وہی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ایک ساتھی کو یوں کہتے سنا کہ حضرت ابوالولید سقاء رضی اللہ عنہ نے بتایا۔

''ایک دن ہمارے کچھ ساتھی میرے پاس دودھ لائے تو میں نے کہا کہ یہ مجھے نقصان دے گا، پھر ایک دن میں نے اللہ سے دعاء کی کہ اے اللہ! مجھے بخش دے کیونکہ تو جانتا ہے کہ میں نے لحظہ بھر کیلئے بھی تیرا شریک نہیں بنایا۔ اتنے میں ہاتف نے آواز دیتے ہوئے کہا۔ دودھ والی رات بھی نہیں بنایا تھا؟''

حضرت ابوسعید خراز رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ میں جنگل میں تھا کہ مجھے سخت بھوک لگی، میں اللہ سے کھانا مانگنے پر مجبور ہو گیا، میں نے دل میں کہا کہ یہ اللہ پر بھروسہ کرنے والوں کا کام نہیں، میرے دل میں آیا کہ میں اللہ سے صبر مانگوں چنانچہ خیال آتے ہی ایک غائبانہ آواز آئی۔

وَيَزْعَمُ اَنَّهُ مِنَّا قَرِيْبٌ
وَاَنَّا لَا نُضَيِّعُ مَنْ اَتَانَا
وَيَسْأَلُنَا الْقُوٰى عَجْزًا وَضَعْفًا
كَاَنَّا لَا نَرَاهُ وَلَا يَرَانَا

Marfat.com

حضرت ابوالحسن فارسی رضی اللہ عنہ کے مطابق حضرت ابوالحسن مزین رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں خالی ہاتھ اکیلا ہی جنگل میں گیا۔ میں گہرائی میں پہنچا تو ایک حوض کے کنارے پر بیٹھ گیا۔ خیال آیا کہ میں خالی ہاتھ ہی جنگل میں جا رہا ہوں چنانچہ دل میں تکبر پیدا ہوا، اسی دوران حضرت کتانی رضی اللہ عنہ (یا کوئی اور تھے، مجھے شک رہا) حوض کی دوسری طرف کھڑے ہیں، انہوں نے مجھے آواز دی کہ اے حجام! تمہارے دل میں یہ جھوٹی باتیں کب تک آتی رہیں گی؟

ایک مقام پر یوں بھی لکھا ملتا ہے کہ انہوں نے کہا تھا۔

''اے حجام! اپنے دل کو سنبھالو اور دل میں برے خیال نہ آنے دو۔''

حضرت ذوالنون رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ میں نے پھٹے پرانے لباس والا ایک نوجوان دیکھا اور اس سے نفرت کی لیکن دل میں آ رہا تھا کہ یہ کوئی ولی ہوگا۔ میں دل ہی دل میں سوچتا رہا، نوجوان نے میرے دل کی بات بوجھ کر مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

''اے ذوالنون! میری شکل وصورت کو نہ دیکھو کیونکہ موتی تو سیپی کے اندر ہوتا ہے۔''

حضرت ذوالنون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اور پھر وہ یہ شعر پڑھتے ہوئے چلتا بنا۔

تِهْتُ عَلَى اَهْلِ ذَا الزَّمَانِ فَمَا
اَرْفَعُ مِنْهُمْ لِوَاحِدٍ رَأْسَا
ذَاكَ لِاَنِّيْ فَتًى اَخُو فِطَنٍ
اَعْرِفُ نَفْسِيْ وَاَعْرِفُ النَّاسَا
فَصِرْتُ حُرًّا مُمَلَّكًا مَلِكًا
مُدَّرِعًا بِالْقُنُوْعِ لَبَّاسَا

Marfat.com

''میں اس دور کے لوگوں میں گھومتا رہا لیکن سر اٹھا کر کسی ایک کی
طرف بھی نہیں دیکھا۔
کیونکہ میں ایک ہوش مند نوجوان ہوں، اپنے آپ کو اور لوگوں کو
بھی پہچانتا ہوں۔
کہ میں آزاد ہوں، کسی کا غلام بھی ہوں، بادشاہ بھی ہوں اور لباس
کے طور پر میں نے چادر اوڑھ رکھی ہے۔''

اس فراست کے صحیح ہونے کیلئے ہمیں حضرت احمد بن علی رضی اللہ عنہ کے ذریعے حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ملتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''مومن کے دل کی آگاہی پر نظر رکھو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے
دیکھتا ہے۔''

✱✱✱✱✱

انہتر ں باب:

صوفیاء کو اللہ کا دلوں کے ذریعے چوکنا کرنا

حضرت ابوبکر بن مجاہد مقری رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابو عمرو بن علاء رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے کیلئے آئے، وہ امام نہیں بننا چاہتے تھے مگر انہیں مجبوراً آگے کر دیا گیا چنانچہ آگے ہو کر لوگوں سے کہا کہ صفیں سیدھی کرلو اور اسی کے ساتھ غش کھا گئے اور پھر اگلے دن ہوش سنبھالی۔ اس پر ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا جب میں نے تمہیں صفیں درست کرنے کو کہا تو اللہ کی طرف سے میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ مجھ سے کہہ رہا ہے۔

"اے میرے بندے! تم خود میرے سامنے لحہ بھر کیلئے بھی کبھی درست ہوئے کہ لوگوں کو درست ہونے کو کہہ رہے ہو؟"

حضرت جنید رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں بہت زیادہ بیمار ہوا تو اللہ سے اپنی تندرستی کی دعاء کی چنانچہ اس نے میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ

"میرے اور اپنے درمیان دخل نہ ڈالو۔"

حضرت جنید رضی اللہ عنہ ہی کے مطابق ایک بڑے صوفی نے کہا۔

"کئی مرتبہ میں اونگھتا ہوں تو مجھے آواز دی جاتی ہے کہ کیا تو مجھے بھلا کر سوتا ہے، ایسے سونا چاہو گے تو میں تمہیں کوڑے لگاؤں گا۔"

*****

Marfat.com

ستر واں باب:

اللہ کی طرف سے صوفیاء کو خواب وغیرہ میں خبردار کرنا

حضرت ابوبکر محمد بن علی کتانی رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو پہلے کی طرح خواب میں دیکھا (آپ سے کوئی شخص سوال کر رہا ہے جسے آپ جواب دے رہے تھے، آپ ہر پیر اور جمعرات کو نبی کریم ﷺ کی زیارت کیا کرتے تھے) کہ میری طرف تشریف لا رہے تھے اور ان کے ساتھ چار لوگ تھے، فرمایا اے ابوبکر! جانتے ہو کہ یہ کون ہے؟ میں نے عرض کی ہاں یہ ابوبکر (صدیق رضی اللہ عنہ) ہیں، پھر فرمایا اسے جانتے ہو؟ میں نے عرض کی ہاں یہ عمر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر پوچھا کہ اسے جانتے ہو؟ میں نے عرض کی ہاں یہ عثمان رضی اللہ عنہ ہیں، پھر فرمایا کیا اس چوتھے کو جانتے ہو؟ میں جواب دینے سے رک گیا، آپ ﷺ نے دوبارہ پوچھا تو میں رکا رہا، تیسری مرتبہ پوچھا تو میں پھر بھی رکا رہا اور لگتا تھا کہ مجھے ان کے بارے میں غیرت آ رہی ہے۔

پھر مٹھی بند کرتے ہوئے میری طرف اشارہ کر کے اسے کھول دیا اور میرے سینے پر مارا اور فرمایا اے ابوبکر! کہہ دو کہ یہ علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! یہ علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے میرے اور ان کے درمیان بھائی چارہ بنا دیا۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اے ابوبکر! اٹھو اور میرے ساتھ صفا کی طرف چلو، میں ان کے ہمراہ صفاء پہاڑ کی طرف

Marfat.com

جانے کے لئے نکلا، اسی دوران میں اپنے حجرے میں سویا ہوا تھا، اٹھا تو میں صفا پر تھا۔

حضرت ابو عبداللہ بن جلاء رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے شہر مدینہ میں تھا، کچھ بھوک لگی تھی، میں قبر انور کی طرف بڑھا، نبی کریم ﷺ اور ان کے ساتھ لیٹے دو حضرات حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم کو سلام پیش کیا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! مجھے کچھ بھوک لگی ہے اور آج رات میں آپ ﷺ کا مہمان ہوں۔

پھر وہاں سے ہٹ کر قبر انور اور منبر کے دوران سو گیا، اسی دوران یکا یک نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور ایک روٹی مجھے عطا فرمائی، میں نے آدھی کھائی تھی کہ جاگ اٹھا اور وہ آدھی روٹی میرے ہاتھ میں تھی۔

حضرت یوسف بن حسین رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ ہمارے پاس ارادت والا ایک ایسا جوان آدمی تھا جو حدیث کی طرف توجہ دیتا مگر قرآن کی تھوڑی بہت تلاوت کرتا، اسے خواب آئی اور کہا گیا۔

"اگر تو مجھ پر ظلم نہیں کر رہا تو پھر میری کتاب کیوں چھوڑی ہے؟
کیا تو نے اس میں میرے ان خطابوں پر غور نہیں کیا جنہیں زبان سے بیان نہیں کیا جا سکتا؟"

اس خواب کے صحیح ہونے کیلئے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ کے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ملتی ہے جو بتاتے ہیں کہ میں بصرہ کی مسجد میں گیا، دیکھا تو ہمارے ساتھیوں میں سے کافی لوگ بیٹھے ہوئے تھے، میں بھی ان کے پاس جا بیٹھا، وہ چغلی کرتے ہوئے ایک شخص کے بارے میں باتیں کر رہے تھے، میں نے انہیں اس کا ذکر کرنے سے روکا اور اس غیبت کے بارے میں وہ حدیثیں سنائیں جو رسول اللہ ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مجھ تک پہنچی تھیں۔ یہ سن کر وہ خاموش ہو کر دوسری باتیں کرنے لگے۔ پھر وہی شخص سامنے آیا تو انہوں نے اس بارے میں بدگوئی شروع کر دی

Marfat.com

جس میں میں بھی شامل ہو گیا (اس کے بعد) وہ اپنے گھر کو گئے تو میں بھی گھر آ کر سو گیا اور خواب میں سیاہ رنگ کا آدمی آیا جس کے ہاتھ میں بید سے بنی ہوئی طشتری تھی جس پر خنزیر کے گوشت کا ایک ٹکڑا رکھا تھا۔ اس نے مجھے کھانے کو کہا لیکن میں نے کہا کہ نہیں کھاؤں گا کیونکہ یہ خنزیر کا گوشت ہے۔ اس نے پھر کہا کہ کھاؤ۔ میں نے کہا کہ نہیں کھاؤں گا کیونکہ یہ خنزیر کا گوشت ہے جو حرام ہوتا ہے۔ اس نے پھر کہا کہ تمہیں کھانا ہو گا، میں نے انکار کیا تو اس نے زور سے میرے جبڑے کھول کر اسے میرے منہ میں ڈال دیا، میں نے اس کے سامنے اسے منہ میں گھمانا شروع کر دیا، میں اسے پھینکنے سے ڈر رہا تھا اور خوف تھا کہ کہیں نگل نہ لوں، اسی حالت میں میں جاگ اٹھا چنانچہ اللہ کی قسم! مجھے تیس دن اور تیس راتیں گزر گئیں کہ کھانے پینے کی کوئی چیز مجھے اچھی نہ لگتی البتہ اسی دوران منہ میں اس کا مزہ اور نتھنوں میں اس کی بدبو ہوتی۔

*****

Marfat.com

اکہترواں باب:

صوفیاء پر غیرت کھانے کیلئے اللہ کا ان پر بے بہا کرم

حضرت رابعہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں تو بیمار پرسی کیلئے کچھ لوگ ان کے پاس گئے اور پوچھا کہ کیا حال ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ مجھے اپنی بیماری کی وجہ سمجھ میں نہیں آ رہی، ہاں جنت میرے سامنے لائی گئی تو میرے دل کا جھکاؤ اس کی طرف ہوا لہٰذا میرا خیال ہے کہ اللہ نے مجھ پر غیرت کھاتے ہوئے مجھے پکڑا ہے اور مرضی تو اسی کی چلتی ہے۔

حضرت جنید رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ میں حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ کے ہاں پہنچا تو وہاں ٹوٹے کوزے کی کچھ ٹھیکریاں دیکھیں، پوچھا یہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ گزشتہ رات ایک لڑکی میرے پاس پانی کا کوزہ لائی اور کہنے لگی اے باپ! یہ کوزہ میں یہاں لٹکائے جا رہی ہوں، ٹھنڈا ہونے پر اسے پی لینا کیونکہ آج کی رات گرمی بہت ہے۔ اتنے میں مجھ پر نیند کا زور پڑا تو میں نے دیکھا کہ بڑی خوبصورت ایک لڑکی میرے پاس آئی، میں نے پوچھا کہ کس کی ہو؟ اس نے کہا: میں اس کی ہوں جو کوزوں کا ٹھنڈا پانی نہیں پیتا اور پھر اسے ہاتھ مارا تو وہ ٹوٹ گیا اور وہ تمہارے سامنے پڑا ہے۔ پھر وہ ٹھیکریاں وہیں پڑی رہیں جسے انہوں نے ہلایا تک نہیں، آخر گرد و غبار نے انہیں ڈھانپ دیا۔

Marfat.com

حضرت مزین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جنگل میں کسی کے گھر کے اندر کھائے پیے بغیر سات دن تک رہا، اسی دوران کسی نے گھر میں مجھے مہمان بنایا، میرے سامنے کھجور اور روٹی رکھی لیکن میں کھا نہ سکا۔ ہاں رات ہوئی تو اسے کھانے کی خواہش ہوئی چنانچہ منہ کھولنے کیلئے میں نے ایک گٹھلی پکڑی اور دانت پر ماری۔ اسی دوران گھر میں سے ایک بچی نے کہا اے باپ! آج ہمارا یہ مہمان کب تک کھاتا رہے گا؟ جس پر میں نے کہا اے آقا! بھوک تو سات دنوں کی ہے اور پھر بھی تم مجھے کھانے نہیں دیتے ہو، اللہ کی قسم ابھی تو میں نے اسے چکھا ہی نہیں۔

حضرت احمد بن سمین رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ میں مکہ کے راستے میں چلا جا رہا تھا کہ اچانک میرے سامنے ایک آدمی تھا جس نے کہا۔

”اے بندے! اللہ کے نام پر میری مدد کرو۔“

میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ یہ درہم مجھ سے لے لو کیونکہ ان کے ہوتے ہوئے میں اللہ کا ذکر نہیں کرسکوں گا، میں نے لے لئے تو اس نے چلا کر کہا۔

”اے اللہ! میں حاضر ہوں (یہ درہم صرف چودہ تھے)۔“

حضرت ابو الخیر اقطع رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ کے ہاتھ کٹنے کی وجہ کیا ہوئی؟ انہوں نے کہا کہ میں لکام (یا لبنان) کے پہاڑ پر تھا، ایک دوست بھی ہمراہ تھا، اسی دوران بادشاہوں کی اولاد میں سے ایک آدمی آیا جس کے پاس دینار تھے اور وہ انہیں لوگوں میں بانٹ رہا تھا، ایک مجھے بھی دینا چاہا تو میں نے ہاتھ الٹا کر کے اس کے سامنے کیا جس پر اس نے ایک دینار اوپر رکھ دیا۔ میں نے اپنے ساتھی کی گود میں اپنا ہاتھ الٹ دیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

کچھ دیر ہی گزری ہوگی کہ اچانک بادشاہ کے نوکر چوروں کو تلاش کرتے آ گئے اور پکڑ کر میرا ہاتھ کاٹ دیا۔

اسی واقعہ سے ملتی جلتی وہ حدیث ہے جسے حضرت احمد بن حیان تمیمی رضی اللہ عنہ کے مطابق حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

''اللہ تعالیٰ پیار کی وجہ سے اپنے بندے کو دنیا سے یوں محفوظ رکھتا ہے جیسے تم اپنے بیماروں کی حفاظت کرتے ہو۔''

*****

Marfat.com

بہترواں باب

صوفیاء کی مشکلات میں اللہ کی ان پر مہربانیاں

حضرت فارس رضی اللہ عنہ کے مطابق حضرت ابراہیم خواص رضی اللہ عنہ کے شاگرد حضرت ابوالحسن علوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت خواص رضی اللہ عنہ کو دنیور کی جامع مسجد میں دیکھا جو اس کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے اور ان پر برف سی گر رہی تھی، مجھے ان کے بارے میں ڈر لگا تو میں نے کہا: کاش آپ آگ کے پاس چلے جاتے، انہوں نے کہا: نہیں اور پھر یہ شعر پڑھے۔

لَقَدْ وَضَحَ الطَّرِيْقُ اِلَيْكَ قَصْدًا
فَمَا اَحَدٌ اَرَادَكَ يَسْتَبِيْلُ
فَاِنْ وَرَدَ الشِّتَاءُ فَفِيْكَ صَيْفٌ
وَاِنْ وَرَدَ الْمَصِيْفُ فَفِيْكَ ظِلٌّ

"یقینا تمہاری طرف ارادہ کرنے والی کی راہ کھل چکی ہے چنانچہ جو جانا چاہے، اسے راہ پوچھنے کی ضرورت نہیں۔
اگر سردی آجاتی ہے تو تمہاری ہی گرمی کام دے گی لیکن اگر گرمی ہوتی ہے تو تمہارا ہی سایہ کافی ہے۔"

Marfat.com

پھر کہا کہ ہاتھ تو پکڑاؤ، میں نے ہاتھ پکڑایا تو انہوں نے اسے اپنی گودڑی کے نیچے کرلیا اور پھر دیکھا تو ان سے پسینہ بہہ رہا تھا۔

حضرت ابوالحسن فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک وادی میں تھا کہ مجھے بہت زیادہ پیاس لگی اور میں کمزوری کی بناء پر چلنے پھرنے سے رہ گیا اور میں نے سن رکھا تھا کہ پیاسے آدمی کے مرنے سے پہلے اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں، میں بیٹھ گیا اور آنکھوں سے آنسو بہنے کا انتظار کرنے لگا، اسی دوران میں نے آہٹ سنی، دیکھا تو وہ سفید رنگ کا سانپ تھا اور صاف چاندی کی طرح چمک رہا تھا اور تیزی سے میری طرف آرہا تھا، اس نے خوفزدہ کر دیا چنانچہ گھبرا کر اٹھا اور ڈر کی وجہ سے مجھ میں طاقت آگئی، میں آہستہ سے چل پڑا اور سانپ پھنکارتا ہوا میرے پیچھے تھا، میں چلتا گیا، وہ میرے پیچھے تھا اور میں پانی پر پہنچا تو اس کی آواز رک گئی، میں نے دیکھا تو وہ نظر نہ آیا، میں نے پانی پیا تو سکون ہو گیا۔

اس کے بعد جب کبھی کسی غم یا بیماری میں گھر جاتا ہوں تو سانپ کو خواب میں دیکھ کر سمجھتا ہوں کہ یہ میرے غم اور بیماری کے دور ہو جانے کی بشارت ہے۔

*****

تہتر واں باب:

موت اور بعد والے وقت میں صوفیاء پر اللہ کی مہربانیاں

حضرت ابوالحسن رضی اللہ عنہ (جو قزاز کے نام سے مشہور تھے) فرماتے ہیں کہ ہم حج کے مقام پر تھے کہ اسی دوران ہمارے پاس ایک خوبصورت جوان آیا جس نے دو پرانے کپڑے پہن رکھے تھے، اس نے ہمیں سلام کہا اور کہنے لگا کہ یہاں کوئی ایسی ستھری کوئی جگہ ہے جہاں فوت ہو جاؤں؟ ہم نے تعجب سے اسے کہا کہ ہاں ہے چنانچہ ہم نے اسے اپنے قریب ہی ایک چشمہ دکھایا، اس نے جا کر وہاں وضو کیا اور اللہ کی مرضی کے مطابق نماز پڑھی، پھر کچھ دیر تک اس کا انتظار کیا لیکن وہ نہ آیا تاہم جب ہم پہنچے تو وہ فوت ہو چکا تھا۔

حضرت سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مرید کہتے ہیں کہ حضرت سہل تختے پر تھے جنہیں نہلایا جا رہا تھا، ان کے دائیں ہاتھ کی شہادت والی انگلی ابھری ہوئی تھی جس سے وہ اشارہ کر رہے تھے۔

حضرت ابوعمرو اصطخری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوتراب نخشبی رضی اللہ عنہ کو جنگل میں کھڑا دیکھا حالانکہ وہ فوت ہو چکے تھے تاہم انہیں کسی چیز کا سہارا نہیں تھا۔

حضرت ابراہیم بن شیبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرید میرے پاس آیا

Marfat.com

جہاں تھوڑے دن بیمار رہنے کے بعد فوت ہو گیا اور جب اسے قبر میں اتارا گیا تو میں نے چاہا کہ اس کا رخسار کھول کر عاجزی دکھانے کیلئے اسے زمین پر رکھتا ہوں کہ شاید اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمادے، اس نے میرے سامنے ہنس کر کہا کہ

''تم مجھے اس کے سامنے ذلیل کر رہے ہو جو میری راہنمائی کرتا ہے؟''

میں نے کہا نہیں، اے پیارے! کیا موت کے بعد بھی زندگی ہوتی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ

''کیا تمہیں علم نہیں کہ اس (خدا) کے پیارے مرا نہیں کرتے بلکہ انہیں ایک گھر سے دوسرے گھر میں بھیج دیا جاتا ہے؟''

آپ ہی نے بتایا کہ گاؤں میں میرے پاس وہیں کا رہنے والا ایک عبادت گزار اور مسلسل مسجد میں رہنے والا ایک جوان تھا، مجھے اس سے حد درجہ محبت تھی، وہ بیمار ہو گیا تو میں جمعہ کے دن شہر نماز پڑھنے گیا، عادت یہ تھی کہ شہر میں آتا تو دن کا باقی حصہ اور رات اپنے بھائیوں کے ہاں ٹھہرتا چنانچہ عصر کے بعد مجھے بے چینی سی ہو گئی اور میں عشاء کے بعد گاؤں میں آیا، اس جوان کے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ وہ پریشان ہے۔ میں اس کے پاس پہنچا اور سلام کہہ کر ہاتھ ملائے تو اس کے ساتھ ہی اس کی روح نکل گئی، میں نے اس کے نہلانے کا انتظام کیا لیکن پانی بہانے میں غلطی کر بیٹھا اور وہ یوں کہ دائیں پہلو پر بہانے کی بجائے بائیں پر بہا ڈالا۔

آپ فرماتے ہیں اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں تھا تو اس نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ سے چھین لیا جس کی بناء پر ہاتھ پر بیری کے لگے ہوئے پتے اتر گئے اور اس کے ساتھ ہی میرے ساتھ بیٹھے ہوئے غش کھا گئے، پھر آنکھیں کھول کر میری طرف دیکھا جس سے میں گھبرا گیا، میں نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور دفن کرنے کیلئے اسے قبر میں

اترا، اسی دوران اس نے آنکھیں کھول دیں اور یوں مسکرایا کہ اس کی داڑھیں اور اگلے دانت نظر آنے لگے۔ پھر قبر پر مٹی ڈال کر برابر کردی۔

اس واقعہ کے صحیح ہونے کیلئے حضرت ابوالحسن علی بن اسمٰعیل فارسی رضی اللہ عنہ کے مطابق حضرت حفص بن یزید بن مسعود بن خراش رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ملتی ہے کہ حضرت ربیع بن خراش رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی تھی کہ وہ اس وقت تک ہنسیں گے نہیں جب تک انہیں یہ معلوم نہ ہو جائے کہ وہ جنت میں جائیں گے یا دوزخ میں چنانچہ وہ جب تک رہے، مرتے دم تک ہنسے نہیں۔ (یہ ایک روایت ہے)

پھر انہوں نے ان کی آنکھیں بند کیں، ان کو کپڑے سے ڈھانکا اور کسی کو اس کی قبر تیار کرنے کیلئے بھیجا اور کفن لانے کو کہا۔ وہ لایا گیا۔ اس موقع پر حضرت ربیع بن خراش رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''اللہ تعالیٰ میرے بھائی پر رحم فرمائے، وہ لمبی راتوں میں ہم سب سے بڑھ کر عبادت گزارتے اور سخت گرمیوں میں سب سے بڑھ کر روزہ رکھنے والے تھے۔''

وہ بتاتے ہیں کہ وہ اس کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے کہ اسی دوران اس نے چہرے سے کپڑا ہٹا دیا اور ان کے سامنے ہنسنے لگا۔ اس پر اس کے بھائی ربیع نے کہا کہ

''کیا موت کے بعد بھی زندگی مل جاتی ہے؟''

اس نے کہا ہاں، میں اپنے پروردگار سے ملا ہوں، وہ مجھے بڑی خوشی اور خوشگواری سے ملا، ناراض نہ تھا اور اس نے مجھے سندس اور ریشم سے بنے کپڑے پہنائے ہیں اور یہ بات سن لو کہ میں نے اس سارے معاملے کو اس سے بڑھ کر آسان دیکھا ہے جو تمہارے ذہنوں میں ہے لہٰذا دھوکے میں نہ رہو کیونکہ میرے پیارے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میری نماز جنازہ کیلئے انتظار فرما رہے ہیں لہٰذا جلدی کرو۔ پھر اس کی روح یوں

Marfat.com

نکل گئی جیسے پانی میں کنکر پھینکا جاتا ہے۔

یہ بات حضرت عائشہ صدیقہ ام المومنین رضی اللہ عنہا تک پہنچی تو انہوں نے فرمایا۔

"یہ شخص بنو عبس سے تعلق رکھتا ہے اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے سن رکھا ہے کہ میری امت میں ایک بہترین تابعی ہو گا جو فوت ہونے کے بعد بولے گا۔"

*****

Marfat.com

چوہتر واں باب:

خود صوفیاء کے ساتھ پیش آنے والے حالات

حضرت ابوبکر قحطبی رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ میں حضرت سمنون رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی نے ان کے پاس آ کر محبت کے متعلق پوچھا کہ کیا ہوتی ہے؟ انہوں نے فرمایا میرے سامنے ایسا کوئی شخص نہیں جس سے میں اس کے بارے میں پوچھوں اور وہ اس کا مفہوم جانتا ہو۔ اتنے میں ان کے سر پر ایک پرندہ آ بیٹھا، وہاں سے گھٹنے پر آ گیا تو آپ نے کہا اگر کوئی ایسا ہے تو وہ یہی ہوگا، پھر (پرندے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) گفتگو شروع کر دی کہ صوفیاء کے حالات ایسے ایسے ہوتے ہیں، انہوں نے ایسی ایسی چیزوں کا مشاہدہ کیا ہوتا ہے اور خود ان کا حال ایسا ایسا ہوتا ہے۔

آپ اس کے بارے میں گفتگو کرتے رہے اور اسی دوران وہ پر مار کر ان کے گھٹنے سے نیچے گر گیا۔

حضرت احمد بن سنان رضی اللہ عنہ کے ایک ساتھی نے کہا کہ ایک دن میں گھر سے نکل کر نیل واسط کی طرف گیا تو پانی کے درمیان ایک سفید پرندہ بیٹھا تھا اور وہ کہہ رہا تھا: میں ان لوگوں پر حیران ہوں جو غافل ہو چکے ہیں۔

حضرت جنید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے ایک نوجوان مرید کو دیکھا جو جنگل کے اندر ایک درخت کے پاس بیٹھا تھا تو کہا: اے نوجوان! تم یہاں کس بناء پر بیٹھے ہو؟

Marfat.com

اس نے کہا کوئی چیز گم ہو گئی ہے جسے تلاش کر رہا ہوں چنانچہ میں انہیں وہیں چھوڑ کر چلا آیا اور پھر جب میں واپس پہنچا تو یکا یک مجھے وہی ملا جو میری قریبی جگہ پر بیٹھا ملا، میں نے پوچھا کہ یہاں بیٹھ کر اب کیا کر رہے ہو؟ اس نے کہا کہ میں جو کچھ تلاش کرتا پھرتا تھا، وہ مجھے مل گئی ہے چنانچہ میں اس کے پاس ہی رہنے لگا۔

اس پر حضرت جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پتہ نہیں چل سکا کہ اس کی دونوں حالتوں میں سے کون سی حالت بہتر تھی، آیا وہ حالت جسے تلاش کر رہا تھا یا وہ جگہ جہاں اسے اس کی مراد ملی تھی۔

حضرت ابوعبداللہ محمد بن سعدان رضی اللہ عنہ کے مطابق ایک بڑے صوفی نے بتایا کہ ایک دن میں بیت اللہ شریف کے سامنے بیٹھا ہوا تھا کہ کعبہ کی طرف سے گنگناہٹ سی سنی کہ

> "اے دیوارو! میرے اولیاء اور پیاروں کیلئے راستہ چھوڑ دو کیونکہ جو تمہاری نیت سے تمہیں دیکھے گا تو وہ تمہارا طواف کرتا ہوگا اور میری خاطر مجھے دیکھنا چاہے تو وہ میرے ہاں طواف کرتا ہوگا۔"

*****

Marfat.com

پچھترواں باب

سماع کے بارے میں

سماع کے معانی:

خاص وقت میں ہونے والی تھکاوٹ کے موقع پر دل کو بہلانے کا نام سماع ہے البتہ مال والے لوگوں کیلئے سانس ہوتا ہے اور شغل (ورد وظیفے کرنے) والوں کیلئے ذہن میں اللہ کے رازوں کو لانا ہوتا ہے اور اسے طبیعتوں کو سکون دینے والی چیزوں کی بجائے اس لئے پسند کیا جاتا ہے کہ انسانوں کے دل اسے سمجھنے اور اس کے ذریعے سکون حاصل کرنے سے دور ہوتے ہیں کیونکہ یہ اللہ کی طرف سے آیا کرتا ہے اور اسی کی طرف واپس چلا جاتا ہے۔ ہاں کشف (دل کی آنکھوں سے دیکھنا) اور مشاہدہ کرنے والوں کو اس کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ ان کے ہاں ایسے سبب ہوتے ہیں جو کشف کی راہوں میں ان کے باطن کو ستھرا کرتے ہیں۔

میں نے حضرت فارس رضی اللہ عنہ کو یوں فرماتے سنا تھا میں حضرت قوطہ موصلی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا جو چالیس برس تک بغداد کی جامع مسجد کے ایک ستون کے پاس بیٹھے رہا کرتے تھے، ہم نے کہا: یہاں ستھری آواز والا ایک قوال موجود ہے تو کیا ہم آپ کیلئے اسے بلا لائیں؟ انہوں نے کہا: میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ کوئی شخص میری بات میں رکاوٹ بنے یا کوئی قوال مجھ پر اثر ڈال سکے بلکہ ان کاموں کو چھوڑ چکا ہوں چنانچہ یہ سماع جب کانوں سے ٹکراتا ہے تو ان میں چھپے رازوں کو ابھار دیتا ہے جس کی وجہ سے

Marfat.com

کچھ تو اس بناء پر پریشان ہو جاتے ہیں کہ ان میں وارد ہونے والی چیز کو برداشت کرنے کی ہمت نہیں ہوتی اور کچھ اپنے پکے حال کی وجہ سے اپنے مقام پر جمے رہتے ہیں۔

حضرت ابو محمد رویم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صوفیاء نے سب سے پہلا ذکر اس وقت سنا جب اللہ نے فرمایا۔

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ط (الاعراف: ۱۷۲)

''کیا میں تمہارا پروردگار نہیں؟''

اور پھر اسے اپنے باطن میں یوں سمو لیا جیسے انہوں نے اسے اپنی عقلوں میں سمونا تھا اور جب وہ ذکر سنتے ہیں تو ان کے دلوں میں چھپے وہی راز سامنے آتے ہیں اور وہ یوں ہل کر رہ جاتے ہیں جیسے ان کی عقلوں میں چھپی چیزیں اس وقت سامنے آتی ہیں جب حق تعالیٰ انہیں اس بارے میں بتلاتا ہے چنانچہ یہ اسی کو سچا کر دکھاتے ہیں۔

حضرت ابو القاسم بغدادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

''سماع دو قسم کا ہوتا ہے چنانچہ کوئی گروہ کلام سنتا ہے تو اس کی وجہ سے آنسو نکالتا ہے، ہاں وہ یہ کلام پرکھے اور ذہن کو حاضر رکھتے ہوئے سماع کرتا ہے اور دوسرا گروہ صرف آواز سنتا ہے جو روح کی خوراک ہوتی ہے اور جب روح میں طاقت پیدا ہو جاتی ہے تو وہ اپنے مقام کو دیکھتی ہے اور جسم کو سنوارنے سے رک جاتی ہے اور پھر عین اس موقع پر سننے والے سے بے چینی اور ہلنا جلنا دکھائی دیتا ہے۔''

حضرت ابو عبداللہ نباجی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حقیقی سماع وہ ہوتا ہے جو سوچ بچار کو ابھارے اور وہ کوشش سے آنسو نکالے لیکن اس کے علاوہ یہ نری آزمائش ہوتی ہے۔

Marfat.com

حضرت جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی فقیر پر رحمت تین موقعوں پر نازل ہوتی ہے۔

۱۔ کھانا کھاتے وقت، کیونکہ وہ صرف ضرورت کے وقت ہی کھایا کرتا ہے۔

۲۔ بولتے وقت، کیونکہ وہ صرف ضرورت ہی کے موقع پر بولتا ہے۔

۳۔ سماع کے وقت، کیونکہ وہ صرف وجد (عشق) ہی موقع پر سنتا ہے۔

*****

Marfat.com

الحمد للہ کہ "التعرف" جیسی اہم ترین کتاب کا ترجمہ آج مورخہ 21 اکتوبر 2012ء بروز اتوار، بارہ بج کر دس منٹ پر مکمل ہو رہا ہے اور میں بشرطِ صحت ترجمہ، حاصل ہونے والے ثواب کو حضور مصطفیٰ ﷺ، اکابر امت اور امت کی روحوں کو ایصال کرتا ہوں البتہ اس موقع پر اپنے نامور، شفقت شعار اور قابل ترین اساتذہ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں جن میں سند المحدثین حضرت ابو البرکات سید احمد رضوی (حزب الاحناف، لاہور)، فقیہ اعظم ابو الخیر مفتی محمد نور اللہ نعیمی (دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور) اور حضرت مفتی محمد حسین نعیمی (جامعہ نعیمیہ، لاہور) رحمہم اللہ شامل ہیں اور شیخ الحدیث علامہ ابو الحسنات محمد اشرف سیالوی مدظلہ العالی کی ترقی درجات کیلئے دعاء گو ہیں۔

آخر میں اپنے والدین کریمین کیلئے بھی ایصال کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ انہیں اپنے خاص کرم سے نوازے آمین۔

کوتاہ کار

شاہ محمد چشتی عفی عنہ

خوش نویس

(فاضل درس نظامی)

محمود پورہ، قصور

0321 - 0312 6577473

0492772040

*****

Marfat.com

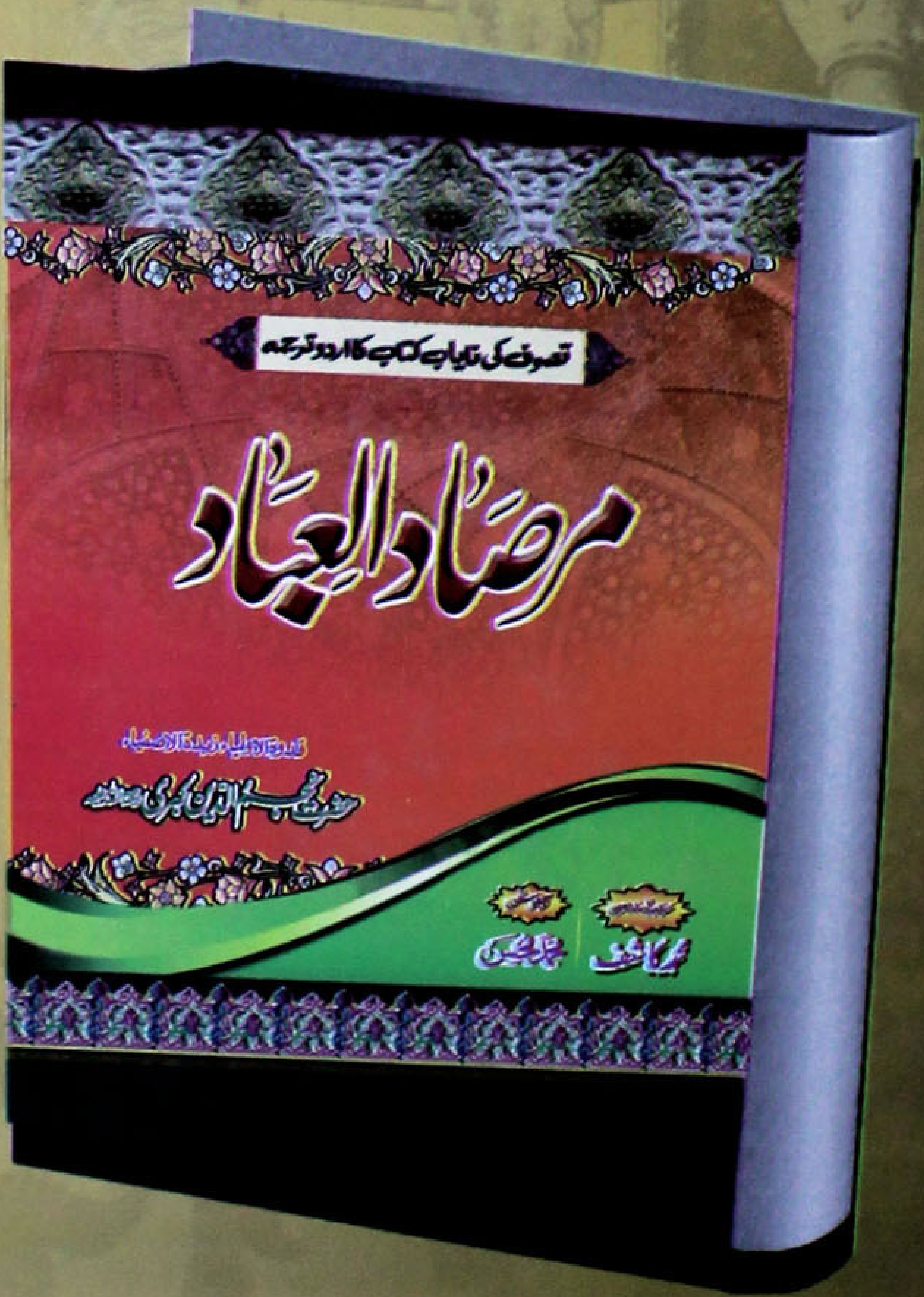

ادارہ پیغام القرآن
۴۰۔ اردو بازار لاہور ☎ 042-37323241

Marfat.com